هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

یہ سب لوگوں کے لئے (کھلا ہوا) بیان ہے اور ایمان والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے

الحمد للہ

کہ کتاب ہذا موسوم بہ

تفسیر آیات الاحکام

من

کلام رب الانام

یہ تفسیر سورہ بقر میں سے ان آیات کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے جن امور کے بجالانے کا حکم فرمایا ہے اور جن امور سے بچنے کی تاکید کی ہو۔

از تالیفات لطیفہ و تصنیفات عجیبہ فاضل اجل عالم باعمل فخر زمن مولانا مولوی محمد حسین صاحب محدث مرحوم ادخلہ اللہ تعالیٰ فی جنات عدن

بفرمایش حاجی فیاض الدین صاحب سوداگر صدر بازار دھلی

فتح پرنٹنگ ورکس دھلی میں باہتمام لالہ ہرنام داس گپتا طبع ہوئی

۱۹۲۱ء

تنقیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد ناظرین کتاب ھذا کو واضح ہو کہ قبل مطالعہ کتاب اسکے غلطنامہ کو ملاحظہ فرما کر کتاب کو درست کر لیں۔ اس کتاب میں سورہ بقرہ کی ان آیات کی تفسیر ہے جنمیں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں یعنی جن امور کو اللہ تعالیٰ نے بجالانے کو فرمایا یا جن کاموں کے کرنے کو منع فرمایا۔ یہ تفسیر نہایت عمدہ سلیس عبارت اردو عام فہم میں ایسی لکھی گئی ہے کہ جس کو ہر ایک مسلمان اردو خواں عورت بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے ہر ایک گھر میں اس تفسیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہر گھر کے مرد۔ عورت بچے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو معلوم کر کے اسپر عامل ہوں اور یہی قرآن کا مقصود ہے۔

اس کتاب میں آیتوں کے متعلق جو بیان ہے وہ نہایت معتبر تفاسیر مثل تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر ابن جریر۔ تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر عبدالرزاق۔ احسن التفاسیر وغیرہ اور احادیث صحیحہ صحیح بخاری صحیح مسلم سنن ابوداؤد۔ سنن ابن ماجہ۔ جامع الترمذی سنن نسائی۔ مستدرک حاکم۔ مسند امام احمد۔ سنن بیہقی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ موقعہ بموقعہ تفسیر اور حدیث کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ کوئی بیان مثل شان نزول آیۃ یا کوئی مسئلہ یا کوئی واقعہ یا قصہ بغیر دلیل اور حوالہ تفسیر و حدیث کے نہیں لکھا گیا۔ اول آیت کے تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کیفیت اور اسکے انعامات کی تفصیل زمین آسمان کی پیدایش اور غلہ۔ اناج۔ میوہ جات وغیرہ کا پیدا ہونا وغیرہ احسانات و انعامات کا ذکر کر کے توحید کو نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے شرک کی مذمت مشرکوں کی سزا کا بیان نہایت عمدگی سے کر کے رسالت کے متعلق نہایت زبردست دل چسپ تقریر کی ہے۔ قرآن کی فصاحت اور بلاغت اور اسکے مقابلہ میں بڑے بڑے فصحا و بلغائے عرب کا عاجز ہونا بیان کر کے منکران حشر و نشر کو مثال دیکر خوب سمجھایا ہے جو واقعی قابل دید ہے۔ اسکے بعد عہد اقرار پورا کرنے کے متعلق نہایت عمدہ تقریر کر کے انبیا سے جو عہد لیا گیا ہے اسکا ذکر کیا ہے اور عہد شکن قوم کی مذمت اور سزا کو بتایا ہے کتاب الٰہی پر ایمان لانے کا ذکر اور یہود کی تحریف کی مذمت حق کو جھوٹ سے ملانے کی برائی بہت خوبی سے بیان کر کے نماز کا ذکر اور اسکے فرض ہونے کا وقت اور اسکے اوقات کی کیفیت وغیرہ بہت عمدگی سے بیان کی ہے ایسا ہی صبر کی تائید اور نماز اور صبر کا ایجاز کر نیکا فائدہ تحریر کیا ہے پھر یہودیوں کی شرارت اور خباثت فرعون کا ڈوبنا طاعون کا حکم اور بنی اسرائیل کے متعلق نہایت بسط سے بیان کیا ہے جو عبرتناک ہے۔ اسیطرح یتیموں کی پرورش کے خوبی خونریزی کی برائی بیان کر کے آیتوں کے متعلق جن مسائل کو تعلق ہے ان کو خوب واضح طور سے لکھا ہے مثلاً مباہلہ کی تہنیت جادو کی حقیقت و مذمت نماز روزہ حج زکوٰۃ کے متعلق تمام مسائل کا بیان مسائل حیض و نفاس۔ نکاح طلاق۔ عدت رجعت خلع کا مفصل بیان ہے اور بیع و شرک کے متعلق تحریر نہایت عمدہ ہے سود کی مذمت بھی بیان کر کے آخر میں معاملات قرض کا نہایت عمدگی سے مفصل بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسکے مصنف سے راضی ہو کر جنت فردوس میں جگہ دے۔ آمین یا رب العالمین و آخر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے لوگو عبادت کرو پروردگار اپنے کی جس نے پیدا کیا تم کو اور انکو جو پہلے تھے تم تو کہ تم بچو۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

جنے کیا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اُتارا آسمان سے پانی پس نکالا

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ساتھ اُسکے پھلوں سے رزق واسطے تمہارے۔ پس مت مقرر کرو واسطے اللہ کے برابر اور تم جانتے ہو۔

صحیح مسلم ابوداؤد صحیح ابن حبان تفسیر ابن ابی حاتم میں جو روایتیں ہیں۔ اُنکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں قریش کے ستر آدمی جو گرفتار ہو کر آئے۔ اُن میں حضرت عباسؓ بھی تھے۔ مسلمانوں نے اُن ستر آدمیوں کے روبرو بت پرستی اور شرک کی مذمت بیان کی۔ یہ مذمت سُنکر حضرت عباسؓ نے کہا ہم بھی مکہ میں اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے تھے طواف کرتے تھے۔ حاجیوں کو پانی پلاتے تھے۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی چند آیتیں نازل کیں۔ اور فرمایا کہ بت پرست لوگ طواف کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ بتوں کو پکارتے ہیں اور ایسے طواف کو نادانی سے اللہ کی عبادت کہتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ہر عبادت کرنے والے کو ضرور ہے کہ پہلے اپنے

معبود کو پہچان لیوے کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، بُت پرستی کے سبب سے
اُن لوگوں میں جب یہ بات نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہ یہ لوگ اللہ
کے پہچاننے والوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ نہ انکی کوئی عبادت خداشناس
لوگونکی عبادت کی طرح بارگاہ الٰہی میں قبول ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بارگاہ الٰہی
میں تو وہی عبادت مقبول ہے جو شرک اور ریاکاری کی آمیزش سے پاک
صاف ہے۔
صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے۔ جسمیں اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیک عمل میں سوائے اللہ کے کسی دوسرے کو شریک کیا
اُس کا وہ نیک عمل بالکل رائیگاں ہے۔ اوپر کے بیان سے اچھی طرح یہ بات سمجھ
آجاتی ہے کہ ان آیتوں میں پہلے اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی فرما کر پھر یہ جو فرمایا
کہ نہ ٹھیراؤ اللہ کے برابر کسیکو اس کا مطلب یہی ہے کہ بارگاہ الٰہی میں وہی عبادت
مقبول ہے۔ جو شرک اور ریاکاری کی آمیزش سے پاک صاف ہو جس شخص
نے اپنی عبادت میں سوائے اللہ کے کسی دوسرے کو شریک کیا۔ اُسکی وہ عبادت
بالکل رائیگاں ہے۔ کیونکہ جب ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونیکا
اعتقاد ہی دل میں نہیں رکھا تو ایسا شخص نا خداشناس لوگوں میں شمار ہو سکتا ہے
نہ اُسکی عبادت اللہ کی عبادت قرار پا سکتی ہے۔
حاصل مطلب یہ ہے کہ لوگ ذرا غور کریں تو ان کو خود معلوم ہو جاویگا۔

کہ جب خالق رزاق وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہے تو اُسکی تعظیم اور عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا بڑا گناہ ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا اُسکی تعظیم اور عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا ایسا بڑا گناہ ہے کہ اس سے بڑا کوئی گناہ دنیا میں نہیں ہے۔ اسیواسطے اللہ چاہے تو اور گناہوں کو بغیر توبہ کے معاف کر دیوے۔ لیکن اللہ کی تعظیم اور عبادت میں شریک کرنیکا گناہ بغیر خالص توبہ اور اللہ تعالےٰ کو ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک جاننے کے بغیر ہرگز معاف نہیں ہوسکتا۔ ان آیتوں میں آسمان کو چھت فرماکر سورۃ الرعد میں فرمایا کہ یہ چھت بغیر کسی ستون کے اللہ کی قدرت سے قائم ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردوں میں سے اگرچہ مجاہد اور عکرمہ نے یہہ کہا ہے کہ قاف پہاڑ پر ایک ستون ہے اُسپر آسمان اس طرح قائم ہے جیسے طرح ایک چوب خیمہ چوب پر قائم رہتا ہے۔ لیکن وہ ستون اہل دنیا کو دکھائی نہیں دیتا۔

سورۃ الحج کی آیۃ ویمسک السماء ان تقع علے الارض سے اور سورۃ الفاطر کی آیۃ ان اللہ یمسک السمٰوات والارض ان تزولا سے جب یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب بلا کسی روک تھام کے صرف اللہ کی قدرت سے آسمان تھما ہوا ہے تو مجاہد اور عکرمہ کا قول

صحیح نہیں۔ اِن آیتوں میں آسمان کے ذکر کے ساتھ سورج اور چاند کا ذکر نہیں ہے ہاں اور آیتوں میں آسمان کے ذکر کے ساتھ سورج اور چاند کا ذکر ہے۔ اسلئے سورج اور چاند کی زیادہ تفصیل تو اُن آیتوں کی تفسیر میں آویگی۔ جن آیتوں میں سورج اور چاند کا ذکر ہے۔ یہاں اسیقدر ذکر کافی ہے۔ کہ چاند کی گردش سے مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہے۔ اور سورج کی گردش سے جاڑے گرمی اور برسات کا موسم پیدا ہوتا ہے۔

ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔ جس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے پتلے کی مٹی ساری زمین میں سے لی ہے۔ اس لئے اولاد آدمؑ میں کالے گورے نرم مزاج سخت مزاج سطرح کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرد کا نطفہ چالیس روز تک عورت کے رحم میں رہکر جما ہوا خون ہوجاتا ہے۔ پھر اُس خون کا گوشت بن جاتا ہے اور اُس گوشت سے ہڈیاں بنکر اُن ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھ جاتا ہے۔ اسیطرح چار مہینے میں پُتلا تیار ہوکر اللہ تعالےٰ کے حکم سے اُس پتلے میں جان پڑ جاتی ہے۔

ان حدیثوں سے الذی خلقکم والذین من قبلکم کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ بات بھی معلوم ہوجاتی ہے۔ کہ اب دیکھنے میں اگرچہ آدمی کی پیدائش ایک ہی رنگ ایک مزاج کے نطفے سے ہے۔ لیکن اُس نطفہ میں حضرت آدم کے پتلے کی

مٹی کا اثر جو ہے اُس اثر سے مختلف رنگ مختلف مزاج کے بچے پیدا ہوتے ہیں۔
ان آیتوں میں زمین کے ذکر کے ساتھ پہاڑوں کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے پہاڑوں
کی زیادہ تفصیل تو اُن آیتوں کی تفسیر میں آوے گی جہاں زمین کے ذکر کے ساتھ
پہاڑوں کا ذکر آوے گا۔ یہاں فقط اسیقدر ذکر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب
زمین کی مٹی پانی پر پھیلائی تو وہ ہلتی تھی فرشتوں نے آپس میں چرچا کیا کہ مٹی پانی
پر کیونکر ٹھیرے گی جب اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں ٹھونک
دیں۔ تو زمین کا ہلنا بند ہو گیا اور فرشتوں کو یہ معلوم بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے
کب اور کس چیز سے یہ پہاڑ بنا دیئے۔ زمین کے ہلنے کا اور اسپر پہاڑوں کے ٹھونکے
جانے کا یہ ذکر تفسیر عبدالرزاق بن ہمام میں حسن بصری کی روایت سے مفصل
طور پر آیا ہے۔ احسن التفاسیر میں ایک جگہ یہ جتلا دیا گیا ہے کہ عبدالرزاق
بن ہمام نے اپنے نابینا ہونے سے پہلے جو کتابیں تالیف کی ہیں امام بخاری
نے اُن کو صحیح قرار دیا ہے۔

عبدالرزاق کی یہ تفسیر اُن کے نابینا ہونے
سے پہلے کی ہے اس لئے تفسیر مذکور کی یہ روایت صحیح ہے۔ صحیح
بخاری اور مسلم میں زید بن خالد جہنی کی روایت سے ایک حدیث ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ اسلام سے پہلے مشرکین مکہ کا یہ اعتقاد تھا کہ تاروں کی گردش کے اثر سے مینہ
برستا ہے اللہ کی قدرت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے سورۂ النور

کی دو آیتیں نازل فرما کر اس اعتقاد کو غلط ٹھیرایا سورۃ النور کی اُن آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ دنیا بھر میں اللہ تعالیٰ کو جہاں مینہہ برسانا منظور ہوتا ہے اُسکے حکم سے ہوا بادل کے ٹکڑوں کو وہاں لیجاتی ہے اور پھر اُن ٹکڑوں کو جوڑ کر تہ بہ تہ کرتی ہے۔ اور جتنی دُور تک اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ اُتنی دور تک گھرا بادل چھاجاتا ہے اور اُس بادل میں سے مینہہ برستا ہے جس سے ہر طرح کی پیداوار اناج میوے روئی سن سال بسال پیدا ہوتی ہے اور انسان کے کھانے کا کپڑا پہنے کا کام چلتا ہے۔ جس سال اللہ تعالےٰ کو مینہہ برسانا منظور نہیں ہوتا تو تاروں کی گردش کچھ کام نہیں آتی۔ اور اُس سال آخر قحط پڑجاتا ہے۔ سورۃ النور کی آیتوں کے اس مطلب سے وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

اور اگر ہو تم بیچ شک کے اُس چیز سے کہ اتارا ہمنے اوپر بندے اپنے کے پس لے آؤ ایک سورت مانند اُسکے کی اور پکارو شاہدوں اپنوں کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ

سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے پس اگر نہ کروگے تم اور ہرگز نہ کروگے تم۔ پس ڈرو اُس آگ سے

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

جو ایندھن اُس کا آدمی ہیں اور پتھر تیار کی گئی ہے واسطے کافروں کے۔

اسلام کے دو بڑے جزو ہیں۔ ایک توحید دوسرے تسلیم رسالت اسلئے

ان دونو جزؤں کے مجموعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو جو شخص زبان سے کہہ لیوے تو وہ اہل اسلام میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی عبد اللہ بن عمر کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ ان دونو جزؤں میں سے پہلے جزو توحید کو مشرکین مکہ کی سمجھ کے موافق اوپر کی آیتوں میں ثابت کیا جا کر ان آیتوں میں دوسرے جزو رسالت کو انہیں مشرکین کی سمجھ کے موافق یوں ثابت کیا گیا ہے کہ جب ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لیا ہے اور یہ بھی ان لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ان پڑھ بشر ہیں۔ تو اب ان لوگوں کو اپنا قول سچا کرنے کے لئے چاہیئے کہ اپنی قوم میں سے مثلاً ولید بن مغیرہ کو لیویں جس کو یہ دعویٰ ہے کہ اسے صدہا اشعار پرانے عربوں کے یاد ہیں اور بہت سے محاورات عرب کے اس کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں اور پھر اس ولید بن مغیرہ کی مدد کو ساری قوم کے لوگ تیار ہو جاویں اور اپنے ساتھ ان جنات کو بھی لیویں جو آسمان تک پہونچکر چوری چھپے فرشتوں کی باتوں میں سے کچھ غیب کی خبریں سن آتے ہیں۔ اور ان خبروں کو کاہنوں سے کہہ دیتے ہیں۔ غرض یہ سب اکھٹے ہو کر اکیلے ان پڑھ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آویں اور کوئی ایسی سورۃ بنا کر پیش کریں جو گذشتہ سچے تاریخی حالات آئندہ کی غیب کی خبروں اور فصاحت و بلاغت میں قرآن کی آیتوں کی مانند ہو۔ اس سب بھیڑ کے اکھٹے ہونے کے بعد بھی اکیلے ان پڑھ اللہ کے رسول کے مقابلہ میں اس بھیڑ سے یہ کام نہ ہو سکا اور قرآن کی

یہ پیشین گوئی ہے کہ ان سے یہ کام نہ ہو سکے گا۔ تو اب اس صورت میں ان لوگوں کو یہ سمجھ
لینا چاہیئے کہ طاقت جنات و بنی آدم سے باہر یہ قرآن بلاشک اللہ کا کلام ہے اور
جنپر یہ کلام نازل ہوتا ہے۔ وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ قرآن شریف کا
یہ ایک بڑا معجزہ ہے کہ لفظ قرآن شریف کے وہی ہیں۔ جو اہل عرب رات دن بولتے
چالتے ہیں۔ اسی واسطے مکہ کے مشرکین کہتے تھے کہ ہم چاہیں تو ایسا قرآن بنا سکتے
ہیں چنانچہ اس کا ذکر سورہ انفال میں آوے گا۔ لیکن قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ
نے انہی لفظوں کو ایسی اعلےٰ درجہ کی ترتیب سے برتا ہے کہ بارہ تیرہ برس تک
مکہ کے فصیح لوگوں سے یہی مقابلہ رہا کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے تو تم بھی اسطرح
کا کچھ کلام بنا کر پیش کرو۔ مگر مکہ کے سب فصیح لوگ عاجز ہو گئے۔ اور ان سے
کچھ بھی نہ ہو سکا۔ قرآن شریف کا یہی معجزہ جتلانے کے لئے سورۂ بنی اسرائیل
میں اللہ تعالےٰ نے قسم کھا کر یہ فرمایا ہے کہ ساری دنیا کے انسان اور جنات ایک ہو جاویں
جب بھی ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ قرآن کی مانند کچھ کلام بنا کر پیش کر سکیں
صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے
پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ میں
یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانیکے قابل کام کرینگے اور کتنے آدمی
دوزخ میں جھونکے جانیکے قابل۔ اسیطرح بخاری صحیح مسلم میں ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے جسمیں
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی

اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ ان حدیثوں کو توحید اور تسلیم رسالت کی آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ توحید اور تسلیم رسالت کی باتوں کو اگرچہ صاف صاف دلیلوں سے اہل مکہ کو سمجھایا گیا ہے لیکن علم ازلی الٰہی کے موافق جو لوگ عقبیٰ میں دوزخی ٹھہر چکے تھے اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت دنیا میں اسیطرح رائیگاں گئی جسطرح شور زمین میں مینہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے۔ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ کا یہ مطلب ہے کہ اگر تم اِس بات میں سچے ہو کہ خدا کی خدائی میں تمہارے بتوں کو دخل ہے تو قرآن کے موافق کوئی سورت بنالنے میں اپنے بتوں سے بھی مدد لو۔ آخر میں فرمایا کہ باوجود سمجھانے کے تم لوگ نہیں مانتے تو پھر دوزخ کی جھٹیاں بننے کے لئے تم کو تیار رہنا چاہیئے۔

جس ولید بن مغیرہ کا ذکر اوپر گزرا اُس کا ایک تاریخی قصہ معتبر سند سے مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل نے ولید بن مغیرہ سے کہا کہ قوم کے ہم سب لوگ چندہ کرکے تم کو بہت سا روپیہ دیتے ہیں۔ تم روپیہ لیکر دلجمعی سے کھاؤ اور محمدؐ جو کلام پڑھتے ہیں اُسکی مانند کوئی کلام بناؤ۔ ولید بن مغیرہ نے جواب دیا تم لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ قریش میں کسیکو میرے برابر پرانے عربوں کے اشعار اور محاورات یاد نہیں ہیں لیکن یہ کلام جو محمدؐ پڑھتے ہیں اُن سب سے نرالا ہے۔ میں قسم کھاکر

کہتا ہوں کہ اُس کلام میں ایسا جادو کا سا اثر ہے کہ اُسکے سننے کے بعد دل قابو میں نہیں رہتا۔ ابوجہل نے ولید بن مغیرہ سے کہا جب تک تم قرآن کے باب میں قوم کی مرضی کے موافق کوئی بات نہ کہوگے۔ قوم کے لوگ تم سے خوش نہ ہونگے ابوجہل کی یہ بات سُنکر قوم کے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ نے کہا اُس کا ذکر سورۃ المدثر میں آوے گا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اُس نے قرآن کو انسانی کلام بتا کر اُسکو جادو کے اثر کا کلام کہا۔ اس تاریخی قصہ سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ قرآن شریف کی طرز عبارت میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ جسکو سُنکر قریش میں کے بڑے بڑے سر برآوردہ لوگوں کا دل بے قابو ہو جاتا تھا۔ اِسیلئے وہ لوگ اسکو جادو بتلاتے تھے۔ مگر یہ نہیں بتلا سکتے تھے کہ مکہ میں وہ کونسا جادوگر تھا جس سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جادو سیکھا اور کب سیکھا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور خوشخبری دی اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے یہ کہ واسطے انکی بہشتیں ہیں چلتی ہیں نیچے اُنکے نہریں

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا

جب دیئے جاویں گے اُس میں سے میووں سے رزق کہیں گے یہ وہ چیز ہے جو دے گئے تھے ہم پہلے اس سے اور لائے جاوینگے ایکدوسرے سے ملتے

وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور واسطے اُنکے بیچ بیبیاں ہیں پاک کی ہوئی اور وہ بیچ اُسکے ہمیشہ رہنے والی

قرآن شریف کی اور خوبیوں میں سے یہ بھی ایک بڑی خوبی ہے کہ جہاں نافرمان قابل دوزخ لوگوں کا ذکر آتا ہے۔ اُس سے پہلے یا اُسکے بعد فرمانبردار قابل جنت لوگوں کا ذکر ضرور آتا ہے۔ تاکہ عقبیٰ کی راحت اور کلفت کا حال ساتھ کے ساتھ معلوم ہو جاوے اور ایک حال کے مقابلہ کی آیتیں دوسری جگہ ڈھونڈنی نہ پڑیں۔ قرآن شریف کے اس طرز بیان کے موافق اوپر نافرمان قابل دوزخ لوگوں کا حال بیان فرما کر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اے رسول اللہ کے تم ایماندار نیک عمل لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔ یہ بشارت اُس خبر کو کہتے ہیں جسکے سننے سے چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاوے۔ شریعت میں ایمان کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو احکام لیکر آئے ہیں آدمی اُنکو اچھی طرح دل سے سچا جانے اور زبان سے اقرار کرے۔ یہ تو ایمان کی بنیاد ہوئی۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی مکان فقط بنیاد سے اسوقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک اُس بنیاد پر کوئی عمارت نہ چُنی جاوے اسیطرح تصدیق قلبی و اقرار زبانی ایمان کے مکان کی گویا بنیاد ہیں۔ اور نیک عمل اُس مکان کی ایمان کی باقی عمارت ہے اس ہی مناسبت سے قرآن شریف میں جگہ جگہ ایمان کے ذکر کے ساتھ نیک عملوں کا ذکر آیا ہے۔ جنت ایسے باغ کو کہتے ہیں جس میں میوے کے درخت بھی ہوں اور رہنے کے مکان بھی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق جنتیں سات ہیں جن کے نام یہ ہیں

فردوس ۔ عدن ۔ نعیم ۔ دارالخلد ۔ جنت الماوی ۔ دارالسلام ۔ علیین
نیک عمل لوگوں کے عملوں کے موافق ۔ اِن سات جنتوں میں بہت سے درجے
ہیں ۔ ہر جنتی کے مکان میں دودھ شہد پانی شراب کی نہریں ہونگی خشکی نہروں
کے کنارے نہیں ہے چٹیل زمین پر یہ چاروں نہریں جاری ہونگی جنت کی
بیبیاں حیض نفاس پیشاب پیخانہ سے پاک ہونگی ۔ اِس واسطے اُنکو ستھری فرمایا
جنت کے میووں کی صورت اور اُنکے نام دنیا کے میووں جیسے ہونگے اسلئے جنتی
لوگ اُن کو دنیا کے میووں کے مانند سمجھیں گے لیکن جب کھاوینگے تو اُن جنت
کے میووں کا مزہ دنیا کے میووں کے مزہ سے بالکل الگ ہوگا ۔ دنیا کے میووں کی
صورت اور اُنکے نام سے یہ لوگ واقف تھے اسواسطے پہلے پہل اُنکو ویسے ہی
میوے دیئے جاوینگے تاکہ اجنبی صورت اور نام کے میووں کو یہ لوگ اوپری نہ خیال کریں ۔
صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالٰے
نے فرمایا جنت کی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سُنیں نہ کسی کے دل میں اسکا
تصوّر اور خیال گذر سکتا ہے ۔ پھر جو نعمتیں دیکھنے سُننے اور وہم وگمان سے باہر ہوں
کسی زبان یا قلم کی کیا طاقت ہے کہ اُنکو تفصیل وار بیان کر سکے ۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں جا چکیں گے ۔ اور
جو لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لائق ہیں وہ دوزخ میں رہ جاوینگے ۔ تو اللہ تعالٰے

کے حکم سے ایک فرشتہ یہ آواز دیگا کہ اب موت نہیں ہے جو شخص جس حال میں ہے ویسا ہی رہیگا۔ یہ حدیث وہم فیہا خالدون کی گویا تفسیر ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔ وہ ہے جس نے پیدا کیا واسطے تمہارے جو کچھ بیچ زمین کے ہے

اوپر کی آیتوں کی تفسیر میں یہ گذر چکا ہے کہ انسان کے فائدے کے لئے انسان کے کھانیکا اناج میوے کپڑے پہننے کے لئے روئی سن یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ نے زمین میں سے پیدا کیا۔ سورۃ الرعد میں آوے گا کہ زمین کی اس پیداوار کے پیدا ہونیکے لئے اللہ تعالےٰ نے زمین میں جابجا مینہہ کے پانی سے ندیاں نہریں جاری کیں تاکہ زمین کی پیداوار کو مناسب موقعوں پر پانی پہنچتا ہے۔ زمین کا ایک قطعہ دوسرے سے ملا ہوا ہے۔ پھر بھی کوئی قطعہ زمین کا شور ہوتا ہے۔ جسمیں کسی طرح کی پیداوار نہیں ہوسکتی کسی قطعہ میں طرح طرح کے اناج کی پیداوار کی قوت رکھی گئی ہے اور کسی میں طرح طرح کی ترکاریوں اور میوہ جات کی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اب مینہہ کے برسنے سے ہر طرح کی پیداوار زمین سے ہوجاتی ہے۔ اسیطرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہہ برسے گا جس سے سب مرے ہوئے آدمیوں کے جسم تیار ہوجاویں گے۔ اور پھر ان جسموں میں روح پھونک دیجاویگی۔ اور حشر قائم کیا جاوے گا۔ قرآن شریف میں جگہ جگہ کھیتی کے ذکر کے بعد حشر کا ذکر جو آیا ہے اس سے منکرین حشر کو یہہ سمجھایا گیا ہے کہ ان منکرین حشر کے نزدیک حشر ایک دشوار چیز ہے۔ لیکن

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو حشر اور ہر سال کی کھیتی کی حالت یکساں ہے کیونکہ کھیتی کے موسم سے پہلے زمین پر ایسی ہی خاک اُڑتی رہتی ہے۔ جس طرح قبرستان میں خاک اُڑتی ہے۔ پھر کھیتی کا موسم آتے ہی کاشتکار ہر طرح کا بیج زمین میں اسیطرح دفن کر دیتے ہیں جس طرح مُردہ آدمی کی لاش دفن کر دیجاتی ہی۔ اب موسمی بارش سی جس طرح وہ سوکھا بیج اُگتا ہے اور کھیتی تیار ہو جاتی ہے۔ اسیطرح حشر کے قریب کے مینہہ کی تاثیر سے سب مرے ہوئے آدمیوں کے جسم تیار ہو جاویں گے۔ اور ماں کے پیٹ میں جس طرح بچے کے پتلے کے تیار ہو جانیکے بعد اُس پتلے میں روح پھونک دیجاتی ہے۔ اسیطرح اُن جسموں میں روح پھونک دیجاویگی۔ غرض جس صاحب قدرت نے مثل مردہ سوکھے ہوئے بیج سے سر سبز کھیتی پیدا کر دی پانی جیسی پتلی چیز نطفہ سے رحم جیسی تنگ جگہ میں بچّہ کا پتلا بنا کر اُسمیں روح پھونک دی ایک مینہہ کی تاثیر سے حشر کے قریب حضرت آدم کے پتلے کی طرح قبر کی مٹی سے اُسکو مرے ہوئے آدمی کا پتلا بنا دینا اور حضرت آدمؑ کے پتلے میں جس طرح روح پھونکی گئی تھی ہر ایک مرے ہوئے پتلے میں اُسیطرح روح کا پھونک دینا منکرین حشر کے نزدیک دشوار ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک کچھ بھی دشوار نہیں۔

سورۃ النمل میں آوے گا کہ قیامت کے قریب ایک جانور زمین میں سے پیدا ہوگا اور وہ اُسوقت کے لوگوں سے باتیں کرے گا۔ عطا خراسانی

کے قول کے موافق اُس جانور کی باتیں یہ ہونگی کہ اُسوقت تک جو منکر اسلام ایمان نہیں لائے اور جن گنہگار لوگوں نے توبہ نہیں کی اُن کے حال پر وہ جانور افسوس کریگا۔ یہ عطا خراسانی ثقہ تابعی اور صحیح مسلم کے راویوں میں ہیں۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مغرب سے آفتاب کے نکلنے اور صفا پہاڑ سے اُس جانور کے پیدا ہونیکا زمانہ ایک ہے۔

سورۃ الانعام کی ایک آیت کی تفسیر یہ ہے کہ منکر اسلام لوگوں کے اسلام لانے اور گنہگار لوگوں کی توبہ کرنے کا انتظار اُسوقت تک ہے جبتک آفتاب مغرب سے نہیں نکلا جب آفتاب مغرب سے نکل آویگا۔ تو پھر کوئی نیک عمل قبول نہ ہوگا۔ ترمذی میں صفوان بن عسال سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجاوے گا۔ ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اُس جانور کے افسوس کا ذکر عطا خراسانی کے قول کے موافق جو اوپر گزرا اُس کا مطلب صفوان ابن عسال کی اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جانے کے سبب سے وہ جانور منکرین اسلام گنہگار لوگوں کے حال پر افسوس کرے گا۔ مسند امام احمد ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی ایک صحیح روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اُس جانور کے پاس حضرت موسےٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی یہ دونوں چیزیں ہونگی

مسلمانوں کے چہرہ پر وہ جانور انگوٹھی چھوا دے گا۔ جس سے اُنکے چہروں پر ایک طرح کی رونق آجاوے گی۔ منکر اسلام اور گنہگار لوگوں کی ناک پر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے عصا سے ایک چھاپہ لگا دیوے گا۔ جس سے جنتی اور دوزخی کی پہچان ہو جاوے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زمین میں سے پیدا ہونے کی جن چیزوں کا ذکر اوپر کی آیتوں کی تفسیر میں گذرا جس طرح اُن میں کی ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اسیطرح قیامت کے قریب اس جانور کا پیدا ہونا بھی اللہ تعالےٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔

وَاَوْفُوْا بِعَہْدِیْ اُوْفِ بِعَہْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْہَبُوْنِ ۞

اور پورا کرو عہد میرا پورا کروں گا عہد تمہارے کو اور مجھ سے پس ڈرو

جسقدر حصہ قرآن کا مکہ میں نازل ہوا ہے۔ اُس میں یہود کا ذکر اس سبب سے نہیں ہے کہ مکہ کے اطراف میں یہود کا کوئی قبیلہ نہیں رہتا تھا۔ ہجرت کے بعد جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے اطراف میں بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ یہ تین قبیلے جو رہتے تھے ان سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پڑا۔ اِن تینوں قبیلوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے قائم رکھنے کا معاہدہ کر لیا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اِن تینوں قبیلوں نے عہد شکنی کی جس کی سزا میں بنی قینقاع اور بنی نضیر کو تو جلاو

وطنی نصیب ہوئی اور بنی قریظہ قتل کیے گئے۔ احسن التفاسیر میں حسب موقع ان تینوں قبیلوں کے قصے بیان کر دیے گئے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ توراۃ میں نبی آخرالزمان کی پیروی کا جو عہد تھا، اسی کو پورا کرنے کی تاکید صلح کے زمانہ میں ان تینوں قبیلوں کو ان آیتوں میں فرمائی گئی تھی، جب ان لوگوں نے اس تاکید کو نہ مانا تو اس کی سزا میں ان کا وہ حال ہوا جس کا ذکر اوپر گزرا، سورۃ الحدید میں آوے گا کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ توراۃ کے عہد کے موافق نبی آخرالزمان کی پیروی کرینگے ان کو شریعت موسوی اور شریعت محمدی پر عمل کرنے کے سبب سے دوہرا اجر دیا جاویگا۔ اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم میں ابوموسیٰ اشعری کی روایت میں اس دوہرے اجر کا ذکر ہے۔

سورۃ الحدید کی آیتوں کی تفسیر اور ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے اوفوا بعہدکم کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ توراۃ کے عہد کے موافق اگر یہ لوگ عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے دوہرے اجر کا جو عہد کیا ہے وہ پورا کیا جاویگا، اس سورۃ کے آگے کی آیتوں میں ان لوگوں کے عالم جاہل دونوں فرقوں کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں کے ان پڑھ فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنے علماء سے جو باتیں سن لی ہیں وہی ان کا دین و ایمان ہے، ان کو کچھ معلوم نہیں کہ توراۃ کیا ہے اور اس میں کیا احکام ہیں، دوسرا فرقہ ان کے علماء کا ہے جنہوں نے اپنی طرف سے

بہت سی باتیں گھٹا بڑھا کر اصل حکم آلہی کو چھپا دیا ہے وا یا سے فانقون سے ایسے لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے روبرو کھڑے ہونگے اور جواب دہی کے بعد اپنے اعمال کی سزا پاویں گے، ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی عالم دین کی کسی بات کو چھپاویگا، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دیجاویگی یہود کے جن علماء کا اوپر ذکر گذرا انکی سزائے اُخروی کی بھی حدیث گویا تفسیر ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے، توراۃ کے جس عہد کا ذکر اوپر گزرا احسن التفاسیر سورۃ آل عمران کی تفسیر میں اس عہد کا ذکر تفصیل سے ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر پہلے نبی سے مابعد میں آنے والے نبی کی بابت یہ عہد لیا ہے. کہ اگر پہلا نبی مابعد میں آنیوالے نبی کا زمانہ پاوے تو خود اس پر ایمان لاوے ورنہ اپنی اُمت کو اس کے موافق وصیت کرجاوے، یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے، محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس لئے آپ سے یہ عہد نہیں لیا گیا. سورۃ آل عمران کی آیتوں کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالی نے ہر نبی سے شریعت وقتیہ پر عمل کرنے کا عہد لیا ہے اور ہر ایک نبی نے اپنی اُمت کو اس کے موافق وصیت کی ہے تو جس امت میں کا کوئی شخص اس وصیت کے خلاف عمل کریگا وہ اللہ تعالے کی درگاہ سے ایسے عمل کا کچھ اجر نہیں

پاوے گا کیونکہ اجر تو اسی عمل پر ملنے والا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوگا جو عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف ہے وہ تو ایک طرح کی حکم عدولی قابل مواخذہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ اس عہد کے موافق یہود عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزمان کی پیروی کے پابند کئے گئے تھے، اونہوں نے اس پیروی کو چھوڑ دیا جس سے وہ توراۃ کے بھی پابند نہیں رہے کیونکہ توراۃ کی جن آیتوں میں عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں تھیں انکی کچھہ آیتوں کے لفظ تو انھوں نے بدل ڈالے اور کچھہ لفظوں کے معنی اپنی طرف سے غلط گھڑ لئے۔ چنانچہ احسن التفاسیر کی سورۃ المائدہ کی تفسیر میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے،

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَلَا

اور ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے جو اتاری میں نے سچا کرنیوالی ہے اس چیز کو جو ساتھ تمہارے ہے اور مت ہو پہلے کافر ساتھ اسکے اور مت

تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

مول لو بدلے آیتوں میری کے مول تھوڑا اور مجھ سے پس ڈرو اور مت ملا سچ کو ساتھ جھوٹ کے

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور مت چھپاؤ حق کو اور تم جانتے ہو

توراۃ کی جن آیتوں کے معنی یہود نے اپنی طرف سے گھڑے تھے ان میں یہ ایک بات بھی انکی گھڑی ہوئی تھی کہ آخر زمانہ میں دجال جو آوے گا وہ نبی آخر الزمان ہوگا، توراۃ

کی نشانیوں کے موافق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان نہیں ہیں اس لئے
ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں اپنی طرف سے جھوٹی باتیں نہ ملاؤ
قرآن کی آیتوں کو توراۃ کی آیتوں سے ملا کر دیکھو گے تو اچھی طرح معلوم ہو جاویگا،
کہ اس قرآن کی تصدیق خود توراۃ کی اصلی آیتوں میں موجود ہے پھر ان منکر قرآن لوگوں کو
پہلا کافر اس لئے فرمایا کہ یہ مدینہ کے اطراف کے رہنے والے یہود قرآن کے
منکر ہوئے تو اُن کی دیکھا دیکھی ملک شام کے رہنے والے یہود بھی قرآن کے منکر
ہو جاویں گے، مگر اول کافر یہی مدینہ کے اطراف کے رہنے والے یہود کہلاویں
گے کس لئے کہ جو لوگ ان کے بعد منکر ہوں گے وہ اُنکی دیکھا دیکھی ہوں گے، صحیح
مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی شخص دین کے
کام میں کسی کو بہکاویگا قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب بھگتنا پڑے گا،
ایک خود بہکنے کا دوسرا اور دل کے بہکانیکا، مدینہ کے اطراف کے رہنے
والے یہود کو ڈرانے کے طور پر ان آیتوں میں اول کافر جو فرمایا ہے اسکا مطلب
اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان کے دیکھا دیکھی شام کے
یہود جو بہکیں گے تو اس کا عذاب بھی اُن مدینہ کے اطراف کے رہنے والے
یہود کو بھگتنا پڑیگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیاں توراۃ میں تھیں
کعب بن اشرف وغیرہ علماء اور رؤسائے یہود ان کو اس خوف سے چھپاتے تھے
کہ جاہل یہود لوگ ان نشانیوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول جان لیوینگے

تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کا میلان ہو جاویگا اور اس فرقہ سے ہم کو جو
منفعت دنیا وی ہے وہ جاتی رہے گی، اس تھوڑے سے لالچ کو اللہ تعالےٰ نے
توراۃ کی آیتوں کا تھوڑا مول فرمایا، صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے
جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مالدار لائق عذاب لوگوں کو جب دوزخ میں
جھونکا جاویگا تو پہلے ہی جھونکے کے ساتھ ان کی تکلیف دیکھکر دوزخ کے فرشتے
ان سے پوچھیں گے کہ اس عذاب کے آگے دنیا کی مالداری اور اس مالداری کے
سبب سے جو راحت تم لوگوں نے دنیا میں پائی ہے کچھ تم کو وہ یاد ہے، وہ
لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اس عذاب کے آگے ہم کو وہ راحت ذرا بھی یاد نہیں
اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ مدینہ کے اطراف کے
رہنے والے یہود نے توراۃ کی آیتوں کا تھوڑا سا مول لیکر اس سے دنیا میں جو
راحت پائی ہے اس کی تو کچھ اصل نہیں دوزخ کے عذاب کے آگے تو بڑے
بڑے مالدار لوگوں نے اپنی مالداری کے سبب سے جو راحت دنیا میں پائی وہ
ذرا بھی ان کو یاد نہ رہے گی، وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ
اپنی بداعمالی پہ غور کریں تو ان کو معلوم ہو جاویگا کہ یہ لوگ دنیا میں جو کچھ کر رہے ہیں قیامت
کے دن ان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا،

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور قائم کرو نماز کو   اور دو زکواۃ   اور رکوع کرو ساتھ رکوع کرنیوالوں کے   کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو سبھلائی کا

بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؀

اور بھولتے جاتے ہو جانوں اپنی کو اور تم پڑھتے ہو کتاب کیا پس نہیں سمجھتے ہو،

اوپر جس عہد کا ذکر تھا اس عہد کے موافق مدینہ کے اطراف کے رہنے والے یہود نہ شریعت محمدی کی نماز کے قائل تھے نہ زکواۃ کے، بلکہ وہی بلا رکوع کی نماز اور مال کے چوتھے حصے کی زکواۃ شریعت موسوی پر اڑے ہوئے تھے، اسی واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ اگر یہ لوگ اجر اُخروی کی امید سے نیک عمل کرتے ہیں تو اُن کو شریعت وقتیہ کے موافق رکوع والی نماز پڑھنی اور مال کے چالیسویں حصہ کے حساب سے زکواۃ ادا کرنی چاہیئے، کیونکہ جب اللہ تعالےٰ نے سب انبیاء سے وہ عہد لیا ہے جو اوپر گزرا اور سب انبیاء نے اسی عہد کے موافق اپنی اپنی اُمتوں کو وصیت کی ہے تو اب اس انتظام آلہی کے برخلاف کوئی عبادت اُخروی اجر کے قابل نہیں قرار پا سکتی، صحیح ابن حبان مسند امام احمد وغیرہ میں جابرؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو قائل کرنے کی غرض سے فرمایا کہ آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو سوائے شریعت محمدیؐ کی پیروی کے ان کو اور کوئی طریقہ نہ تھا، صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ اہل کتاب میں سے جو شخص شریعت محمدی کو پاویگا اور پھر اس کی پیروی نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس کا ٹھکانا دوزخ ہے ان حدیثوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب

عہد کا ذکر اوپر گزرا اُس عہد کے موافق ہر ایک نبی اور ہر ایک نبی کی اُمت کے ذمہ عمل
کا کرنا کیسا لازمی اور ضروری ہے کیونکہ کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جس میں اس عہد کا
ذکر نہ ہو، اسی سورۃ میں ذکر ہے کہ یہود کے سر پر پہاڑ کھڑا کیا جا کر اُن سے توراۃ کے
موافق عمل کرنیکا اقرار لیا گیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے علمائے
یہود اس اقرار پر بھی قائم نہیں تھے، کیونکہ یہ اقرار ان کے بزرگوں کے زمانہ میں اُسی زمانہ
کے عالم جاہل سب سے لیا گیا، اور وہی اقرار انمیں پشت بہ پشت چلا آتا ہے لیکن یہ لوگ اُس
اقرار کے موافق اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو توراۃ کے موافق نیک کاموں کے عمل کرنیکی
نصیحت کرتے تھے اور خود ان نیک کاموں کے پابند نہ تھے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے انکو یہ
تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ روز توراۃ پڑھتے ہیں، اُسپر بھی کیا انکو اتنی سمجھ نہیں کہ اُن میں جو اقرار پشت
بہ پشت چلا آتا ہے وہ اقرار عالم جاہل سب کے حق میں ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے
جاہل لوگوں کو تو اس اقرار کا پابند جانتے ہیں اور اپنے آپ کو اسکا پابند نہیں
جانتے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کو ایک روز اس خود مختاری کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، مدینہ
کے اطراف میں جو تین قبیلے یہود کے رہتے تھے انہیں کا ذکر ان آیتوں میں ہے انکے
دنیا کے خمیازہ کا حال تو اوپر گزر چکا ہے کہ ان تینوں میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر تو
جلاوطن کئے گئے اور بنی قریظہ قتل ہوئے، قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو
خمیازہ بھگتنا پڑیگا وہ بھی سب کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا، صحیح بخاری اور مسلم
میں اسامہؓ ابن زید سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا قیامت کے دن دوزخ میں ایک شخص کی انتڑیاں پیٹ کے باہر نکلی پڑی ہوں گی وہ اپنی انتڑیوں کے گرد پھرتا ہوگا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوگا دوزخی لوگ اس سے پوچھینگے کہ اے شخص تو تو ہم کو نیک کاموں کی نصیحت دنیا میں کیا کرتا تھا پھر تو کیوں ایسے عذاب میں گرفتار ہوا وہ شخص جواب دیگا یہ تو سچ ہے کہ میں تم لوگوں کو نیک کاموں کی نصیحت کیا کرتا تھا، مگر افسوس ہے کہ میں ان کے موافق عمل نہیں کرتا تھا اس کی سزا میں مجھ پر یہ سخت عذاب ہو رہا ہے، امت محمدیا اور امتوں میں جو عالم لوگ ایسے ہیں کہ اوروں کو تو نیک کاموں کی نصیحت کرتے ہیں اور خود اس کے موافق عمل نہیں کرتے اونکا جو کچھ انجام آخرت میں ہوگا، اس کا حال اس صحیح حدیث سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے، اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں جنکو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا گیا،

صحیح بخاری اور مسلم کی روایتہ کے حوالہ سے احسن التفاسیر میں ایک جگہ یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور آپ کو معراج ہوئی تھی جس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں ہے تو نماز اس رات فرض ہوئی تھی اور باقی کے ارکان دین روزہ، زکوٰۃ، حج، یہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فرض ہوئے ہیں، صحیح مسلم کی روایت کے حوالے سے احسن التفاسیر میں یہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچوں نمازوں کے وقت پوچھے تو آپ نے اس شخص کو زبانی کچھ جواب نہیں دیا، بلکہ دو روز تک

اسکو اپنے ساتھ نماز میں شریک رکھکر پہلے دن پنجگانہ نماز اول پڑھی اور دوسرے دن آخری وقت پر اور پھر اس شخص کو سمجھا دیا کہ نماز کا وقت دونوں وقتوں کے مابین میں ہے، اب بھی بعض مسجدوں میں اول وقت پر یہ نماز ہوتی ہے، اور بعض میں آخر وقت پر جس سے اس وقت کا اندازہ نکل سکتا ہے، جو وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو تبلا دیا تھا، یہ تو اکثر علماء کا قول ہے کہ زکواۃ کے فرض ہونیکا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم ہجرت کے کتنے سال بعد نازل ہوا ہجرت کے نویں سال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زکواۃ کے وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کئے، اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہجرت کے نویں سال سے پہلے زکواۃ کے فرض ہونے کا حکم نازل ہوا ہے،

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ۝ الَّذِينَ

اور مدد چاہو ساتھ صبر کے اور نماز کے اور تحقیق وہ البتہ بڑی ہی مگر اوپر عاجزی کرنیوالوں کے وہ لوگ کہ

يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ۝

جانتے ہیں یہ کہ وہ ملنے والے ہیں پروردگار اپنے سے اور یہ کہ وہ طرف اسکی پھرجانیوالے ہیں،

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو سعید خدری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان شخص کو صبر سے بڑھکر کوئی اچھی و بڑی چیز نہیں دی گئی، مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ زکواۃ حج کوئی عبادت مسلمان

شخص ادا نہیں کرسکتا، جب تک آدمی ان تکلیفوں پر صبر نہ کرے جو تکلیفیں اسکو عبادت کے ادا کرنے میں پیش آتی ہیں، مثلاً جاڑے کے موسم میں وضو کی تکلیف پر صبر نہ کرے تو اس موسم کی نماز ادا نہیں ہوسکتی اور روزہ میں پیاس بھوک کی تکلیف پر صبر نکرے تو روزہ نہیں رکھہ سکتا، مال کا چالیسوان حصہ سال بہ سال ادا کرنے میں جو تکلیف ہو جب تک اس پر صبر نہ کرے تو زکواۃ ادا نہیں ہوسکتی، حج کے سفر میں جو تکلیفیں ہیں، صبر وسکون سے جب تک ان کو برداشت نہ کرے تو حج ادا نہیں ہوسکتا، غرض ہر طرح کے رنج وغم پر صبر کرنے کے علاوہ صبر ہر ایک عبادت کا بھی جزو ہے، اسیواسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی حدیث میں فرمایا کہ مسلمان کو صبر سے بڑھکر کوئی اچھی اور بڑی چیز نہیں دیگئی،

نماز میں کھانا پینا چھوڑنے پر بات چیت ترک کرنے پر ادھر اُدھر نہ دیکھنے پر صبر لازم ہے، اس مناسبت سے صبر اور نماز کا ذکر اس آیتہ میں ایک جگہ فرمایا صحیح مسلم میں عمر کی روایت سے ایک بہت بڑی حدیث ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انسان کی صورت میں آن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی چند باتیں پوچھی ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کے جواب دئیے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چلے جانیکے بعد صحابہؓ سے فرمایا ہے کہ انسان کی صورت میں یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تم لوگوں کو

دین کی باتیں سکھانے آئے تھے، اس حدیث میں ہے کہ خالص دل سے عبادت کرنے والے شخص کو عبادت کرتے وقت دل میں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ مرتبہ اس شخص کو نصیب نہ ہو تو اتنا اعتقاد ضرور رکھنا چاہیے کہ اللہ اسکو دیکھ رہا ہے، سورۃ النساء کی تفسیر میں صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ اور انسؓ بن مالک کی روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے دل میں آخرت کی جزا سزا کا پورا یقین نہیں ہے وہ کوئی عبادت آخرت کے ثواب کی نیت سے دل لگا کر نہیں کرتے بلکہ جو کچھ کرتے ہیں وہ مسلمان کہلانے کے لئے، لوگوں کے دکھانے کے لیئے کرتے ہیں، مثلاً نماز جیسی چیز کو جو دین کا ایک بڑا رکن ہے اوپری دل سے اس طرح جھٹ پٹ پڑھ لیتے ہیں کہ جس کا نہ رکوع اچھی طرح ادا ہوتا ہے نہ سجدہ، ان حدیثوں کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے آیۃ کی تفسیر کا حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ ایسی نماز پڑھتے ہیں جس کا ذکر جبرئیل علیہ السلام والی حدیث میں نماز پڑھتے وقت ان کے دل میں یہ اعتقاد جما ہوا ہوتا ہے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہے ہیں، یا اللہ ان کو دیکھ رہا ہے، اس اعتقاد کے سبب سے ان کے دل میں یہ خوف سمایا ہوا ہوتا ہے کہ ایک دن اللہ تعالی کے روبرو کھڑا ہونا ہے، اسوقت یہ نماز اللہ تعالے کے روبرو تولی جاویگی جس تول میں اس کا عیب و ثواب سب کھل جاویگا اسی سبب سے ایسے لوگوں پر نماز کچھ بھاری نہیں ہوتی، اور جو لوگ اوپری دل سے نماز پڑھتے ہیں ان کے دل میں اللہ تعالی کے روبرو کھڑے ہونے کا اور نماز

کے توے جانیکا کچھ خوف نہیں ہوتا اس لئے انپر نماز کا پڑھنا بھاری ہوجاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص جس کا نام خلاد بن رافع تھا مسجد نبوی میں آیا اور نماز جھٹ پٹ پڑھ کر جانے لگا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر پڑھ تیری نماز کامل طور پر نہیں ہوئی اور پھر آپنے فرمایا اچھی طرح رکوع و سجود ادا کرکے نماز پڑھا کرو، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جھٹ پٹ نماز پڑھ لیتے ہیں، ان کی نماز ادھوری ہوتی ہے، قیامت کے دن انکی یہ ادھوری نماز تولی جاویگی، تو ایسے لوگ بہت پچھتاویں گے، اور یہ بے وقت کا پچھتانا اون کے کچھ کام نہ آویگا، اسلئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ نماز پڑھکر ذرا یہ خیال کرلیا کرے کہ اسنے پوری نماز پڑھی یا ادھوری،

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ

اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کفایت کریگا کوئی جی کسی جی سے کچھ اور نہ قبول کیجاویگی اس سے سفارش اور نہ لیا جاوے

مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

اس سے بدلہ اور نہ وہ مدد دئے جاویں گے،

یہود توراۃ کی آیتیں بدلنے اور چھپانے میں توراۃ کے عہد کو توڑکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول نہ مانتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے، اور اس پر یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ نبی زادے ہیں

دنیا میں اگر کوئی بُرا کام ہم سے ہو بھی جاویگا تو ہمارے بڑے قیامت کے دن اللہ کی جناب میں ہماری سفارش کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیویں گے، اللہ تعالیٰ نے اس آیتہ میں یوں ہوشیار فرمایا کہ اُس دن بے مرضی اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کی مدد یا سفارش نہیں کر سکتا، صحیح بخاری اور مستدرک حاکم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کی قیامت کے دن سفارش کریں گے مگر ان کی یہ سفارش بارگاہ آلہی میں مقبول نہ ہوگی، اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے وہی مطلب ہوا جو اوپر بیان کیا گیا کہ بے مرضی اللہ تعالیٰ کے قیامت کے دن کوئی کسی کی مدد یا سفارش نہیں کر سکتا، یہانتک کہ جب ان یہود کے بڑوں کے بڑے ابراہیم علیہ السلام خود اپنے باپ کی شفاعت نہ کر سکیں گے تو پھر انکو اپنے بڑوں سے بے مرضی اللہ تعالےٰ کے شفاعت کی توقع کا رکھنا اور اس بے بنیاد توقع پر رات دن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف کاموں میں لگے رہنا ان لوگوں کی یہ بڑی غلطی ہے، صحیح بخاری اور مسلم میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ قیامت کے دن دوزخ سے نکلکر جنت میں جاویگا،

اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان نہ ہوگا نہ اس کی شفاعت کوئی کریگا نہ وہ دوزخ سے

نکلکر جنت میں جاویگا، اب جن یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا تھا اگر وہ بغیر توبہ کے مر گئے تو ان کو قیامت کے دن کسی کی شفاعت سے جنت میں جانیکی توقع بے سود ہے، مستدرک حاکم وغیرہ میں انس رضؓ بن مالک سے صحیح روایت ہے، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک بھائی دوسرے بھائی پر ظلم زیادتی کی فریاد کرکے اس کی سب نیکیاں لے لیویگا اور جب اس کے بعد بھی ظلم زیادتی کا معاوضہ پورا نہ ہوگا تو اپنے گناہ اس ظالم بھائی پر ڈال دینے کی خواہش کریگا، اس حدیث کو لا تجزی نفس عن نفس کی تفسیر میں بڑا دخل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر تو درکنار اُس دن بھائی بھائیوں کا یہ حال ہوگا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی نیکیاں لے لینے اور اپنے گناہ دوسرے پر ڈال دینے کو تیار ہو جاویگا، ولا ھم ینصرون کی تفسیر بھی اس سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اُس دن کسی کا کسی کے کام آنا تو کیا وہاں تو ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن بنکر اس کی نیکیاں لینے اور اپنے گناہ اس پر ڈالنے کا فیصلہ چاہے گا، صحیح بخاری اور مسلم میں اُنس رضؓ بن مالک سے روایت ہے، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کے عذاب والا شخص ساری دنیا کا مال و اسباب معاوضہ دیکر بھی نجات کی کی آرزو کریگا، تو اس کی وہ آرزو بے سود ہے حدیث کا یہ ٹکڑا ولا یؤخذ منھا عدل کی گویا تفسیر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن کسی

دوزخی سے تمام دنیا کا مال واسباب بھی نجات کے معاوضہ میں نہیں لیا جائیگا، اس حدیث میں تو دنیا کے سارے مال واسباب کے معاوضہ میں دینے کا ذکر ہے، لیکن سورۃ الزمر کی آیتوں میں آویگا کہ اس طرح کا شخص یہ آرزو کریگا کہ اس کے پاس تمام دنیا کے مال واسباب سے دُگنا مال اسباب بھی ہوتا تو اس کو جرمانہ کے طور پر داخل کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کرلیتا

اوپر کی حدیث اور سورۃ الزمر کی ان آیتوں میں کچھہ اختلاف نہیں ہے کیونکہ حدیث میں کم عذاب والے دوزخیوں کی تفصیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی ہے، سورۃ الزمر میں یہ تفصیل نہیں ہے اسلئے ان آیتوں میں زیادہ عذاب والے دوزخیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، ابوسعید خدری کی حدیث اوپر گذرچکی ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ قیامت کے دن دوزخ سے نکلکر جنت میں جاویگا اس حدیث کو اور سورۃ الزمر کی آیتوں کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ قیامت کے دن ذرہ برابر توحید سے جو کام نکلیگا وہ تمام دنیا کی دوچند مال واسباب سے بھی نہیں نکل سکیگا،

سورۃ الانعام میں آویگا کہ دوزخی لوگ نیک عمل لوگوں کو نیکیوں کا اجر ملتے ہوئے دیکھکر اللہ تعالے کی بارگاہ میں یہ خواہش پیش کریں گے کہ ہم دوزخیوں کو دوبارہ دنیا میں بھیجدیا جاوے تو ہم ایک دفعہ دنیا میں جاکر خوب نیک عمل کرینگے مگر علم آلہی میں یہ بات قرار پاچکی تھی کہ ان لوگوں کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاویگا تو یہ

لوگ پھر ویسے ہی عمل کریں گے جیسے پہلی دفعہ کر کے آئے ہیں اس لئے ان لوگوں کی یہ خواہش نامنظور ہو گی،

سورۃ انعام کی ان آیتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ عقبیٰ کے حساب سے دنیا میں جو کچھ فائدہ کی چیز ہے وہ نیک عمل ہے کیونکہ یہ لوگ بادشاہت وزارت مال و دولت کی کسی چیز کی تمنا سے دوبارہ دنیا میں آنیکی خواہش نہ کریں گے، بلکہ فقط نیک عملوں کی تمنا سے ان کی وہ خواہش ظہور میں آویگی،

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

کھاؤ پاکیزہ اس چیز کو کہ دیا ہمنے تمکو اور نہ ظلم کیا انہوں نے ہمکو ولیکن تھے وہ جانوں اپنی کو ظلم کرتے

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام ہے جس کے معنی ہیں اللہ کا بندہ بنی اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں، اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے بنی اسرائیل کے رہنے کی جگہ ملک شام ہے، لیکن جب سے یوسف علیہ السلام مصر میں گئے، جس کا قصہ سورہ یوسف میں آویگا، یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مصر میں بلالیا تھا، بنی اسرائیل کے مصر کے قیام کے زمانہ میں قوم عاد کے بقیہ لوگ ملک شام کی اکثر بستیوں پر قابض ہو گئے تھے، قوم عاد کے بقیہ لوگوں میں ایک شخص عملیق بن آذر تھا، یہ ملک شام کے قابض لوگ اسی شخص کی اولاد میں تھے اسی لئے اس قوم کو عمالقہ کہتے تھے، موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ

سے نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا، بنی اسرائیل کو مصر سے ملک شام لیجاؤ اور قوم عمالقہ سے لڑکر ملک شام کی بستیاں خالی کرالو اور وہیں سکونت اختیار کرو، اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے نکلے، اور فرعون نے ایک بڑا لشکر ساتھ لیکر ان کو روکنا چاہا تو دریائے قلزم میں اسکو مع اس کے لشکر کے ڈبوکر اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا جسکا قصہ سورۃ الشعرا میں تفصیل سے آویگا، فرعون کے ڈوب کر ہلاک ہو جانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے مع بنی اسرائیل کے ملک شام کے ارادہ سے منزل بمنزل سفر شروع کیا، یہ عمالقہ کی قوم کے لوگ بڑے شہ زور اور قدآور تھے، ان کی قوت کا حال ملک شام کے قریب جانے کے بعد جب بنی اسرائیل نے سنا تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا، اس انکار کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ملک شام کے ایک جنگل میں اللہ تعالیٰ نے چالیس برس تک قید کر دیا، اس قید کے زمانہ میں ان کے سر پر دھوپ سے بچنے کے لئے ایک ابر کا سایہ ہوتا تھا، اور من سلویٰ کھانے کو ملتا تھا، اس من سلویٰ کو اس آیت میں طیبت فرمایا اور ان کے کھانیکا حکم فرمایا ہے، اکثر مفسروں نے لکھا ہے، کہ من ترنجبین کو کہتے ہیں اور سلویٰ بٹیر کے برابر ایک جانور تھے، جو بنی اسرائیل کے پڑاؤ کی جگہ آجاتے تھے، اور بنی اسرائیل باسانی ان کو ذبح کر کے کھا لیتے تھے،

بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ اس کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز بچا کر دوسرے دن کے لئے نہ رکھیں روز جس قدر کھا سکتے ہوں وہ کھا لیا کریں۔ مگر انھوں نے حکم عدولی کر کے دوسرے دن کے لئے وہ چیزیں رکھنی شروع کر دیں جس سے وہ گوشت سڑنے لگا، اور علاوہ اس کے ناشکری بھی کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم تو ایک طرح کا کھانا کھاتے کھاتے گھبرا گئے۔ ہمارے لئے گیہوں مسور۔ پیاز۔ ساگ کے پیدا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

•

اس حکم عدولی اور ناشکری کی سزا میں من سلویٰ بند ہو گیا، اسی کو فرمایا کہ انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ بنی اسرائیل کو وعظ کے طور پر بہت بڑی نصیحت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فائدے کے لئے اس نصیحت کو سورۂ ابراہیم کی آیتوں میں دوہرایا ہے، حاصل اس نصیحت کا یہ ہے کہ شکر گذاری سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں روز بروز بڑھتی ہیں، اور ناشکری سے ان نعمتوں میں زوال آجاتا ہے۔ بنی اسرائیل میں اور اس امت میں جب تک اس نصیحت کے موافق نعمتوں کی شکر گذاری کا عمل رہا۔ بادشاہت۔ اقبال فتحمندی سب کچھ رہا اور جب یہ عمل اٹھ گیا تو کچھ نہ رہا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ تہجد کی نماز میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں تک کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا صحابہ نے
آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے۔
ہیں پھر آپ تہجد کی نماز میں اتنی جانفشانی کیوں کرتے ہیں، آپ نے جواب
دیا اللہ تعالیٰ نے مجکو طرح طرح کی نعمتیں جو دی ہیں کیا میں اس کی شکر گذاری
نہ کروں، اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کی شکر گذاری یہی ہے کہ آدمی خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی
عبادت میں لگا رہے،

صحیح مسلم میں ابوذرؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا، تمام دنیا کے جن وانس خالص دل سے اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت
میں لگ جاویں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کچھ بڑھ نہ جاویگا۔
اور اگر یہ سب نافرمان اور ناشکر بن جاویں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت
سے کچھ گھٹ نہ جاوے گا، اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گذاری کے طور پر جو کوئی خالص دل سے اللہ تعالیٰ
کی عبادت کریگا تو اس میں اُس شخص کا دونوں جہان میں بھلا ہے دنیا میں اللہ
تعالیٰ اپنے فضل سے اور نعمتیں دیگا اور عقبیٰ میں ہر ایک عبادت کا دس سے
لیکر سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ اجر ملے گا اور جو کوئی ایسا نہ کرے گا۔ تو
اس میں اسی کا نقصان ہے، دنیا کی نعمتوں میں زوال آجاویگا۔ اور عقبےٰ میں

ہر ایک عبادت کا دس سے لیکر سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ اجر ملیگا اور جو کوئی ایسا نہ کریگا تو اس میں اسی کا نقصان ہے، دنیا کی نعمتوں میں زوال آجاویگا اور عقبیٰ میں اتنے بڑے اجر سے محروم رہیگا، چنانچہ یہ ذکر صحیح حدیثوں میں ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک نیک عمل کا بدلہ دس گنا ہوگا اور زیادہ سات سو تک بھی ہے اور اس سے بڑھکر بھی ہے،

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ

اور جب کہا ہم نے داخل ہو اس گاؤں میں پس کھاؤ اس سے جتنا چاہو بافراغت اور داخل ہو دروازہ میں

سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ

سجدہ کرتے ہوئے اور کہو بخشش مانگتے ہیں تم بخشیں گے ہم واسطے خطائیں تمہاری اور البتہ زیادہ دینگے ہم نیکی کرنیوالوں کو۔ پس بدل ڈالا

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

ان لوگوں نے کہ ظلم کرتے تھے بات کو سوا اس کے جو کہا گیا تھا واسطے انکے پس اتارا ہمنے اوپر ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے تھے،

رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

عذاب آسمان سے سبب اس کے کہ تھے فسق کرتے

چالیس برس کی قید کی مدت جو بنی اسرائیل کی تھی اُس مدت میں پہلے ہارون علیہ السلام کا انتقال اسی قید کے جنگل میں ہوا اور ہارون علیہ السلام کے انتقال کے برس دن کے بعد پھر موسیٰ علیہ السلام کا انتقال اسی قید کے جنگل میں ہوا بنی اسرائیل میں کے جتنے آدمیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

زندگی میں قوم عمالقہ کی لڑائی سے انکار کیا تھا وہ بھی قید کی مدت میں فوت ہوگئے اب موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے یوشع بن نون نبی ہوئے اور انہی کے عہد میں قوم عمالقہ سے یہ لڑائی بیت المقدس کی فتح ہوئی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔

جب بیت المقدس کی فتح ہوگئی تو بنی اسرائیل کو جس طرح بستی کے اندر جانے کا حکم تھا اس حکم کے بجا لانے میں ان لوگوں نے نافرمانی کی، حکم تو یہ تھا کہ بستی کے دروازہ پر فتح کے شکریہ کا سجدہ کر کے بستی کے اندر حطۃ کا لفظ کہتے ہوئے جاؤ، جس کے معنے گناہوں کے زائل ہونے کے ہیں مگر اسرائیل نے یہ شرارت کی کہ بجائے سجدہ کے چوتڑوں کے بل کھسکنے لگے اور بجائے حطۃ کے حبۃ فی شعیرۃ کہنے لگے جس کے معنی جَو ملواں گیہوں کے ہیں، صحیح بخاری اور مسلم میں جو ابوہریرہؓ سے روایت ہے اس میں اس حکم اور بنی اسرائیل کی اس شرارت کا ذکر تفصیل سے ہے بنی اسرائیل کی اس شرارت کے وبال سے اُن میں طاعون پھیلا اور دوپہر کے عرصہ میں ستر ہزار آدمی ہلاک ہوگئے،

صحیح مسلم، نسائی، مسند امام احمد وغیرہ میں اسامہ بن زید سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی میں طاعون ہو تو وہاں کے رہنے والے آدمیوں کو اس بستی سے بھاگنا نہ چاہئے، اور دوسری

بستی کے آدمیوں کو اس طاعون والی بستی میں نہ جانا چاہیے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو اگرچہ یہ قصہ خوب معلوم تھا کہ ان کے بڑوں کی شرارت اور حکم عدولی کے سبب سے ان پر طاعون کا عذاب آیا۔ لیکن اللہ کے رسول کے زمانہ کے یہود کو اس قصہ سے کچھ عبرت نہ تھی کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ توراۃ کے عہد کے موافق یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں کی فرمانبرداری اور پیروی کے پابند کئے گئے تھے۔ بجائے فرمانبرداری اور پیروی کے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ انہوں نے یہ برتاؤ کیا کہ اس وقت کے دمشق کے ستارہ پرست بادشاہ سے یہ کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص شاہی رعایا کو بادشاہ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کرتا ہے، بادشاہ یہ خبر سن کر بہت برہم ہوا۔ اور اپنے نائب کو جو قدس میں رہتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دینے کا اس نے حکم دیا یہ نائب یہود کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر اس مکان پر گیا جہاں عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور جس شخص کی شباہت اللہ تعالیٰ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام سے ملتی ہو گئی تھی اس کو ان لوگوں نے سولی پر چڑھا دیا، اس پر سلف کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی تھی وہ یہودی تھا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمانبرداروں میں سے تھا لیکن نسائی تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں جو معتبر سند سے عبد اللہ بن عباس کی روایت ہے اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ جس شخص

پر میری شباہت ڈالی لیجاکر میری جگہ اس کو سولی دیجاویگی۔ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پورے فرمانبرداروں میں تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہود نے یہ برتاؤ کیا کہ آپ پر اونہوں نے جادو کیا آپ کے کھانے میں زہر ملایا۔ بہت بڑا پتھر آپ پر ڈالنے کا ارادہ کیا۔ سورہ حدید میں صحیح مسلم کی عبداللہ بن مسعود کی روایت کے حوالہ سے آوے گا کہ مہاجرین آپس میں کچھ ہنسی دلگی کی باتیں کرنے لگے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید کی چند آیتیں نازل فرماکر صحابہ کو زیادہ ہنسنے سے منع فرمایا۔

صحیح بخاری ترمذی مسند امام احمد ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ اور ابوذر کی روایتیں ہیں جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا جس قدر اللہ کا خوف میرے دل میں ہے۔ اس کا حال اگر تم لوگوں کو معلوم ہوجاوے تو تم عورتوں اور بچوں میں رہنا چھوڑکر جنگل میں نکل جاؤ اور اپنا ہنسنا کم اور رونا زیادہ کردو ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کا خوف آدمی کے دل میں سمانے کی یہی نشانی ہے کہ آدمی کے دل سے دنیا کی الفت کا خیال جاتا رہتا ہے اور یہ معلوم ہوا کہ یہود کے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف جاتا رہا تھا اسواسطے وہ دنیا میں پھنس کر ایسی باتیں کرتے تھے جن کا ذکر اوپر گزرا۔

اسی مناسبت میں اللہ تعالیٰ نے اِسی سورۃ میں یہود کے دلوں کو پتھر سے بھی زیادہ سخت فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوف سے آدمی کا دل نرم ہوتا ہے اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بالکل نہیں رہا اس واسطے اُن کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ کے خوف سے بعضے پتھر شق ہو جاتے ہیں، اور ان میں سے پانی بہتا ہے، مگر ان کے دل کسی نصیحت سے ذرا بھی نہیں پسیجتے،

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۗ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے واسطے قوم اپنی کے پس کہا ہم نے مار ساتھ عصا اپنے کے پتھر کو پس پھوٹ نکلے اس میں سے

عَشْرَةَ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۗ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ

بارہ چشمے تحقیق جانا ہر آدمی نے گہاٹ اپنا کھاؤ اور پیو

وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

رزق اللہ کے سے اور مت پھرو بیچ زمین کے فساد کرتے

اوپر کی آیتوں میں یہ ذکر تھا کہ من سلویٰ کی غذا بند ہو جانے کا نقصان اور ستر ہزار آدمیوں کے ہلاک ہو جانے کا نقصان جو بنی اسرائیل کو پہنچا وہ بنی اسرائیل کی حکم عدولی کے وبال سے تھا اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ من سلویٰ کی غذا کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے پانی کا انتظام اس تیہ کے سوکھے جنگل میں کس طرح ہوا،

جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے پانی کے انتظام کی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جس لکڑی کے ذریعہ سے اے موسیٰ تم نے فرعون کے جادوگروں سے مقابلہ کیا تھا اور دریائے قلزم میں اُسی لکڑی کے مارنے سے سوکھا رستہ پیدا ہوا تھا اُسی اپنی لکڑی کو کسی پتھر پر مارو جس سے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے حساب سے بارہ چشمے پانی کے پیدا ہو جاوینگے۔

عرب کے قبائل اور بنی اسرائیل کے اسباط کے ایک ہی معنے ہیں۔
پھر فرمایا بنی اسرائیل سے یہ بات کہدینی چاہیئے کہ من سلویٰ کھائیں اور ان چشموں کا پانی پئیں۔ اور پہلے کی طرح کوئی حکم عدولی نہ کریں۔

جادوگروں کا اور دریائے قلزم کا پورا قصہ تو سورہ الشعرا میں آوے گا مگر ان دو قصوں کا حاصل یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکڑی کے سانپ بن جانے کا معجزہ فرعون کو دکھایا تو فرعون نے اپنی عملداری کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے موسےٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرایا۔ ان جادوگروں نے اپنی رسّیاں اور لکڑیاں جو زمین پر ڈالیں تو جادو کے زور سے وہ رسّیاں اور لکڑیاں بڑے بڑے سانپ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی لکڑی زمین پر ڈالی تو وہ ایک بہت بڑا سانپ بنا اور ان جادو کے سب سانپوں کو نگل گیا۔ اور اس مقابلہ میں موسےٰ علیہ السلام غالب آئے۔

قلزم کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لیجا کر شام کے ملک میں آباد کرو۔ اس حکم کے موافق چھ لاکھ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر ایک رات موسےٰ علیہ السلام مصر سے نکلے فرعون کو جب یہ خبر پہونچی کہ بنی اسرائیل بلا حکم مصر سے چلے گئے تو اُسکو بہت غصہ آیا اور سولہ لاکھ کا لشکر ساتھ لیکر اُسنے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا جب دریائے قلزم کے قریب فرعون اور اُس کا لشکر بنی اسرائیل سے تھوڑے فاصلہ پر رہ گئے تو اللہ تعالے نے موسےٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لکڑی دریا کے پانی پر مارو لکڑی کے مارتے ہی دریا میں بارہ راستہ ہوگئے۔ موسیٰ علیہ السلام تو مع بنی اسرائیل کے ان سوکھے رستوں سے دریا پار ہوگئے۔ فرعون اور اُس کے لشکر نے بھی ان سوکھے راستوں سے دریا کے پار جانے کا ارادہ کیا اور جب یہ سب بیچ دریا میں پہنچے تو اللہ تعالے کے حکم سے دریا کا پانی ملکر ایک پاٹ ہوگیا اور یہ سب سولہ لاکھ آدمی ڈوب کر ہلاک ہوگئے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کو محرم کی دسویں تاریخ روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ اس کا سبب دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اسی تاریخ فرعون اور اس کا لشکر ڈوب کر ہلاک ہوا تھا اور اسکے شکریہ میں موسےٰ علیہ السلام نے اس روز اس روزہ کو رکھا تھا اس لیئے

یہود بھی آج کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ یہ حال سُنکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا۔ اِس حدیث سے فرعون اور اُسکے لشکر کے ڈوبنے کی تاریخ اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کے تید کے جنگل میں پانی کے بارہ چشموں کے جاری ہو جانے سے اور قلزم میں بارہ سوکھے رستوں کے پیدا ہو جانے سے اللہ تعالےٰ کی عجب قدرت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ایک ہی لکڑی کے ذریعہ سے ایسی دو باتوں کا ظہور ہوا جن میں ایکدوسرے کی بالکل ضد ہے۔ ایک جگہہ اس لکڑی کے مارنے سے قلزم کا پانی بارہ جگہہ سے سوکھ گیا اور دوسری جگہہ اس لکڑی کے مارنے سے پانی کے ایسے بارہ چشمے پیدا ہو گئے جس کا پانی چھہ لاکھ آدمیوں اور اُن کے جانوروں کو کافی ہو گیا۔ اِس سورۃ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا صلح حدیبیہ کے نام کا ایک قصّہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال ذیقعدہ کے مہینہ میں چودہ سو صحابہ کو ساتھہ لیکر عمرہ کے ارادہ سے مکّہ کا سفر کیا اور جب مکّہ کے قریب ایک جگہہ جو حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے وہاں اس لشکرِ اسلام کا پڑاؤ ہوا تو مشرکین مکّہ نے وہاں آن کر آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا آخر صلح اِس بات پر ہوئی کہ اِس سال تو بغیر عمرہ کے آپ مدینہ کو واپس جاویں۔ آیندہ سال آکر آپ عمرہ کر سکتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

حدیبیہ کے پڑاؤ کے زمانہ میں مسلمانوں کو جب پانی کی بڑی تکلیف ہوئی تو ہم لوگوں نے جاکر اُسکی شکایت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کی جسوقت ہم نے یہ شکایت کی اُس وقت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے۔ آپ نے ہماری شکایت سُنکر وضو کے برتن میں اپنی انگلیاں ڈالدیں اور فوراً آپکی اُنگلیوں سے ایسا چشمہ پانی کا جاری ہوا کہ ہم کو اور ہمارے جانوروں کو کافی ہوگیا۔ اِس روایت کے وقت کسی شخص نے جابرؓ سے پوچھا کہ اس پانی کے نکلنے کے وقت تم کتنے آدمی تھے۔ حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ ہم تو چودہ پندرہ سو آدمی تھے مگر وہ پانی تو اِس کثرت سے نکلا تھا کہ اگر ہم لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوجاتا۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح پتھر سے پانی نکلنے کا معجزہ موسے علیہ السلام سے ظاہر ہوا اُسی طرح کا معجزہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہوا۔ کہ آپ کی انگلیوں سے ضرورت سے بڑھ کر پانی نکلا۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ

اور جب کہا تم نے اے موسےؑ ہرگز نہ صبر کریں گے ہم اوپر کھانے ایک کے پس مانگ واسطے ہمارے پروردگار

يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا

اپنے سے نکالے واسطے ہمارے اس چیز سے کہ اگاتی ہے زمین ساگ اُسکے سے اور ککڑی اُسکی سے اور گیہوں اُسکی سے اور مسور اُسکے سے

وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ ھُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ ھُوَ خَيْرٌ ۭ اِھْبِطُوْا

اور پیاز اُسکے سے کہا کیا بدلتے ہو وہ چیز جو وہ ناقص ہے بدلے اس چیز کے کہ وہ بہتر ہے اُترو کسی شہر میں

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ

پس تحقیق واسطے تمہارے ہے جو مانگا تم نے اور ماری گئی اوپر اُن کے ذلت اور فقیری اور پھر آئے ساتھ غصے کے

مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

اللہ سے۔ یہ اس واسطے ہے کہ تھے کفر کرتے ساتھ نشانیوں اللہ کے اور مار ڈالتے تھے پیغمبروں کو ناحق

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور تھے حد سے نکل جاتے

بنی اسرائیل نے موسٰے علیہ السلام سے شکایت کی کہ یہہ من سلوے ایک کھانا کھاتے کھاتے اب تو ایسا دل گھبرا گیا ہے کہ ہم اس کھانے کو صبر قناعت سے بیٹھکر نہیں کھا سکتے۔ آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اپنی قدرت سے اس جنگل میں گیہوں مسور ترکاریاں پیاز ایسی چیزیں پیدا کر دے تاکہ ہم وہ چیزیں صبر و قناعت سے بیٹھکر کھاویں۔ موسٰے علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اس شکایت کا اتنا ہی جواب دیا کہ من سلوے اعلیٰ درجہ کا کھانا ہے اس کے بدلہ میں ادنےٰ درجہ کی چیزوں کی خواہش کرتے ہو یہ ایک طرح کی ناشکری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی اس شکایت کا یہ جواب دیا کہ قید کی مدت میں تو یہ لوگ کسی شہر میں نہیں جا سکتے قید کی مدت کے بعد جس شہر میں یہ لوگ جاوینگے ان کی خواہش کی سب چیزیں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ شہر میں جانے اور بسنے کے بعد اُن میں اور اُن کی اولاد میں ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ کے

حکموں کو نہ مانیں گے جو بنی اُن کو توراۃ کی آیتوں کا پابند کرنا چاہیں گے یہہ
لوگ اُن نبیوں کو قتل کرینگے۔ سوا اِسکے اور طرح طرح کی نافرمانیاں
اُن سے ظہور میں آویں گی۔ ان باتوں کی سزا میں یہ لوگ ذلیل اور محتاج اور
اللہ کے غصے میں گرفتار ہوں گے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ جتنی باتیں
اللہ تعالےٰ نے اِس آیت میں ذکر فرمائی تھیں وہ سب یہود میں پائی گئیں۔ مثلاً یہ
جو فرمایا تھا کہ ان میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو اللہ کے حکموں کو نہ مانیں گے اسکی مثال کا
قصہ اسی سورۃ میں موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ میں اوس خزرج دو بڑے
قبیلے رہتے تھے۔ اسلام سے پہلے اِن دونوں قبیلوں میں سخت عداوت تھی۔
مدینہ کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ رہتے
تھے۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر عرب کے خزرج قبیلے کے دوست تھے اور بنی قریظہ
اوس قبیلہ کے دوست تھے۔ قدیمی عداوت کے سبب سے جب اوس اور خزرج
میں لڑائی ہوتی تو یہود بھی اپنے اپنے دوست عرب کے قبیلہ کی مدد کرتے جس سے
ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھ سے دوسری طرف کے یہودی مارے جاتے۔
اور اگر ایک طرف کے یہودی دوسری طرف گرفتار ہو جاتے تو توراۃ کے حکم کے
موافق چھوڑوائی کی رقم دیکر ایک طرف کے یہودی دوسری طرف کے یہودیوں سے
ایسے قیدیوں سے چھڑا لیتے اِسی سورۃ کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو
یوں قائل کیا کہ توراۃ میں جس طرح ایک یہودی کا دوسرے قیدی یہودی کو چھڑوائی

دیکر چھڑانے کا حکم ہے اُسیطرح یہودیوں کو آپسمیں لڑائی نہ کرنے کا حسکم ہے
پھر توراۃ کی بعضی آیتوں کے حکم کو ماننا اور بعضی آیتوں کے حکم کو نہ ماننا یہ توراۃ کی
کیسی پابندی ہے۔ یہ جو فرمایا تھا کہ جو نبی ان لوگوں کو توراۃ کی آیتوں کا پابند کرنا
چاہیں گے یہ لوگ اُن نبیوں کو قتل کرینگے۔ اِسکی مثال حدیث شعیا و زکریا یحیٰی
کا قتل ہے جس کا ذکر مختصر طور پر کئی جگہ قرآن میں ہے۔ یہ جو فرمایا کہ اور
طرح طرح کی نافرمانیاں اِس سے ظہور میں آویں گی۔ اسکی مثال میں یہ دو نافرمانیاں
کافی ہیں۔ کہ اُنھوں نے توراہ کے اتنے بڑے عہد کو نہ ما۔ اور عیسےٰ علیہ السلام
اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں کی نافرمانی کی۔ جس سے یہ لوگ
توراۃ کے بھی منکر ٹھہرے۔ توراۃ کے انکار کا ایک اور قصہ سورۃ النساء میں ہے
جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہ لوگ خندق کی لڑائی کی قریش کو رغبت دلانے
کے لیئے مکہ کو گئے اُسوقت قریش نے حی بن اخطب اور کعب بن اشرف یہود کے سرداروں سے
پوچھا کہ تم اہل کتاب ہو بھلا یہ تو بتلاؤ کہ ہم لوگ حق پر ہیں یا محمد اور اُن کے ساتھی
حق پر ہیں۔ اُس وقت یہود کی یہ غرض قریش سے متعلق تھی کہ کسی طرح قریش کو بہلاکر
خندق کی لڑائی پر آمادہ کیا جاوے۔ اِس لیئے ان یہودیوں کے سرداروں نے کہا
کہ تمہارا دین اچھا ہے۔ قریش نے کہا ہم کو تمہاری باتوں پر اس وقت تک بھروسہ
نہیں ہے جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہ کرلو۔ اُسپر اپنی غرض کو پورا کرنے کے
لیئے یہود کے دونوں سرداروں نے اہلِ مکہ کے بتوں کو سجدہ بھی کرلیا اور اِن

دونوں سرداروں کی مذمت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء میں فرمایا۔
ان لوگوں کی بے ایمانی دیکھنے کے قابل ہے کہ انہوں نے اہل کتاب ہو کر شرک کو
توحید سے اچھا بتایا اور بتوں کو سجدہ کر کے پورے مشرک بن گئے۔

یہود کی ذلت اور محتاجی کی پیشین گوئی کا ظہور تو ظاہر ہے کہ کسی سرزمین پر
اس قوم کی حکومت نہیں۔ جہاں ہیں دوسری قوم کی نظروں میں ذلیل اور اکثر
باتوں میں دوسری قوم کے محتاج۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عمرو بن عوف انصاری کی ایک بڑی روایتہ ہے جسمیں
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجکو اپنی اُمت کی تنگدستی کے زمانہ کا
کچھ خوف نہیں بلکہ مجکو یہ خوف ہے کہ جب اُن کو پچھلی اُمتوں کی طرح فارغ البالی
ہو جاوے گی تو اُن میں طرح طرح کے فساد پیدا ہو جاوینگے۔ حضرت عثمان رضؓ کے
زمانہ سے آج تک اس حدیث کی پیشین گوئی کے موافق فارغ البالی کے سبب سے
مسلمانوں میں جو فساد پڑے اُن کے بیان کرنے کے لئے تو دفتر کے دفتر کافی نہیں
تاریخ الخلفاء کے دیکھنے سے اُن فسادوں کا کچھ حال معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن آنکھوں
کے سامنے حدیث کی پیشین گوئی کا جو ظہور ہے وہ یہ ہے کہ فارغ البالی اور دینداری
میں صبح و شام کا فرق پیدا ہو گیا ہے۔

فارغ البال لوگوں کی شادی غمی کی رسمیں شریعت سے کوسوں دور ہیں۔
غیبت چغلخوری مجلسوں کا عام شیوہ ٹھیر گیا ہی ایسے فساد کے زمانہ میں جس کا

ایمان قائم رہے وہ بڑا خوش نصیب ہی۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا اور اُٹھایا ہم نے اوپر تمہارے پہاڑ کو پکڑو جو کچھ دیا ہم نے تم کو

بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

زور سے اور یاد کرو جو کچھ بیچ اُسکے ہے تو کہ تم بچو پھر پھر گئے تم پیچھے اُس کے

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

پس اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اوپر تمہارے اور رحمت اُسکی البتہ ہوجاتے تم زیان پانے والوں سے

فرعون کے ہلاک ہوجانے کے بعد پہلے تو بنی اسرائیل نے موسے علیہ السلام سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر اللہ تعالے کی طرف سے کچھ احکام عبادت کے طریقے تبلانے کے لیئے ہم پر نازل ہوجاویں تو اپنے دشمن فرعون سے نجات پانے کے شکریہ میں اُن احکام کے موافق ہم خوب دل لگاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرینگے۔

جب توراۃ نازل ہوئی تو کہنے لگے یہ احکام تو بہت سخت ہیں ان کے موافق ہم سے عمل نہیں ہوسکتا اسپر اللہ تعالے کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے ایک پہاڑ جڑ سے اُکھیڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر اُس کا سایہ ڈالا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگ توراۃ کے احکام کے موافق عمل کرنے سے انکار کروگے تو یہ پہاڑ تمہارے اوپر پٹخ دیا جائے گا حضرت جبرئیل کے ڈرانے سے آدھے جہتر سے

پہاڑ کی طرف دیکھتے رہے۔ اب بھی یہود میں اِسیطرح کے آدھے چہرہ کے سجدہ کا رواج ہے۔ اِس آیت میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو یہ بات یاد دلائی گئی ہے۔ کہ جب توراۃ پر عمل کرنے کا عہد انکے بڑوں سے لیا جا چکا ہے اس توراۃ میں عیسے علیہ السلام اور نبی آخر الزماں کی فرماں برداری کا عہد موجود ہے۔ اِس عہد کے برخلاف عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں جن لوگوں نے عمل کیا اور جو لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمل کر رہے ہیں اس کا وبال ایک دن اُن لوگوں پر پڑنے والا ہے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ مدینہ کے اطراف میں جو یہود کے تین قبیلے رہتے تھے اُن کے وبال کا حال ایک جگہ اوپر گزر چکا ہے کہ اُن میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر جلاوطن کیئے گئے۔ اور بنی قریظہ قتل ہو گئے۔ یہود سے یہہ عہد جو لیا گیا ہے جس کا ذکر اِس آیت میں ہے یہ عہد اُس عہد کے علاوہ ہی جو تمام بنی آدم سے توحید پر قایم رہنے اور شرک سے بچنے کا عالم ارواح میں لیا گیا ہے جس کا ذکر سورۃ الاعراف میں اور صحیح بخاری و مسلم کی انس رضہ بن مالک کی روایت میں تفصیل سے ہے۔ اِس عہد کے یاد دلانے کے لیئے انبیا آئے ہیں۔ آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ اِس عہد کے لینے میں یہ حکمت ہی کہ جو بچے ایسی چھوٹی عمر میں مر جاوینگے جن کو آسمانی کتاب اور رسول وقت کی یاد الہٰی سے ہدایت کے پانے کا موقع نہیں ملا تو اُن کے لیئے قیامت کے

دن یہی عالم ارواح کی توحید کافی ہو جاوے گی۔ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد
اس عالم ارواح کے بھول جانے اور انبیا کے اُس کے یاد دلانے میں یہ حکمت
ہے کہ جس حالت میں دنیا آسمانی کتابوں اور رسولوں پر اختیاری ایمان
لانے کے لیئے پیدا کی گئی ہے تو اُس عالمِ ارواح کے عہد کا خوف دل میں باقی
رہنے کی صورت میں یہ اختیاری حالت جاتی رہتی جس طرح موت کے فرشتوں
کے نظر آ جانے کے بعد اُن کے خوف سے جو منکر اسلام لاوینگے یا گنہگار لوگ
توبہ کریں گے تو اُنکا اسلام یا توبہ کچھ قبول نہیں جس کا ذکر سورۃ النساء
میں تفصیل سے ہے۔ یا جس طرح فرعون نے ڈوبتے وقت شریعتِ موسوی پر
ایمان لانا چاہا لیکن اُس کا وہ خوف کے وقت کا ایمان قبول نہ ہوا جس کا ذکر
سورہ یونس میں ہے۔ سورہ یٰسین میں آوے گا کہ جب قیامت کے دن دوزخی
لوگوں کے بڑے بڑے گروہ دوزخ میں جانے لگیں گے تو اللہ تعالےٰ اُن سے
پوچھے گا کہ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم خالص اللہ کی
عبادت کرنا۔ شیطان کے بہکاوے میں آن کر دوزخ کے کام نہ کرنا۔ یہ وہی عہد
ہے جو عالم ارواح میں لیا گیا اور دُنیا میں اِس عہد کی یاد دہی کے لئے انبیاءؑ
آئے۔ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ شیطان کے بہکاوے کا جو سورۃ یٰس میں
ذکر ہے اُسکی تفصیل سورۃ الاعراف میں ہے۔ کہ شیطان انسان کا ایسا چھپا ہوا
دشمن ہے کہ وہ اور اُسکے شیاطین انسان کو ہر حال میں دیکھتے ہیں اور انسان

اُن کو نہیں دیکھ سکتا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان آدمی کے جسم میں خون کی طرح پھرتا ہے۔ معتبر سند سے ترمذی نسائی صحیح ابن حبان صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں حارثؓ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے اللہ کے ذکر کے شیطان کے بہکانے سے اور کوئی چیز انسان کو نہیں بچا سکتی۔ سورۃ الاعراف کی آیتوں اور انسؓ بن مالک اور حارثؓ اشعری کی روایتوں کے ملانے سے یہ مطلب نکلا کہ اگرچہ شیطان انسان کا بڑا قوی چھپا ہوا دشمن ہے لیکن جو شخص اللہ کے ذکر میں مشغول رہیگا اُسپر شیطان کا قابو نہیں چلنے کا۔ اِس لیئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے اللہ تعالے کے ذکر میں کثرت سے مصروف رہ کر شیطان کے غلبہ سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ

اور جب کہا موسٰے نے واسطے قوم اپنی کے کہ تحقیق اللہ حکم کرتا ہے تم کو یہ کہ ذبح کرو تم ایک بیل کو

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝

کہا انہوں نے کیا پکڑتا ہے تو ہم کو ٹھٹھا کہا پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ اللہ کے یہ کہ ہوں میں جاہلوں سے

سلف کی تفسیروں میں یہ قصہ مختلف لفظوں سے نقل کیا گیا ہے۔ مگر تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن عباس کی روایت سے جو قصہ ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں

ایک شخص بڑا مالدار تھا اُسکی اولاد میں کوئی نہیں تھا فقط اُس کا ایک بھتیجا غریب سا تھا۔ اس مالدار شخص سکے مرنے کے بعد بھی اُس کا بھتیجا اُس مالدار شخص کا وارث ٹھہرتا تھا۔ مال کے جلدی سے ہاتھ آجانے کے لالچ سے اُس مالدار شخص کے بھتیجے نے موقع پاکر اپنے اُس مالدار چچا کو مار ڈالا اور پاس کے ایک گاؤں کے دروازہ پر لاش ڈالدی اور پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس آن کر اپنے چچا کے خون کا دعوے کیا۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے ایک گائے کے ذبح کرنے اور اُس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اُس مقتول شخص کے جسم پر مارنے کا حکم دیا۔ پہلے تو بنی اسرائیل نے یہ سمجھا کہ گائے کے ذبح کرنے کا اور اُس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اُس مقتول کے جسم پر مارنے کا ذکر موسیٰ علیہ السلام نے دل لگی سے کیا ہے۔ کیونکہ مقتول شخص کے قاتل کا حال دریافت کرنے اور اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اُس مقتول شخص کے جسم پر مارنے میں کچھہ تعلق نہیں پایا جاتا۔ لیکن بنی اسرائیل کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے تو اُنہوں نے بڑے جھگڑے اس گائے کی صفتوں کے پوچھنے میں نکالے۔ جس سے وہ گائے خاص صفتوں کی ایک گائے ہو گئی۔ آخر ان صفتوں کی ایک گائے ملی اور وہ ذبح کی گئی اور اُسکے گوشت کا ایک ٹکڑا اُس مقتول کے جسم پر مارا گیا جس سے تھوڑی سی دیر کے لیئے وہ مقتول شخص زندہ ہوا اور اُسنے اپنے بھتیجے کو اپنا قاتل بتلایا اور پھر مر گیا۔

صحیح سند سے تفسیر ابن جریر میں عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہود کے

جھگڑوں سے یہ گائے خاص صفت کی ایک گائے ہوگئی۔ اگر بغیر اُن جھگڑوں کے
یہ لوگ ایک معمولی گائے ذبح کر لیتے تو کافی ہو جاتی۔ اُصول حدیث کی کتابوں میں ہے۔
کہ صحابہ کا اِس طرح کا قول اللہ تعالےٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث
کی برابر ہے کیونکہ صحابہ کے ایسے قولوں میں اُن کی رائے کا کچھ دخل نہیں ہے۔
اِس لیئے ایسے قولوں میں وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے
سنکر کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو یہ قصّہ اِس
واسطے یاد دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اِس قصّے میں جس طرح پہلے چھپے ہوئے
قاتل کو ظاہر کرا دیا وہ توراۃ کی چھپی ہوئی نبیِ آخر الزماں کی اُن نشانیوں کو ظاہر
کرا دینے پر قادر ہے جن کو ان یہود نے چھپا ڈالا ہے۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک کی ایک روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے گھر کے سامنے سے
گزرے جو توراۃ پڑھ رہا تھا اور اُس کا ایک جوان خوبصورت لڑکا جان کنی
کی حالت میں وہاں لیٹا ہوا تھا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس
یہودی سے کہا کہ تجھکو توراۃ کے نازل کرنے والے کی قسم دیکر پوچھا جاتا ہے تو
سچ سچ یہ بات بتلادے کہ توراہ میں میری صفت اور میرے رسول ہونیکا
ذکر ہے۔ اُس یہودی نے گردن ہلا کر کہا کہ نہیں۔ مگر اُس کے بیٹے نے جو
جان کنی کی حالت میں تھا قسم کھا کر کہا کہ بلاشک توراۃ کی نشانیوں کے موافق

آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس لڑکے کے باپ کو اُس لڑکے کے پاس سے اُٹھوا دیا اور آپ وہاں ٹھیرے رہے جب وہ لڑکا مر گیا تو آپ نے اُسکے کفن دفن کا انتظام کیا۔

اِس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہو کہ توراۃ میں بنی آخر الزماں کی نشانیاں ایسی صاف صاف تھیں کہ اُن کو یہود کا بچّہ بچّہ جانتا تھا لیکن علمائے یہود نے اُن نشانیوں کو فقط اس جلن سے چھپا ڈالا تھا کہ بنی آخر الزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ بنی اسرائیل کی یہ جلن ایک بہت بڑی نادانی تھی۔ کیونکہ ان کو خوب معلوم تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں کی نسل میں نبوت کے چلنے کی دعا کی تھی۔ جس کے ایک جزو کے اثر سے اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ایک مدت تک نبوت چلی اب اگر بنی آخر الزماں بھی اُن نادان یہود کی خواہش کے موافق بنی اسرائیل میں ہی پیدا ہوتے تو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ایک جزو رائیگاں جاتا اور یہ اللہ تعالےٰ کو منظور نہ تھا۔ اِس لیئے بنی آخر الزماں بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے چنانچہ اس کا ذکر حسن اللقاء میں تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔ اسمٰعیلؑ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

اور البتہ تحقیق جانتے ہو تم ان لوگوں کو حد سے نکل گئے تم میں سے بیچ سنیچر کے پس کہا ہمنے انکو

قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

ہوجاؤ تم بندر ذلیل پس کہا ہمنے اس قصے کو ہدایت واسطے انکے جو آگے انکے تھے اور جو پیچھے انکے تھے اور نصیحت واسطے پرہیزگاروں کے

اوپر کی آیتوں میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو اُنکے بڑوں کی ایک حالت جتلائی گئی تھی۔ اس آیت میں ایک اور حالت جتلائی گئی ہے۔ اِس آیت میں جو قصّہ ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ دریا کے کنارے ایک بستی ایلہ نام کی تھی جس میں کچھ یہود داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں رہتے تھے۔ ہفتہ کے دن یہود کو سوائے عبادت کے اور سب کام حرام ہیں۔ اِس لیئے اُن یہود کو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنی حرام تھیں۔ اِس لیئے اُن کی یہ آزمائش کی گئی کہ ہفتہ کے دن کثرت سے مچھلیاں پانی پر آجایا کرتی تھیں۔ اور سوائے ہفتہ کے دن اور دنوں میں اِس قدر مچھلیاں پانی پر نہیں آتی تھیں۔ ان لوگوں نے زیادہ مچھلیاں پکڑنے کی غرض سے یہ حیلہ کیا کہ دریا کے کنارہ سے دور تک ایک بڑی نالی نہر کی طرح کی کھود دی تاکہ ہفتہ کے دن جو مچھلیاں کثرت سے آویں وہ پانی کے ریلے کے ساتھ اُس نالے میں آجاویں اور نالی کی گہرائی اور پانی کی کمی کے سبب سے پھر وہ نالی میں کی مچھلیاں دریا میں نہ جا سکیں۔ غرض اِس حیلہ سے یہ لوگ کچھ عرصہ تک ہفتہ کے دن کی نالی میں کی مچھلیاں اتوار کے دن پکڑ لیا کرتے۔ اللہ تعالےٰ کو ان لوگوں کے اس حیلہ پر غصہ آیا اور آخر یہ لوگ بندر ہوگئے۔ اس سورۃ میں یہ قصہ مختصر طور پر ہے سورۃ المائدہ میں ہے

کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ تو بندر ہو گئے تھے اور کچھ لوگ سُور۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ ان میں کے جوان تو بندر ہو گئے تھے اور بُڈھے سور ہو گئے تھے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساٹھ برس کی عمر ہو جانے کے بعد کسی شخص کا کم عمری کے سبب سے شریعت کی باتوں کے انجانے کا عذر قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو قبول نہ ہوگا۔

اِس حدیث سے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی یوں تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الاعراف کی آیتوں میں ہے کہ ان ایلہ کے رہنے والے یہودیں تین گروہ تھے۔ ایک تو وہ گروہ تھا جو حیلہ سے مچھلیاں پکڑنے والوں کو........ باز آنے کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ دوسرا گروہ چپ چاپ تھا۔ تیسرا گروہ حیلہ سے مچھلیاں پکڑنے والوں کا تھا۔ اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ بُڈھوں کو نصیحت کرنے والے گروہ کی نصیحت کے سُننے کا زیادہ موقع ملا۔ اس پر بھی جب وہ اپنی حیلہ سازی سے باز نہیں آئے تو وہ زیادہ نافرمان قرار پاکر سُور ہو گئے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ یہود کو غارت کرے کہ انپر جب مردہ جانوروں کی چربی حرام ہوئی تو اُنھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ چربی کو گھلا کر تیل کی طرح اُسکی خرید و فروخت جاری کر دی۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود نے جس طرح ہفتہ کے دن مچھلیوں کے

پکڑنے کا حیلہ نکالا تھا اُسی طرح مردہ جانوروں کی چربی کو حلال ٹھہرانے کا حیلہ نکالا تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حرام چیز کو کسی حیلہ سے حلال ٹھہرانا جائز نہیں ہے۔

سورۂ آلِ عمران میں یہود کے ایک اور حیلہ کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خیبر کے یہود میں سے بارہ شخصوں نے یہ حیلہ کیا کہ ایک دن صبح کو حیلہ کے طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ پڑھی۔ پھر تیسرے پہر کو مرتد ہو گئے۔ اِس حیلہ سے اُن لوگوں کا یہ مطلب تھا کہ نئے مُسلمان یہ خیال کریں کہ اِس دین محمدی میں کچھ عیب ضرور ہے کہ اہلِ کتاب مسلمان ہو کر پھر اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران میں یہود کے اِس حیلہ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ اے اللہ کے رسول تم ان حیلہ ساز یہود سے کہدو کہ تمہاری ان حیلہ سازیوں سے کچھ نہیں ہو سکتا تم چاہو کہ اپنی ان حیلہ سازیوں سے اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو روک دو تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ہدایت سے اسلام دن بدن بڑھتا گیا۔ اور یہود خوار و ذلیل ہوتے گئے۔ ہر چند اُنھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اوصاف کو جو تورات میں درج ہیں چھپایا۔ ان پڑھ یہود کو غیر دین کی باتوں کے ماننے سے روکا مگر اللہ سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ آخر ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔ یہود کے علماء یہ فریب بھی کیا کرتے تھے کہ اپنے جاہل

لوگوں کے بعضے مقدمات اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ کے پاس فیصلہ کے لیئے بھیج دیتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ آنحضرت کو توراۃ کے مسئلے تو معلوم نہیں۔ ہمارا عملدرآمد پوچھکر اُسی کے موافق ان مقدموں کا فیصلہ کریں گے۔ جس سے ہمارے عملدرآمد کا اعتبار جاہلوں میں بڑھ جاوے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ اُنہوں نے اِس فریب سے خیبر کے بیاہے ہوئے مرد اور عورت کا مقدمہ فیصلہ کے لیئے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور دریافت سے معلوم ہوا کہ یہود کے علما اِس مقدمہ میں مرد عورت کو کوڑے مارنے اور کالا مُنہ کر کے بستی میں پھرا دینے کا فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر فرمایا کہ علمائے یہود کا یہ فیصلہ توراہ کے خلاف ہے توراۃ میں ایسے مرد اور عورت کو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ علمائے یہود نے کہا توراۃ میں یہ حکم ہرگز نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا توراۃ لاؤ۔ جب توراۃ لائی گئی تو اُس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب سنگسار کرنے کا حکم نکلا۔ صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ رضہ بن عمر کی روایۃ میں یہ قصہ تفصیل سے ہی۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ط قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ

اور کہتے ہیں ہرگز نہ لگے گی ہم کو آگ مگر دن گنے ہوئے کہ کیا لیا ہے تمنے نزدیک اللہ تعہ کے قول

عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

پس ہرگز نہ خلاف کرے گا اللہ تعہ عہد اپنے کو یا کہتے ہو اوپر اللہ کے جو نہیں جانتے ہو تم۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ہاں جو کوئی کماوے بُرائی اور گھیریں اُسکو خطائیں اُسکی پس یہ لوگ رہنے والے ہیں آگ کے وہ بیچ اُسکے ہمیشہ رہنے والے ہیں

ملائے یہود میں یہ دو باتیں زیادہ مشہور تھیں اُن میں کی ایک تو یہ تھی کہ دُنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے۔ اگر ہم کو عذاب ہوا بھی تو فی ہزار سال ایک دن کا عذاب ہوگا۔ اور آٹھویں دن ہم سب جنت میں چلے جائیں گے۔ دوسری بات یہ تھی کہ اگر سات دن سے بڑھکر ہم عذاب ہوا بھی تو چالیس دن سے بڑھکر کسی طرح نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مدت ہے جس میں ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی سکم شہرت سے تیسری یہ بات بھی اُن کی زبان پر تھی کہ دوزخ کے مُنہ کی چوڑائی چالیس برس کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر ہم کو عذاب ہوا تو اس مدت تک ہوگا۔ یہ باتیں ان لوگوں کی گھڑی ہوئی تھیں۔ توراۃ میں ان باتوں کا کہیں پتہ و نشان نہ تھا۔ اسواسطے اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں میں اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تم ان یہود کے جھوٹے علما سے دریافت کرو کہ ان کے پاس ان جھوٹی باتوں کی کیا سند ہے اگر یہ لوگ اپنی جھوٹی باتوں کی کچھ سند نہ بتلادیں تو عالم کہلا کر ایسی جھوٹی باتیں کرنیکا وبال ان پر جُدا پڑے گا۔ اور ان کو عالم جان کر ان کی جھوٹی باتوں سے ان کی قوم کے جاہل لوگ جو بہکے ہیں اُس کا خمیازہ اُن کو جُدا بھگتنا پڑے گا۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص دین کے کام میں جھوٹی باتوں سے کسی کو بہکاوے گا اُسکو قیامت کے

دن دوہری سزا دیجائے گی۔ بھٹکنے کی جدا اور انجان لوگوں کے بھکانے کی جدا۔

اِس حدیث سے علمائے یہود کی دوہری سزا کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قصہ کی جو حدیث ہی جس میں جبریل علیہ السلام نے ایک سائل کی صورت بنکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے سب رسولوں اور آسمانی کتابوں کے یقین کو ایمان کہتے ہیں۔ اللہ پر ایمان لانیکا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ یہ لوگ عُزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اِس لیئے وحدہٗ لاشریک کے یہ لوگ قائل نہیں ہیں۔ جبریل علیہ السلام کو یہ لوگ اپنا دشمن تبلاتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ لوگ رسول اور انجیل اور قرآن کو کتاب آسمانی نہیں جانتے۔ توراہ میں انجیل اور قرآن کی صداقت جب موجود ہے تو گویا یہ لوگ توراۃ کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ یہ تو ان کے ایمان کا حال ہے۔ عملوں کا حال اوپر گذرا کہ دین میں جھوٹی باتیں گھڑ کر خود بھی بھٹکتے ہیں اور اپنی قوم کے انجان لوگوں کو بھی بہکاتے ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں معاذ بن جبل سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق اُسکے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں

کسی کو شریک نہ کریں۔ اللہ کی عبادت کے معنے یہ ہیں کہ انسان اللہ کو وحدہٗ لاشریک
جانے اور اللہ کے سب رسولوں کو سچا یقین کرے اور کتب آسمانی میں جو احکام
اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائے اُن کے موافق عمل کرے۔ اب اللہ کے اُس
حق کے ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن
اپنے ایسے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچا کر اُن کو جنت میں داخل کرے
یہود کے اوپر کے حال کو اس حدیث سے ملانے کے بعد یہ مطلب اچھی طرح
سمجھ میں آجاتا ہے کہ جب ان لوگوں نے ایمان میں عمل میں کسی بات میں وہ حق
ادا نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کے ذمہ تھا تو اللہ تعالےٰ سے اُن کا
جنت میں جانے کا عہد لینا تو درکنار اُنہوں نے اپنی باتوں سے جنت میں جانیکے
اپنے حق کو بالکل کھو دیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے جو روایتیں
ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جب قیامت کے دن مومن گنہگار پلصراط سے کٹ کٹکر
دوزخ میں گر پڑینگے تو فرشتوں انبیاء اور نیک عمل مسلمانوں کی شفاعت سے
بہت سے گنہگار دوزخ سے نکلکر جنت میں چلے جاوینگے تو آخر کو اللہ تعالےٰ
فرماویگا فرشتے انبیا نیک عمل والے لوگ یہ سب تو شفاعت کرچکے اب ارحم الراحمین
باقی ہے یہ فرماکر ایسے گنہگاروں کی ایک لپ بھر کر دوزخ سے نکالکر جنت میں ڈالدیگا
جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا اور اُن کے نیک عمل کچھ بھی نہ ہونگے
من کسب سیئۃ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس نے سیئۃ کے معنے شرک کے

جو کئے ہیں وہ ان صحیح روایتوں کے موافق نہیں۔ کیونکہ آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قابل ہیں۔ صحیح روایتوں سے آیتہ کی صحیح تفسیر یہ قرار پاتی ہے کہ دوزخ میں وہی مشرک لوگ ہمیشہ رہنے کے قابل ہونگے جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ کیونکہ جن گنہگاروں کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا فرشتوں انبیاء اور نیک عمل لوگوں کی شفاعت کے بعد ایسے گنہگاروں کو خود اللہ تعالےٰ دوزخ سے نکالکر جنت میں داخل کرے گا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ

اور جب لیا ہم نے قول بنی اسرائیل کا نہ عبادت کرو تم مگر اللہ کی اور ساتھ ماں باپ کے

إِحْسَانًا وَذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ

احسان کرنا اور قرابت والے سے اور یتیموں سے اور فقیروں سے اور کہو واسطے لوگوں کے بھلائی اور قائم رکھو نماز کو

وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝

اور دو زکوٰۃ پھر پھر گئے تم مگر تھوڑے تم میں سے اور تم مُنہ پھیرنے والے ہو۔

یہ ذکر تو اوپر گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے سر پر پہاڑ کھڑا کرکے اُن سے توراۃ کے احکام پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو ان کے بڑوں کا وہ عہد یاد دلا کر اللہ تعالےٰ نے ان آیتوں میں توراۃ کے آٹھ حکم کا ذکر فرمایا جس میں پہلا حکم اللہ کی وحدانیت کا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو وحدہ

لا شریک لہٗ جاننا اور اُسکی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا۔ یہ حکم اللہ تعالےٰ نے ہر ایک رسول کی اُمت کو دیا ہے جس کا ذکر سورۂ نحل میں تفصیل سے آوے گا۔

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے معاذؓ بن جبل کی روایتہ ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق اُس کے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی ذات اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اللہ کے اس حق کے پورا ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے ایسے بندوں کو دوزخ کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کرے۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایتہ سے وہ حدیث قدسی بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا اس کے سب نیک عمل رائگاں ہیں۔

سورہ توبہ میں آویگا کہ یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اوپر کی روایتوں اور سورہ توبہ کی آیتوں کو ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب سے یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہکر توحید الٰہی کے حق کو ادا نہیں کیا تو اُن کے سب نیک عمل رائگاں ہیں اور اُنکا جنت میں جانیکا کوئی حق اللہ کے ذمہ باقی نہیں رہا اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا اور ماں باپ کے سبب سے ہر ایک انسان پرورش پاتا ہے۔ اِس لیئے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ماں باپ دونو کو یا اُن میں سے ایک اُن کے بڑھاپے کی حالت میں پایا اور حد شریعت کے اندر اُن کی ہر طرح کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنّت کا مستحق نہ ٹھہرایا تو ایسا شخص بڑا بدنصیب ہی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ خوش نصیب اولاد وہی ہے جو ماں باپ کی خدمت کر کے جنّت کا مستحق ٹھہرے ذی القربےٰ رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اُسکی عمر بڑھے اور اُس کے رزق میں کشائش ہو تو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کیا کرے۔ اِس حدیث سے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا نتیجہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ بنی آدم میں چھوٹی عمر کی اولاد کا باپ اگر مرجاوے تو اُس چھوٹی عمر کی اولاد کو یتیم کہتے ہیں جب یہ اولاد بالغ ہو جاوے تو پھر اُسکو یتیم نہیں کہتے۔ یتیم بچہ پنے میں اپنی پرورش خود نہیں کر سکتا۔ اور اُسکی خبرگیری کرنے والا اُسکا باپ تھا۔ وہ بھی اُس کے سر پر سے اُٹھ جاتا ہے۔ اِس لیئے شریعت میں یتیم کی خبرگیری کی تاکید آئی ہے اور اِس خبرگیری پر اجر کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں سہلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں ذرا فرق سے کھڑی کیں اور فرمایا میں اور یتیم کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والا شخص جنت میں ایسے قریب

ہوں گے جس طرح یہ دو اُنگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کے سو درجوں میں سے یتیم کے ساتھ شفقت سے پیش آنیوالے شخص کو جنت کا وہ درجہ دیا جاوے گا جو انبیاء کے درجہ کے بالکل پاس ہو گا۔

صحیح بخاری میں نواس رضؓ بن سمعان سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نواس رضؓ بن سمعان نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نیک بات کی تفسیر پوچھی تھی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا نرمی سے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنا بھی نیک بات ہے۔ اور اسی کو حُسن خلق کہتے ہیں۔ اِس نیک بات میں وعظ نصیحت بھی داخل ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بیعت میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الدین النصیحۃ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مُسلمان شخص انجان لوگوں کو حق بات کی نصیحت کرتا رہے کہ یہ عین دینداری ہے۔

ترمذی میں حذیفہ سے جو روایت ہے اُس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں سے وعظ و نصیحت کا چرچا اُٹھ جاوے گا تو ایسی قوم پر عذاب آجانے کا خوف ہے۔ ترمذی نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت ایسی چیز ہے کہ جس قوم میں اس کا چرچا ہو وہ قوم عذاب سے بچی رہتی ہے اور جس قوم میں یہ چرچا نہ ہو اس قوم پر عذاب کے آجانے کا خوف ہے۔

اِن امتوں میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم بنی اسرائیل کو ہے اِس لیئے یہ نماز وہی

شریعت موسوی کی نماز ہے جس میں رکوع نہیں ہے۔ اور زکوٰۃ چوتھا حصہ مال کا ہے۔ اُس زمانہ میں زکوٰۃ کے قبول ہونے کی یہ نشانی تھی کہ زکوٰۃ کا مال جنگل میں رکھ دیا جاتا تھا اور آسمان سے آگ اُتر کر اُس مال کو جلا دیتی تھی اطراف مدینہ میں یہود کے تین قبیلے جو رہتے تھے اُن میں سے عبد اللہ بن سلام قبیلہ بنی قینقاع کے مشہور عالم اور اس قبیلہ کے اور چند آدمی داخل اسلام ہوئے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کا کوئی آدمی اسلام نہیں لایا۔ اسی واسطے اطراف مدینہ کے یہود کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ سوائے چند آدمیوں کے تم سب اس عہد سے پھر گئے جو قرآن اور نبی آخر الزماں کی پیروی کا توراۃ میں پشت بہ پشت چلا آتا تھا۔ یہ عبد اللہ بن سلام اسلام لانیکے بعد ایسے پکے مسلمان ہوئے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مرتے دم تک اسلام پر قایم رکھنے کی خوشخبری سُنائی ہے جس کا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی قیس بن عباد کی ایک بڑی روایتہ میں ہے۔

یہ قیس بن عباد بصری مشہور تابعیوں میں ہیں۔ صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے ان کی روایتیں ہیں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ

اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا نہ ڈالو تم لہو اپنے آپس کے اور نہ نکال دو کسی آپس اپنے کو

مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ

گھروں اپنے سے پھر اقرار کیا تم نے اور تم شاہد ہو پھر تم وہ لوگ ہو کہ

تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

مار ڈالتے ہو آپس اپنے کو اور نکال دیتے ہو ایک فرقے کو آپ میں سے گھروں اُن کے سے مددگاری کرتے ہو تم

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ

اوپر اُن کے ساتھ گناہ اور تعدی کے اور اگر آتے ہیں تمہارے پاس بندیوان ہو کر بدلا دے چھڑاتے ہو انکو اور وہ

مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

حرام ہے اوپر تمہارے نکال دینا اُن کا کیا پس ایمان لاتے ہو ساتھ بعضی کتاب کے اور کفر کرتے ہو ساتھ بعضی کے

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

پس کیا سزا اُس شخص کی کہ کرے یہ کام تم میں سے مگر رسوائی بیچ زندگانی دنیا کے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور دن قیامت کے پھیرے جاوینگے طرف سخت عذاب کے۔ اور نہیں اللہ بے خبر اس چیز سے کہ کرتے ہو تم

اوپر یہ ذکر گذر چکا ہے کہ مدینہ میں عرب کے دو قبیلے اوس اور خزرج رہتے تھے۔
اسلام سے پہلے اِن دونوں قبیلوں میں سخت عداوت تھی۔ مدینہ کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ جو رہتے تھے ان میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر کی عرب کے خزرج قبیلہ سے دوستی تھی اور بنی قریظہ کی اوس قبیلہ سے جب یہ عرب کے دونوں قبیلے آپس میں لڑتے تو یہود بھی اپنے اپنے دوست قبیلہ کے ساتھ ہو کر لڑتے۔ اور ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھ سے دوسری طرف کے یہودی مارے بھی جاتے۔ اور ایک طرف کے یہودی دوسری طرف کے

یہودیوں کو جلا وطن بھی کر دیتے اور ایک طرف کے یہودی دوسری طرف گرفتار
ہو جاتے تو توراۃ کے حکم کے موافق دونوں طرف کے یہودی اپنے اپنے قیدیوں کو
فدیہ دیکر چھڑا لیتے۔ قیدی کے چھڑانے کے لیے جو رقم دیجائے اُسکو فدیہ
کہتے ہیں۔ اللہ تعالے نے یہود سے توراۃ میں چار باتوں کا عہد لیا تھا۔ ایک تو آپس میں نہ لڑیں
دوسرے کسی دوسری قوم کو مدد دیکر خونریزی نہ پھیلائیں۔ تیسرے یہود کے ایک قبیلے
کے لوگ دوسرے قبیلے کے لوگوں کو جلاوطن نہ کریں۔ چوتھے اپنی قوم کا آدمی کہیں
قید میں پائیں تو فدیہ دیکر اُسکو چھڑالیں۔ اِن لوگوں نے اِن باتوں میں سے
پہلی دوسری اور تیسری بات کو تو بالکل بھلا دیا۔ فقط چوتھی بات پر عمل کرتے تھے
اسی واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ ان لوگوں کا اپنی مرضی کے موافق توراۃ کی بعضی
آیتوں پر عمل کرنا اور بعض پر نہ کرنا یہ اُس عہد کے بالکل برخلاف ہے جو اُن کے بڑوں سے
ساری توراۃ پر عمل کرنے کا لیا گیا ہے۔ یہ بڑی برائی کی بات ہے کہ یہ لوگ اِس بات
کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ عہد ان کے بڑوں سے لیا گیا ہے اور پھر اُس عہد کے
برخلاف عمل کرتے ہیں۔ اسکی سزا یہی ہے کہ دنیا میں یہ لوگ رسوا ہوں گے۔ اور
عقبے میں اُن کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ان لوگوں کی دُنیا میں رسوائی کا
حال تو اوپر گزر چکا ہے کہ مدینہ کے اطراف میں تین قبیلے جو رہتے تھے اُنمیں سے
بنی قینقاع اور بنی نضیر تو جلا وطن کئے گئے اور بنی قریظہ قتل ہوئے۔ عقبے کا عذاب
بھی وقت مقررہ پر ان لوگوں کے سامنے آجاویگا۔

صحیح بخاری اور مسلم میں نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب دوزخیوں سے کم عذاب جس شخص پر ہوگا اسکو آگ کی جوتیاں پہنادی جاویں گی جس سے اسکا بھیجا کھول جاوے گا۔ ان لوگوں کے حق میں اللہ تعالے نے یہ جو فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں پر سخت عذاب ہوگا اور اس سخت عذاب میں کبھی تخفیف نہ ہوگی۔ اس عذاب کا حال بیان سے باہر ہے کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو دوزخ کے عذاب کا جو حال معلوم ہے اگر میں وہ سب لوگوں کے سامنے بیان کردوں تو لوگوں کا ہنسنا کم ہو جاوے اور رونا زیادہ ہو جاوے۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سب کام چلنے کی مصلحت سے دوزخ کے عذاب کا پورا حال بیان نہیں فرمایا تو پھر کسی کی کیا طاقت ہے کہ صحیح روایتوں کے موافق دوزخ کے عذاب کا پورا حال بیان کرسکے۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝

اور کہا انہوں نے دل ہمارے غلاف میں ہیں۔ بلکہ لعنت کی انکو اللہ تعالے نے بسبب کفر انکے کے پس تھوڑے سے ایمان لاتے ہیں

مدینہ کے اطراف میں جو یہود رہتے تھے یہ ان کے علماء کا قول ہی اور یہ ایساہی قول ہے جس طرح سورہ حٰم سجدہ میں مشرکین مکہ کا ایک قول آوے گا جس کا مطلب

یہ ہے کہ اے محمد تم اپنے دین پر رہو ہم اپنے دین پر رہیں گے۔ کیونکہ غیر دین کی بات کی طرف سے ہمارے دل پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مشرکین مکہ کی بات کا تو یہ جواب دیا کہ یہ لوگ حشر کے منکر ہیں اس سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں اور علمائے یہود کے اس قول کا جو جواب اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ اہل کتاب اور حشر کے قائل ہو کر منکرین حشر کی سی باتیں جو کرتے ہیں تو کثرت گناہوں کے سبب سے ان کے دلوں پر زنگ کا غلاف چڑھ گیا ہے اس لیئے اُن کے دل پر کسی نیک بات کا اثر نہیں ہوتا ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ جس پھٹکار کا اثر یہ ہے کہ اہل مکہ میں کی تو ایک جماعت راہ راست پر آگئی اور ان میں قبیلہ بنی قینقاع کے چند آدمی راہ راست پر آئے ہیں۔ قبیلہ بنی نضیر اور بنی قریظہ میں کا کوئی آدمی اسلام میں داخل نہیں ہوا معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی نسائی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک داغ چھوٹا سا پڑ جاتا ہے۔ اگر اُس گناہ کے بعد اُس شخص نے خالص دل سے توبہ کر لی تو وہ داغ دل پر سے جاتا رہتا ہے۔ اور اُس شخص کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ شخص بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتا رہا تو رفتہ رفتہ ایسے شخص کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے۔ اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ علمائے یہود یہ جو کہتے تھے کہ غیر دین کی باتوں کے سمجھنے سے ہمارے دل پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔

یہ غلاف اصل میں وہ زنگ ہے جو بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتے اُن کے دلوں پر چھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ توراۃ کے عالم کہلاتے ہیں اِن کو خوب معلوم ہے کہ توراۃ میں نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لانے کا عہد موجود ہے۔ اور یہ لوگ اِس بات کا قرار بھی کرتے ہیں کہ توراۃ میں اس بات کا عہد موجود ہے۔ اور یہ بھی ان لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ توراۃ سے قرآن کی اور قرآن سے توراۃ کی پوری تصدیق ہوتی ہے اس پر بھی عالم ہو کر اُن کو اتنی سمجھ نہیں کہ قرآن کے انکار سے توراۃ کا انکار بھی لازم آجاوے گا۔ اور توراۃ انجیل قرآن۔ اِن تینوں آسمانی کتابوں کے انکار کا وبال انکے اوپر پڑے گا۔ اور ان کے عالم کہلانے کے سبب سے ان کی باتوں سے جو ان کی قوم کے جاہل لوگ ان کی باتوں میں آن کر پھنسیں گے اسکا وبال بھی انکے ذمہ ہوگا۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایۃ ایک جگہ اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص دین کے کام میں کسیکو بہکاوے گا اُسکی ذاتی بداعمالی کے علاوہ دوسروں کے بہکانے کا وبال بھی ایسے شخص کے ذمہ ہوگا۔

اس حدیث سے علمائے یہود کے دوہرے عذاب کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے اسی واسطے پچھلی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یہود پر ایسا سخت عذاب ہوگا کہ جس میں کچھ تخفیف نہ کیجاوے گی۔

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے نعمان بن بشیر کی روایۃ ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب دوزخیوں سے کم جس شخص پر دوزخ کا عذاب ہوگا اُسکو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اُس کا بھیجا پگھل کر کھڑی کھڑی نکل پڑے گا۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جن لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا ہو کہ اُن پر قیامت کے دن ایسا سخت عذاب ہوگا کہ اُس میں کبھی تخفیف نہ کی جاوے گی۔ اُنکا کیا حال ہوگا۔ تخفیف عذاب کی ایک صورت بھی اِس حدیث سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ زیادہ عذاب والوں پر ہر طرح کا عذاب ہوگا۔ مگر جن لوگوں کے عذاب میں اللہ تعالےٰ کو تخفیف منظور ہوگی اُن کے پاؤں میں فقط جوتیاں پہنادی جاوینگی۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میدان حشر میں بعضے گنہگاروں کو اِس قدر پسینا آوے گا کہ زمین میں ستر گز پھیل جاوے گا۔

صحیح مسلم میں مقداد بن معدی کربؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حشر کے دن ہر شخص کے عملوں کے موافق کسیکو ٹخنوں تک پسینا آوے گا اور کسی کو گھٹنوں تک اور کسی کے گلے تک۔

صحیح مسلم میں سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ کی آگ کسی کے ٹخنوں تک ہوگی کسی کے گھٹنوں تک کسی کی کمر تک اور کسی کے گلے تک۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے جنہیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے دوزخی دوزخ میں مر جائیں گے اور جل کر کوئلے ہو جاوینگے پھر شفاعت سے زندہ ہوکر جنت میں داخل ہوں گے۔

ان روایتوں سے میدان محشر اور دوزخ کے عذاب کی کمی اور زیادتی کا حال اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا عِيْسَى

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسےؑ کو کتاب اور پچھاڑی لائے ہم پیچھے اسکے پیغمبر اور دیے ہم نے عیسےؑ

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ م

بیٹے مریم کے کو معجزے ظاہر اور قوت دی ہم نے اُسکو ساتھ روح پاک کے یعنی جبرئیل کیا پس جب آیا تمہارے پاس پیغمبر

بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

ساتھ اس چیز کے کہ نہیں چاہتے جی تمہارے تکبر کیا تم نے پس ایک فرقے کو جھٹلایا تم نے اور ایک فرقے کو مار ڈالتے تھے

سورہ القصص میں آوے گا کہ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام کی اُمت سے لیکر فرعون تک کی سب قوموں کو انبیائے وقت کی نافرمانی کے سبب سے جب اللہ تعالے نے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا تو اُسکے بعد موسے علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی۔ موسے علیہ السلام اور عیسٰے علیہ السلام کے مابین ایک ہزار نو سو پچیس برس کے زمانہ میں کتاب تو وہی توراۃ رہی مگر زکریا علیہ السلام یحیٰی یونس داؤد سلیمان علیہم السلام وغیرہ کو اللہ تعالے نے

توراۃ کے احکام قایم رکھنے کے لئے بھیجا۔ ان انبیاء نے جب کبھی بنی اسرائیل کو توراۃ کے احکام کی پابندی پر مجبور کیا اور توراۃ کے برخلاف اُن لوگوں نے جو باتیں نکالیں تھیں اُن سے ان لوگوں کو روکا تو انہوں نے انبیاء کے ساتھ بدسلوکی کر کے بعضے انبیاء جیسے زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر ڈالا معتبر سند سے مسند امام احمد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب اُس شخص کو ہوگا جو کسی نبی کو قتل کرے گا اور بعضے انبیاء جیسے عیسے علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت مخالفت سے پیش آئے۔

عیسے علیہ السلام کے معجزوں کا ذکر سورۂ آل عمران اور سورہ المائدہ میں آوےگا جیسے مردہ کو زندہ کرنا۔ پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ روح القدس کی صحیح تفسیر میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو ہر وقت عیسے علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس میں جبرئیل علیہ السلام کا حسان بن ثابت کی مدد کو آنے کا ذکر ہے اِس حدیث میں خود اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو روح القدس کہا ہے اور صحیح بخاری کی براء بن عازب کی روایت میں بجائے روح القدس کے جبرئیل فرمایا ہے۔ عیسے علیہ السلام

نے توراۃ کے کچھ احکام مثلاً چربی اور اونٹ کے گوشت کو حرام ہونیکو منسوخ کیا تو اُس سے یہودنے
عیسےٰ ؑ سے سخت مخالفت شروع کی یہاں تک اُس زمانہ کے ستارہ پرست دمشق کے بادشاہ سے
عیسےٰ ؑ کی یہ چغلی کھائی کہ بیت المقدس میں ایک شخص شاہی رعایا کو بادشاہ سے بغاوت کرنے پر آمادہ کرتا ہے
بادشاہ یہ خبر سُنکر بہت برہم ہوا اور اپنے نائب کو جو قدس میں رہتا تھا بیت المقدس کو بھیجا اور جس شخص پر
عیسےٰ ؑ کی شباہت پیدا ہو گئی تھی اُسکو اُن لوگوں نے سولی پر چڑھا دیا تفصیل سے یہ قصہ سورۃ النسأ
میں آویگا۔ مدینہ کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ جو رہتے تھے
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنہوں نے طرح طرح کی مخالفت کی آپ پر جادو کیا
آپ کو زہر دیا۔ عہد شکنی کر کے صلح کے عہد پر قایم نہیں رہے سب سے پہلے بنی قینقاع نے صلح کے
عہد کو توڑا جب لشکر اسلام نے اُنکو گڈھی سے اُترنے پر مجبور کیا تو آخر یہ لوگ گڈھی سے اُترے اُنکے گڈھی
سے اُترنے کے بعد اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا ارادہ
کیا مگر عبد اللہ بن ابی کی اس قبیلہ سے دوستی تھی اس لیئے عبد اللہ بن ابی
منافق نے اِس قبیلہ کو اپنے ذمہ میں لے لیا۔ اور پھر اِس قبیلہ کی جلاوطنی کر دیگئی۔
پھر بنی نضیر نے عہد شکنی کی اور لشکر اسلام نے محاصرہ کے بعد اُن کو مجبور کیا تو
یہ جلاوطنی پر راضی ہوئے اِس لیئے اُن کو بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ اسکے بعد بنی قریظہ
نے عہد شکنی کی یہ بھی محاصرہ کے بعد اپنی گڈھی سے اُترے مگر اس قبیلہ کے لوگ
زیادہ مجرم تھے۔ کیونکہ اس قبیلہ کے لوگ قریش کو رغبت دلاکر خندق کی لڑائی
پر لائے اور خود بھی اِس لڑائی میں شریک ہوئے۔ اِس واسطے گڈھی کے اُترنیکے بعد

اُن کا فیصلہ سعد بن معاذ کو سونپا گیا اور اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس میں کے جو ان آدمی جو لڑائی میں شریک ہونے کے قابل ہیں وہ قتل کئے جاویں اور اُن کی عورتیں بچے لونڈی غلام بنائے جاویں اور انکا مال مُسلمانوں میں تقسیم ہو پھر اس فیصلہ کے موافق عمل ہوا۔ اِس فیصلہ کو سُنکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ بن معاذ سے فرمایا تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ اِن تینوں قبیلوں کے قِصوں کی جو تفصیل صحیح بخاری اور اسکی شرح فتح الباری میں ہی یہاں اُسکا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اِس سے زیادہ تفصیل ان دونوں کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ ایک جگہ اوپر بیان کر دیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام مشہور صحابی قبیلہ بنی قینقاع ہین کے عالم ہیں یہ اور ان کے ساتھ اِس قبیلہ میں کے اور چند شخص مُسلمان ہوئے بنی نضیر اور بنی قریظہ میں کا کوئی آدمی مُسلمان نہیں ہوا۔ یہ وہی عبد اللہ بن سلام ہیں جن کے ایک خواب کی تعبیر میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ہے کہ تم مرتے دم تک اسلام پر قایم رہو گے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم کی قیس بن عباد کی روایۃ کے حوالہ سے یہ ذکر ایک جگہ اوپر گذر چکا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

اور جب آئی اُن کے پاس کتاب نزدیک اللہ کے سے سچا کرنے والی واسطے اس چیز کے ساتھ انکے ہی اور تھے پہلے اس سے فتح مانگتے

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

اوپر اُن لوگوں کے کہ کافر ہوئے۔ پس جب آیا اُن کے پاس جو کچھ پہچانا تھا کافر ہوئے ساتھ اسکے پس لعنت ہو اللہ کی اوپر کافروں کے

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں توراۃ میں ایسی صاف صاف تھیں کہ یہود کا بچہ بچہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح پہچانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت اوپر گذر چکی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک بیمار یہودی کے لڑکے نے توراۃ کی نشانیوں سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے اکثر یہود آپ کے جلد پیدا ہونے کی اللہ تعالےٰ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اور جن مشرکوں سے ان کی مخالفت تھی اُن سے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزماں کا زمانہ آنیوالا ہے اُس وقت ہم اُن نبی کے ساتھ ہو کر تم سے خوب لڑینگے۔ آگے کی آیتوں میں آوے گا کہ یہ لوگ نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کو ایسا پہچانتے تھے جس طرح ہر ایک باپ اپنے لڑکے کو پہچانتا ہے لیکن جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور مدینہ کے اطراف میں جو یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ رہتے تھے اُن کے علماء نے قرآن کی وہ آتییں بھی سُنیں جن میں توراۃ کی تصدیق موجود تھی تو قبیلہ بنی قینقاع میں کے مشہور عالم عبد اللہ بن سلام اور اُن کے ساتھ اس قبیلہ کے چند آدمی تو اسلام میں داخل ہوئے اور باقی کے سب یہود فقط اِس جلن سے نبی آخر الزمان اور قرآن کے منکر ہو گئے کہ ہماری قوم میں مدت سے نبوت

چلی آتی تھی غیر قوم بنی اسمٰعیل میں یہ نبی کیوں پیدا ہوا ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحٰق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں کے خاندان میں نبوت کے چلنے کی دعا کی تھی۔ وہ قبول ہوئی اور ایک مدت تک اُس دُعا کے اثر سے اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہی اور اب آخر کو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں آئی۔ اس اوپر کے بیان سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہود نے جس جلن سے قرآن اور نبی آخرالزماں کو نہیں مانا یہ اُن لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی اس نادانی سے اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے ایک ٹکڑے کو رائیگان کرنا چاہتے تھے جو اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مخالف ایک بات تھی۔

سورہ الزخرف میں یہ آوے گا کہ قریش اللہ کی مرضی کے مخالف یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مالدار اور عزت دار ہیں۔ محمد جیسے تنگدست پر جو قرآن اُترا ہے مکہ کے ولید بن مغیرہ یا طائف کے عروۃ بن مسعود جیسے کسی مالدار شخص پر یہ قرآن نازل ہوتا تو خوب تھا اللہ تعالےٰ نے قریش کی اس نادانی کی خواہش کا جواب دیا کہ جس طرح دنیا کی مالداری اور تنگدستی کا انتظام اللہ تعالےٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے جس کو وہ چاہتا ہے مالدار کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے تنگدست اسی طرح نبوت کا انتظام اُس نے اپنے اختیار میں رکھا ہے اپنی تدبیر کے موافق جسکو وہ چاہتا ہے نبی بناتا ہے یہ ان لوگوں کی غلطی ہے کہ یہ لوگ دنیا کی مالداری کو نبوت کے لیے موزوں خیال

کرتے ہیں دُنیا کی مالداری اللہ کے نزدیک ایک حقیر چیز ہی۔

صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مری ہوئی بکری کو کوڑی پڑی ہوئے دیکھکر اُسکو دُنیا کی مانند فرمایا ہی اُس کا مطلب اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک تمام دنیا کی قدر ایک مری ہوئی بکری سے بھی کم ہے۔ جس طرح اللہ تعالے نے نبوت کے باب میں قریش کو جواب دیا ہے اُسی طرح کا جواب آگے کی آیتوں میں یہود کو دیا ہی کہ نبوت اللہ تعالے کے اختیار میں ہے۔ جب تک اُسکو منظور تھا اُس نے اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں نبوت کو رکھا۔ اب اُسکی مرضی کے موافق نبوت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں آگئی۔ اسمیں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہی جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے زمانہ میں نبوت بدلتی رہی ہی لیکن اِسمیں ہمیشہ سے سب انبیاء کا ایک ہی مطلب یہ ہے کہ توحید کی تاکید شرک کی مذمت ہر نبی کے زمانہ میں اُسوقت کی آسمانی کتابوں میں یکساں ہے حرام حلال کے احکام مصلحت وقتی کے سبب سے ہر زمانہ میں بدلتے رہے ہیں یہی ذکر سورۃ الشوریٰ کی آیتوں میں مختصر طور پر ہی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ جسطرح قرآن شریف میں اور مذمت شرک کا ذکر ہی اسیطرح سب چھوٹی بڑی آسمانی کتابوں میں یہ ذکر موجود تھا اب یہود یہ جو کہتے ہیں کہ ہم لوگ قرآن کے منکر ہیں تو اُنکو یہ کہنا چاہیئے کہ یہ لوگ توراۃ اور ساری آسمانی کتابوں کے منکر ہیں اسیواسطے قرآن میں اللہ تعالے نے ان لوگوں کو جگہ جگہ کافر کہا ہی۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

بُرا ہے جو کچھ بیچا ہے بدلے اُسکے جانوں اپنی کو یہ کہ کفر کریں ساتھ اس چیز کے کہ اُتاری اللہ نے سرکشی سے اُسپر کہ اُتارے خدا فضل اپنے سے

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ

اوپر جسکے چاہے بندوں اپنے سے پس پھر آئے ساتھ غصے کے اوپر غصے کے اور واسطے کافروں کے عذاب ہے رسوا کرنے والا۔

سورۃ التوبہ میں آوے گا کہ مُسلمانوں سے اُن کی جان اُن کا مال اللہ تعالیٰ نے جنت کے معاوضہ میں خرید لیا۔ اس آیۃ کے مطلب کو سورۃ التوبہ کی آیۃ کے مطلب کے ساتھ ملانے سے حاصل مطلب یہ ہوا کہ مُسلمانوں نے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے کاموں میں جان کھپا کر اُس کے معاوضہ میں جنت پائی۔ اور ان لوگوں نے اللہ کی مرضی کے برخلاف کاموں میں جان کھپا کر اُس کے معاوضہ میں ذلّت کا عذاب پایا۔ ان لوگوں پر اللہ تعالےٰ کا غصہ پر غصہ اس لیئے ہوا کہ ایک تو ان یہود کے علماء نے توراۃ کی آیتوں کو بدل ڈالا دوسرے انجیل کی کتاب آسمانی ہونے کا اور عیسےٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کیا تیسرے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کا اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونیکا انکار کیا۔

اوپر یہ گزر چکا ہے کہ یہ انکار ان لوگوں نے اس جلن سے کیا کہ ان کی قوم میں مدت سے نبوت چلی آتی تھی غیر قوم بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں گئی۔ یہ لوگ تکبر کی راہ سے اپنے آپ کو بنی اسمٰعیل سے عالی درجہ سمجھتے تھے۔ اِس لئے غیر قوم کے نبی کی فرمانبرداری ان کو پسند نہیں تھی۔ اِن لوگوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اگر

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کو سچا ہی ظاہر کر دیا جاویگا تو قوم کے تمام جاہل لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع ہو جاوینگے اور ان جاہل لوگوں سے جو کچھ فائدہ ہم علمائے یہود کو پہنچتا ہے وہ بند ہو جاوے گا۔ اوپر یہ بھی گذر چکا ہے کہ توحید سب آسمانی کتابوں میں یکساں ہے اِس لیئے ایک آسمانی کتاب کے جھٹلانے سے سب آسمانی کتابوں کا جھٹلانا لازم آجاتا ہے اور ان علمائے یہود کا یہ کہنا بالکل غلط ٹھیرتا ہے کہ یہ لوگ توراۃ کو مانتے ہیں کیونکہ توراۃ میں توحید کا مسئلہ اسیطرح ہے جس طرح قرآن میں ہے۔ پھر قرآن کا منکر توراۃ کا ماننے والا کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ عالم کہلاتے تھے اِس لیئے تمام قوم کے جاہل لوگ ان کے پیرو تھے جب ان لوگوں نے عالم ہو کر توراۃ کی آئتیں بدل ڈالیں اور قوم کے جاہل لوگوں میں اُن ہی بدلی ہوئی آیتوں کی باتیں پھیلادیں جس سے خود بھی بہکے اور قوم کے جاہلوں کو بھی بہکایا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایتہ اوپر گزر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کے کام میں کسی کو بہکاویگا اُسکو بہکنے کا عذاب جدا ہوگا اور بہکانیکا جدا۔ اِس حدیث سے ذلت کے عذاب کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کیونکہ جب ان بہکانے والے عالموں پر دوہرا عذاب ہو گا اور اُن کے پیرو لوگوں پر اکہرا تو وہ اُن کے پیرو لوگ ان عالموں کو بڑی ذلت کی نظر سے دیکھیں گے۔ اِس صورۃ میں آوے گا کہ بہکنے والوں اور بہکانے والوں میں جھگڑا ہو کر بہکانے والے اپنے پیرو لوگوں سے بیزاری ظاہر کرینگے۔ اِس بیزاری سے

بھکنے والوں کا دل ایسا جلیگا کہ وہ یہ کہیں گے کہ ہم اگر دنیا میں ایک دفعہ پھر جاتے تو ان سے بیزاری ظاہر کر کے ان کو ایسا ہی ذلیل کرتے جس طرح انہوں نے بیزاری ظاہر کر کے ہم کو رسوا کیا ہے۔ سب بہکانے والوں کے سرگروہ شیطان کا قصہ سورۂ ابراہیم میں آوے گا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو گنہگار لوگ شیطان کے بہکانے سے قابل دوزخ گنہ کر کے دوزخ میں جاوینگے وہ شیطان سے کہیں گے کہ نیک لوگوں کی جس طرح انبیاء نے شفاعت کی ہے تو ہماری شفاعت کر۔ کیونکہ دُنیا میں نیک لوگ جیسا انبیاء کا کہنا مانتے تھے ہم تیرا کہنا مانتے تھے۔ اُسوقت شیطان صاف الگ ہو جاوے گا اور کہیگا کہ انبیاء نے تو اللہ کا سچا وعدہ پہنچایا تھا میں نے تو تم کو دم دبد یا تھا۔ تم انبیاء کی سچی باتیں چھوڑ کر میرے دم میں کیوں آگئے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیاطین رہتا ہے۔ فرشتہ نیک کاموں کی رغبت دلاتا ہے اور شیاطین بُرے کاموں کی۔

اِس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جو شخص اکثر نیک کاموں میں لگا رہتا ہے اُس کا فرشتہ اُسپر غالب ہے اور جو شخص اکثر بُرے کاموں میں لگا رہتا ہے اُسکا شیاطین اُسپر غالب ہے۔

ہر شخص رات کو سوتے وقت اپنے نیک و بد کاموں کی تعداد پر غور کر لیا کرے تو اُسکو فرشتہ اور شیاطین کے غلبہ کا حال اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے اور شیاطین کے

غلبہ کی صورت میں ایسے شخص کو توبہ کا خیال آ سکتا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ

اور جب کہا جاتا ہے واسطے اُن کے ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے کہ اُتارا ہے اللہ نے کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ اس چیز کے جو نازل ہوئی اوپر

بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ

ساتھ اس چیز کے کہ سوائے اسکے ہے اور وہ سچ ہے سچا کرنے والا اُس کو جو ساتھ اُنکے ہے کہہ پس کیوں مار ڈالتے تھے پیغمبروں اللہ کے کو

قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

پہلے اس سے اگر ہو تم ایمان والے اور البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس موسےٰ ساتھ دلیلوں کے پھر پکڑا تم نے بچھڑے کو

الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ

کو معبود پیچھے اسکے اور تم ظلم کرنے والے ہو اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا اور اُٹھایا ہم نے اوپر تمہارے

الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاُشْرِبُوْا

پہاڑ کو پکڑو جو کچھ دیا ہم نے تم کو زور سے اور سنو کہا انہوں نے سنا ہم نے اور نہ مانا ہم نے اور پلائی گئی

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

بیچ دلوں ان کے محبت بچھڑے کی بسبب کفر ان کے کہہ برا ہے جو حکم کرتا ہے تم کو ساتھ اسکے ایمان تمہارا اگر ہو تم ایمان والے

ان آیتوں میں یہود نے یہ دعوے کیا تھا کہ اُن کا ایمان توراۃ پر ایسا مضبوط ہے کہ انجیل اور قرآن کے ہم منکر ہیں۔

سورہ آل عمران میں آوے گا کہ ایک دن مالک بن صیف اور وہب بن یہودا یہودیوں نے عبداللہؓ بن مسعود ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے بڑا جھگڑا کیا اور

یہہ کہا کہ جس دین کی پابندی کی رغبت تم ہم کو دلاتے ہو اُسکو ہم اِس لیئے نہیں مانتے کہ ہمارا دین تمہارے دین سے اچھا ہے۔ یہود کی ایسی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اِن آیتوں میں کئی طرح جھٹلایا ہے۔

ایک تو یہ کہ جب قرآن میں توراۃ کی تصدیق اور توراۃ میں قرآن کی تصدیق موجود ہے تو جس شخص کا ایمان توراۃ پر مضبوط ہوگا وہ قرآن کا منکر نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن کے انکار سے توراۃ کا انکار لازم آتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر اِن لوگون کا ایمان توراۃ پر مضبوط تھا تو اُنہوں نے اُن انبیاء کو کیوں شہید کیا جن کو اللہ تعالےٰ نے توراۃ کے احکام کی مضبوطی کے لیئے بھیجا تھا۔

تیسرے یہ کہ اگر یہ لوگ موسےٰ علیہ السلام کو سچا نبی جانتے تھے تو اونہوں نے بچھڑے کی پوجا کیوں کی۔ کیا موسےٰ علیہ السلام نے اُن کو اُس پوجا کی اجازت دی تھی۔

چوتھے یہ کہ جس وقت پہاڑ سر پر کھڑا کیا جاکر توراۃ کے موافق عمل کرنیکا عہد کیا گیا تھا اُس وقت اُن کے بڑوں نے دل میں وعصینا کہا تھا پھر جن کے بڑوں کا ایمان توراۃ پر مضبوط نہ تھا اُن کی اولاد کا ایمان توراۃ پر کیونکر مضبوط ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنے دعوے کے موافق ایماندار ہیں اور ان کا ایمان اُن کو یہی سکھاتا ہے تو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اُن کے ایمان کی تعلیم نہایت

نالائق تعلیم ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدایت کے بعد گمراہ وہی قوم ہوتی ہے جو دین
کی باتوں میں زبردستی کے جھگڑے نکالے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے
زبردستی کے جھگڑے اسیطرح کے ہیں جس طرح توراۃ کے عہد سے انجان بنکر
قرآن پر ایمان لانے میں یہہ یہود کے علماء ہر روز نکالا کرتے تھے ورنہ محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کی اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی نشانیاں
تو توراۃ میں ایسی صاف صاف تھیں کہ یہود کے علماء تو درکنار یہود کا بچہ بچہ اُن نشانیوں کے
سبب سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں اور قرآن کو کلام الٰہی
جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت اوپر گزر چکی ہے
جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے گھر کے
سامنے سے گزرے جو توراۃ پڑھ رہا تھا۔ اور اُس کا ایک جوان خوبصورت لڑکا جان کنی
کی حالت میں وہاں لیٹا ہوا تھا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس یہودی
سے کہا تجھکو توراۃ کے نازل کرنے والے کی قسم دیکر پوچھا جاتا ہے تو سچ سچ بتادے
کہ توراۃ میں میری نشانیوں اور میرے رسول ہونے کا ذکر ہے۔ اُس یہودی نے
گردن ہلاکر کہا کہ نہیں۔ مگر اُس کے بیٹے نے جو جان کنی کی حالت میں تھا قسم کھاکر
کہا کہ بلاشک توراۃ کی نشانیوں کے موافق آپ اللہ کے رسول ہیں اور قرآن جو آپکے

نازل ہوتا ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ
میں آجاتا ہے کہ توراۃ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں
ہونے کی اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کی نشانیاں کیسی صاف تھیں۔ اوپر
گزر چکا ہے کہ توراۃ کی اُن آیتوں کو جن میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں
تھیں ان علمائے یہود نے اِس جلن سے چھپا ڈالا تھا کہ بنی اسرائیل میں مدت
سے نبوت چلی آتی ہے غیر قوم . . . . بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں گئی۔ ان لوگوں کا
یہ خیال تھا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی ظاہر کر دیا جاوے گا تو قوم کے تمام
جاہل لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع ہو جائیں گے اور ان جاہلوں سے
جو کچھ فائدہ ان علمائے یہود کو پہنچتا ہے وہ بند ہو جاوے گا۔ یہ لوگ عالم کہلاتے
تھے۔ اِس لئے قوم کے تمام جاہل لوگوں میں اُن ہی بدلی ہوئی آیتوں کا عمل
پھیل گیا جس سے یہ عالم لوگ خود بھی بہکے اور قوم کے جاہل لوگوں کو بھی بہکایا۔
اور دوہرے عذاب کے لائق ٹھہرے چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی
روایتہ اوپر گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
دین کے کام میں کسی کو بہکاوے گا اُسکے بہکنے کا عذاب جدا ہو گا اور دوسروں کے
بہکانے کا جدا۔ اِس حدیث سے علمائے یہود کے دوہرے عذاب کا مطلب اچھی
طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسےٰؓ اشعری سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب میں سے جو شخص اگلی اور پچھلی دو شریعتوں کا زمانہ پاکر دونوں شریعتوں کے موافق ہر شریعت کے زمانہ میں عمل کرے گا۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن دوہرا اجر ملیگا۔ اوپر کی ابوہریرہؓ کی روایت اور ابو موسےٰ اشعری کی اس روایت کو ملانے سے علمائے یہود کے ٹوٹے کا اندازہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان لوگوں نے تہوڑی سی ضد اور تہوڑے سے لالچ کے سبب سے اپنا دوہرا اجر کھویا اور دوہرا عذاب کمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

کہہ اگر ہے واسطے تمہارے گہر آخرت کا نزدیک اللہ کے خالص سوائے لوگوں کے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ

پس آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے اور ہرگز نہ آرزو کرینگے اسکو کبہی بسبب اُسکے کہ آگے بہیجا

اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ

ہاتہوں اُن کے نے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو اور البتہ پاویگا تو اُن کو بہت حرص والا لوگوں سے

عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ

اوپر زندگی کے اور اُن لوگوں سے کہ شریک لاتے ہیں آرزو کرتا ہے ہر ایک اُنکا کاشکے عمر دیا جاوے ہزار برس تک

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○

اور نہیں وہ چہٹانیوالا اُسکو عذاب سے یہ کہ عمر دیا جاوے اور اللہ دیکہتا ہے جو کچہہ کرتے ہیں

اس سورۃ میں آوے گا یہود کہتے تھے کہ جو شخص یہودی ہوگا وہی جنت میں جاویگا۔

یہود کے سوا اور کوئی جنّت میں ہرگز نہ جاویگا- اسپر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان سے یہ کہدو کہ تم لوگ اگر اپنے قول میں سچے ہو اور تم کو جنت میں جانے کا پورا یقین ہی تو تم لوگ مرنے کی آرزو کرو کیونکہ یہ تو تم کو معلوم ہے کہ دنیا کی زندگی کی حالت میں کوئی جنت میں نہیں جا سکتا- پھر اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبر ظاہر فرمائی کہ جس طرح کے عمل یہ لوگ کر رہے ہیں اُن کے انجام سے ڈر کر یہ لوگ موت کی آرزو ہرگز نہیں کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب اللہ کے حکم کے موافق رسول صلے اللہ علیہ وسلم یہود سے موت کی بد دعا کا مباہلہ کرنیکو تیار ہوئے تو یہود کے علماء مباہلہ کو ٹال گئے- کیونکہ ان کو خوب معلوم تھا کہ مباہلہ کرینگے تو اپنے جھوٹ کے سبب سے غارت ہو جاوینگے- مباہلہ کی صورت یہ ہی کہ جب دو فریق میں زبانی بحث سے ایک بات طے نہو تو ہر ایک فریق جھوٹے فریق پر موت کی بد دعا کرتا ہے تمنا مباہلہ کو تمنا اس لئے فرمایا کہ مباہلہ میں ہر فریق جھوٹے فریق کے ہلاک ہو جانے کی تمنا کرتا ہی- سورۂ آل عمران میں مباہلہ کی آیت اور اُسکی تفسیر آوے گی- پارسی لوگوں میں ہزار برس جینے کی دعا کا رواج ہے اسلئے فرمایا یہ یہود لوگ موت کا مباہلہ کیونکر کر سکتے ہیں ان کے دلوں میں تو پارسی لوگوں سے بھی زیادہ دنیا کی زندگی کی حرص لپٹی ہوئی ہے- اس کا سبب یہ ہے کہ پارسی لوگ عذاب قبر- عذاب حشر عقبےٰ کی ان باتوں میں سے کسی بات کے قائل نہیں- اہل کتاب ہونے کے سبب سے ان یہود کے علماء کو عقبےٰ کی سب سختیاں

معلوم ہیں اور تھوڑی سی ضد اور تھوڑے سے لالچ کے سبب سے جو عقبے کی سختیوں میں پھنس جانے کا کام یہ لوگ کر رہے ہیں وہ بھی یہ لوگ خوب جانتے ہیں۔ مثلاً توراۃ کے عہد کے موافق ان لوگوں کو نبی آخر الزماں کی پیروی فرض تھی انہوں نے بجائے پیروی کے نبی آخر الزماں پر جادو کیا ان کو زہر دیا۔ قریش کو بہکا کر خندق کی لڑائی پر آمادہ کیا۔ ایک بڑا پتھر نبی آخر الزماں کے اوپر پٹخ دینے کو تیار ہو گئے۔ پھر فرمایا دنیا کی زندگی کی حرص سے کیا ہوتا ہے۔ شیطان کی طرح اگر یہ لوگ ہزارہا برس بھی جیتے رہے تو ایک دن آخر کو مرینگے اور مرتے ہی عقبے کے عذاب میں گرفتار ہو جاوینگے کیونکہ عذاب عقبے میں گرفتار ہونے کے جو کام یہ لوگ کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہیں۔

صحیح مسلم میں ابو موسے اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کا رات کا اعمالنامہ دن سے پہلے اور دن کا اعمال نامہ رات سے پہلے اللہ تعالے کے ملاحظہ میں فرشتے پیش کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالے کے علم غیب سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالے نے اپنے انصاف سے سزا و جزا کا فیصلہ اپنے علم غیب پر نہیں رکھا۔ بلکہ اُس علم کے دنیوی ظہور پر رکھا ہے۔ اس ظہور کے ملاحظہ کے واسطے اعمالناموں کا دو وقتہ ملاحظہ فرمایا جاتا ہے۔ اوپر یہ جو ذکر تھا کہ علمائے یہود عذاب عقبے میں گرفتار ہونے کے جو کام کر رہے ہیں وہ اللہ تعالے کو سب معلوم ہیں۔ اُس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح

سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان علمائے یہود کے سب اعمال اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ میں
پیش ہو رہے ہیں۔ وقت مقررہ پر اس کا انجام ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا۔
صحیح مسلم میں مستورد بن شدّاد سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا عقبےٰ کے راحتوں کی مثال دریا کی سی ہے جس کے مقابلہ میں تمام
دُنیا کی راحتیں ایسی ہیں جیسے پانی کی تھوڑی سی نمی۔ دُنیا کے تھوڑے سے لالچ میں
پھنس کر علمائے یہود نے اپنی عقبےٰ خراب کرلی۔ اس حدیث کے موافق ان کی
مثال یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک قطرہ پانی کے لالچ میں دریا کو ہاتھ سے کھو دیا۔
مسند امام احمد اور ابو داؤد میں براء بن عازب کی ایک صحیح روایت ہے۔ جس میں اللہ
کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نافرمان لوگوں کی روح قبض کرنے وقت ڈراؤنی
صورت کے فرشتے آتے ہیں اور مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہونیکی
خبر اس مرنے والے شخص کو سُناتے ہیں جس خبر کو سُنکر روح جسم میں جگہہ جگہہ
چھپتی ہے۔ آخر بڑی سختی سے وہ فرشتے اُس مرنے والے شخص کی جان نکالتے ہیں
اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ نافرمان لوگوں کو عقبےٰ
کی جو سختیاں پیش آنے والی ہیں۔ اُس کا سلسلہ قبض روح کے وقت سے ہی
شروع ہو جاتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا

کہہ جو کوئی دشمن ہے واسطے جبریل کے پس تحقیق اُسنے اُتارا ہے اسکو اوپر دل تیرے کے ساتھ حکم اللہ کے سچا کرنیوالا

لِمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ

واسطے اُس چیز کے کہ آگے اسکے ہے اور ہدایت اور خوشخبری واسطے ایمان والوں کے جو کوئی ہو دشمن واسطے اللہ کے

وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ ۝

اور فرشتوں اسکے کے اور پیغمبروں اسکے کے اور جبرئیل اور میکائیل کے پس تحقیق اللہ دشمن ہے واسطے کافروں کے

جب سے عیسٰے علیہ السلام پر توراۃ کے چند احکام کے منسوخ ہونیکی وحی جبرئیل علیہ السلام لائے اُسوقت سے یہود لوگ جبریل علیہ السلام کو اپنا دشمن جانتے تھے۔ کیونکہ اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ توراۃ کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہ ہونگے اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مکّہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو یہود نے آپ سے پوچھا کہ آپ پر وحی کونسا فرشتہ لاتا ہے آپ نے جواب دیا کہ جس طرح اور انبیاء پر جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے رہے ہیں اسیطرح مجھ پر بھی وہی وحی لاتے ہیں۔ یہ سُنکر یہود نے کہا کہ جبریلؑ کو ہم لوگ پہلے سے اپنا دشمن جانتے ہیں اس لیئے اُن کے لائے ہوئے کلام کو ہم قبول نہیں کر سکتے اگر کوئی اور فرشتہ آپ پر وحی لاتا تو ہم آپ پر ایمان لاتے۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جبرئیل کا وحی لانا اللہ کے حکم سے ہے کہ وہ ملائکہ میں اللہ کے رسول ہیں۔ اسپر بھی جو کوئی اللہ کے فرشتوں اور رسولوں کا دشمن ہوگا تو اللہ اُسکا دشمن ہے اللہ تعالےٰ کی دشمنی کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے دشمنوں کی مغفرت نہ فرماوے گا۔

اللہ کے فرشتوں اور اللہ کے رسولوں سے دشمنی کا رکھنا تو بڑی بات ہے
اللہ کے ولیوں سے بھی دشمنی کا رکھنا اللہ سے لڑائی کرنی ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ
کی صحیح بخاری کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ سورۃ التوبہ میں آوے گا
کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے حق میں مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے
پھر جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ حالت شرک پر مرنے کے سبب سے اُن کے باپ
اللہ کے دشمن ہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے وہ مغفرت کی دعا چھوڑ دی۔ سورہ توبہ کی
ان آیتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ سب سے بڑا سبب
اللہ کی دشمنی کا شرک ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کی دشمنی کے حیلہ سے جس طرح
یہود کے اسلام نہ لانے کا ذکر ان آیتوں میں ہے اسی طرح ان کے ایک حیلہ
کا ذکر سورہ آل عمران میں آوے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل میں بعضے
نبیوں کا یہ معجزہ تھا کہ اللہ کی نیاز کی چیز کو ان نبیوں کے معجزہ کے سبب سے ایک آگ آسمان سے
اُتر کر جلا دیتی تھی اور یہی نشانی تھی کہ وہ نیاز قبول ہو گئی۔ یہود جب نبی آخر
الزماں پر ایمان لانے کو کہا جاتا تھا تو وہ یہ بہانہ کرتے تھے کہ ہم کو توراۃ میں حکم
ہے کہ جس نبی سے وہ آگ کا معجزہ ظاہر نہ ہو اُس پر ایمان نہ لاؤ اگرچہ یہود کا یہ بہانہ جھوٹا
تھا توراۃ میں کہیں ایسا ذکر نہیں ہے کہ ہر نبی کے لیئے وہ آگ کا معجزہ ضروری ہے
لیکن یہود کو پورا قائل کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ سچے ہیں تو
جن نبیوں کے پاس یہ معجزہ تھا اُن کو ان لوگوں نے کیوں شہید کیا۔ یہود یہ کہتے

تھے کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اس واسطے ہم اس دین کو نہیں چھوڑ سکتے سورہ آل عمران میں اللہ تعالےٰ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ توراۃ کے نازل ہونے کے بعد سے یہودیوں کا دین چلا ہے اور توراۃ موسےٰ علیہ السلام پر اتری ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام اور موسےٰ علیہ السلام میں ہزار برس کے قریب کا فاصلہ ہے پھر ابراہیم علیہ السلام یہودی کیونکر ہو سکتے ہیں۔

یہود کے حیلوں میں سے ایک یہ بھی حیلہ تھا کہ جب ان پر مردہ جانوروں کی چربی حرام ہوئی تو انہوں نے یہ حیلہ نکالا کہ چربی کو پگھلا کر تیل کی طرح چربی کو کام میں لانا شروع کر دیا۔ یہود کے اس حیلہ کا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جابرؓ کی روایت سے اوپر گزر چکا ہے۔

سورہ الحج کی آیۃ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا سے جس کا حاصل یہ ہے کہ طرح طرح کے عذابوں سے پچھلی بستیاں جو اجڑی پڑی ہیں نافرمان لوگوں کو چاہیئے کہ اُن بستیوں کا حال دیکھیں اور اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں ہر بات کے سمجھنے کے لئے دل جو دیئے ہیں اُس دل سے سمجھیں کہ نافرمانی کا انجام کیسا بُرا ہے۔ اِسی طرح صحیح بخاری اور مسلم میں نعمان بن بشیرؓ سے جو روایۃ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے جسم میں دل ایک ایسے گوشت کا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جاوے تو آدمی کے تمام اعضا درست ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے اکثر سلف کا یہ قول ہے کہ ہر بات کے سمجھنے کی قوت اللہ تعالےٰ نے دل میں رکھی ہے۔ دماغ

میں نہیں۔ اِس آیۃ میں اللہ تعالےٰ نے فانہ نزلہ علےٰ قلبک جو فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے قرآن کی آیتوں کا اثر اللہ کے رسول کے دل میں ڈالا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر بات کے سمجھنے کی قوت اللہ تعالےٰ نے آدمی کے دل میں رکھی ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد بن حنبل۔ ترمذی نسائی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک چھوٹا سا داغ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر اُس گناہ کے بعد اُس شخص نے خالص دل سے توبہ کر لی تو وہ داغ دل پر سے جاتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ شخص بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرتا رہا تو ایسے شخص کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؓ سے روایۃ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے علمِ غیب کے موافق جو لوگ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے جنت میں جانے کے قابل ٹھیر چکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کام بھی ایسے ہی کرتے ہیں جو جنت میں جانے کے قابل ہیں اسی طرح جو دوزخ میں جانے کے قابل ٹھیر چکے ہیں وہ کام بھی ایسے ہی کرتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے قابل ہیں۔

علمائے یہود کی حالت کے ساتھ اِن حدیثوں کو ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ کے علمِ غیب کے موافق انہیں کے عبداللہ بن سلام اور

اُن کے ساتھی جنت میں جانے کے قابل ٹھہر چکے تھے اِس واسطے وہ توراۃ کے عہد کے موافق داخل اسلام ہوئے اور اُس کے بعد اُنہوں نے کام بھی جنت میں جانے کے قابل کئے۔ اور باقی کے اُن تینوں قبیلوں کے لوگ جو اطراف مدینہ میں رہتے تھے اللہ تعالےٰ کے علم غیب کے موافق دوزخی ٹھہر چکے تھے وہ توراۃ کے عہد سے انجان بن گئے اور عمر بھر ایسے گناہ پر گناہ پھر کئے کہ اُن کے دل پر زنگ لگ گیا جس کے سبب سے توراۃ کے عہد کو بالکل بھول گئے اور اُسکے عہد کے موافق داخل اسلام ہونے میں ایسے بہانے اور حیلے کرتے رہے جن کا ذکر اوپر گزرا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

اور البتہ تحقیق اتاریں ہم نے طرف تیری نشانیاں ظاہر اور نہیں کفر کرتے ساتھ اسکے مگر بدکار کیا جب باندھا انہوں نے عہد

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ

پھینک دیتا ہے اسکو ایک فرقہ ان میں سے بلکہ اکثر اُن کے نہیں ایمان لاتے اور جب آیا اُن کے پاس

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ

پیغمبر نزدیک اللہ کے سے سچا کرنے والا واسطے اسکے جو پاس اُن کے ہے پھینک دی ایک جماعت نے ان میں سے جو دیئے گئے ہیں کتاب

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

کتاب اللہ کی پیچھے پیٹھوں اپنی کے گویا کہ وہ نہیں جانتے

حضرت عبد اللہ بن عباس کی صحیح روایتہ کے موافق تفسیر ابن کثیر میں جو شان نزول

ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اُس کا حاصل یہ ہے کہ یہود کے عالم ابن صوریا القطیونی نے ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت موسیٰ کے عصا اور ید بیضا کی طرح آپ کو کوئی معجزہ نہیں ملا۔ پھر ہم آپ کو کیونکر اللہ کا رسول جان لیویں۔ اِس گفتگو میں مالک بن صیف یہودی نے کہا کہ توراۃ میں ایسا کوئی عہد نہیں ہے جس سے ہم لوگوں پر نبی آخر الزماں کی پیروی لازم ہو۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور ابن صوریا کی بات کا تو یہ جواب دیا کہ ان لوگوں کی وہ باتیں جو سوائے ان کے علماء کے دوسرے کسیکو معلوم نہیں ہیں نبی آخر الزماں پر قرآن کے ذریعہ سے روزانہ نازل ہوتی ہیں اور نبی آخر الزماں باوجود ان پڑھ ہونے کے اُن کی باتوں کی اطلاع ان لوگوں کو دیتے ہیں اور یہ لوگ ان باتوں کو توراۃ کے موافق پاتے ہیں تو پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونے میں ان لوگوں کو اور کیا معجزہ درکار ہے۔ اور مالک بن صیف کی بات کا یہ جواب دیا کہ توراۃ کے عہد کو یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں چنانچہ اُسی عہد کے موافق نبی آخر الزمان کے نبی ہونے سے پہلے اُن کے نام کی برکت سے اپنی لڑائیوں میں فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ توراۃ میں نبی آخر الزمان کی جو نشانیاں ہیں اُن سے یہ لوگ نبی آخر الزمان کو اِس طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہر شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ لیکن نبی آخر الزماں جب نبی ہونے کے بعد مکہ سے مدینہ میں آئے تو دو باتوں کے سبب سے ان لوگوں نے توراۃ کے عہد کو بالکل

جھٹلا دیا اور توراۃ کی اُن آیتوں کو بدل ڈالا جس میں نبی آخر الزماں کی نشانیاں تھیں ان دو نو باتوں میں کی پہلی بات تو یہ تھی کہ نبی آخر الزماں سے ان لوگوں کو یہ عداوت ہو گئی کہ ہماری قوم میں مدت سے نبوت چلی آتی تھی غیر قوم بنی اسمٰعیل میں وہ نبوت کیوں گئی۔ دوسری بات یہ کہ ان کو قوم کے جاہل لوگوں سے جو دنیادی فائدہ پہنچتا ہے جب یہ جاہل لوگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں کو سچا نبی جان لیویں گے تو اُن کی طرف مائل ہو جاوینگے جس سے ان لوگوں کا وہ دنیوی فائدہ بند ہو جاوے گا۔ ان لوگوں کی ان باتوں پر اللہ تعالےٰ نے سورۃ الجمعۃ میں فرمایا توراۃ کے عہد کے موافق عمل کرنے کا بوجھ جو ان لوگوں کے ذمہ رکھا گیا تھا۔ اُس بوجھ کو اُنھوں نے آخر کو اس طرح اُٹھایا جس طرح گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لادی جاتی ہیں۔ کیونکہ جس طرح وہ نادان جانور یہ نہیں جانتا کہ اسکی پیٹھ پر کیا چیز لادی ہے اسی طرح یہ نادان لوگ توراۃ بغل میں لئے پھرتے ہیں اور اس بات کو اُنھوں نے بھلا رکھا ہے کہ توراۃ میں جو لکھا تھا اُس میں سے کچھ تو اُنھوں نے بھولا ڈالا۔ اور کچھ بدل ڈالا اور اپنی نادانی کی باتوں سے خود بھی بھکلے اور اپنی قوم کے جاہلوں کو بھی بھکایا۔ سورۃ الجمعۃ کی آیتوں . . . . میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ گدھے سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ گدھا تو انجانی کے سبب سے اپنی پیٹھ کے بوجھ سے بیخبر ہے اور یہ لوگ جان کر اپنی پیٹھ کے بوجھ سے بے خبر بن گئے۔ سورۃ الجمعۃ کی آیتوں کا یہ مطلب کا ہنم لا یعلمون کی گویا تفسیر ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہلِ کتاب میں سے جو شخص اگلی اور پچھلی دو

شریعتوں پر عمل کرے گا اُسکو دوہرا اجر ملیگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ

کی روایت ایک جگہہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جو شخص دین کے کام میں کسی کو بہکاویگا اُس کے ذاتی بداعمالی کی سزا کے علاوہ

اس بہکانے کی سزا اُسکو جدا دی جاوے گی۔ ان روایتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ میں

آجاتی ہے کہ یہود کے علماء اپنی نادانی کی باتوں سے بڑے ٹوٹے میں ہیں کہ انہوں

نے اپنی اُن نادانی کی باتوں سے اپنا دوہرا اجر کھو کر دوہرا عذاب اپنی گردن پر لیا۔

سورۂ آلِ عمران میں آوے گا کہ جب یہود میں سے عبداللہ بن سلام ثعلبہ بن شعبہ

اور اسد بن عبد السلام اسلام لے آئے تو یہود کے ایسے نادان علماء جن کا ذکر ان آیتوں میں

ہے عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھیوں کی مذمت کیا کرتے تھے [illegible]

نے عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھیوں [illegible] فرمایا۔

جو لوگ شریعت ناسخ کے آنے [illegible] کے موافق عمل [illegible] کی مثال ایسی ہے جیسے ایک

کسان نے کھیتی کی اور وقت پر اناج کاٹ کر اپنے گھر لے گیا۔ اور جو لوگ ضد سے

شریعت منسوخ پر عمل کر رہے ہیں اجر کے حساب سے اُن کے عمل اللہ تعالیٰ کے

نزدیک ایسے ہیں جس طرح ایک شخص کھیتی کرے اور عین کھیتی کے کاٹنے کے

وقت سخت آندھی چل کر یا اولے پڑ کر وہ کھیتی برباد ہو جاوے۔ اور یہ دوہرے اجر

اور دوہرے عذاب کی روایتیں جو گزریں اُنکو ان آیتوں سے ملا کر یہ مطلب ہوا کہ ان آیتوں میں جن نادان علمائے یہود کا ذکر ہے شریعت منسوخہ کے موافق اُنہوں نے جو کچھ نیک عمل کئے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے برخلاف ہیں۔ اس واسطے وہ رائگاں ہیں اور اُن کے بدعمل دوہرے عذاب کے لائق ہیں۔ اس لئے اُن کو دوہرا عذاب ہوگا۔ اور سورہ آل عمران میں عبداللہ ابن سلام اور اُن کے ساتھیوں کا جو ذکر ہے اُن کے عمل دوہرے اجر کے قابل ہیں اس واسطے اُن کو دوہرا اجر ملیگا۔

اس سے ایک شخص کی کہیتی کے ہاتھ آجانے کا اور دوسرے شخص کی کہیتی برباد ہوجانیکا مطلب بھی اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

اور پیروی کرنے ہیں اس چیز کی کہ پڑھتے تھے شیطان بیچ وقت سلیمنؑ کے اور نہیں کفر کیا تہا سلیمنؑ نے اور لیکن شیطانوں نے

كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۖ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ

کفر کیا تھا سکہاتے تھے لوگوں کو جادو اور پیروی کی تہی اُس چیز کی کہ اتاری گئی اوپر دو فرشتوں کے بیچ شہر بابل کے ہاروت

وَمَارُوْتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۚ

اور ماروت کے تئیں اور نہیں سکہاتے وہ دونو کسی کو یہاں تک کہ کہتے ہیں سوائے اسکے نہیں کہ ہم آزمائش میں ہیں مت کافر ہو

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۚ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ

پس سیکھتے ہیں اُن دونوں سے وہ چیز کہ جدائی ڈالتے ہیں ساتھ اُسکے درمیان مرد کے اور جورو اُسکی کے اور نہیں ہیں وہ ضرر پہنچانیوالے

مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوْا

ساتھ اُسکے کسیکو مگر ساتھ حکم اللہ تعالےٰ کے اور سیکھتے ہیں وہ چیز کہ ضرر دیتی ہے اُن کو اور نفع دیتی ہے اُنکو اور البتہ تحقیق جانتے ہیں

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۟ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

جوکوئی مول لیوے اُسکو نہیں واسطے اُسکے بیچ آخرت کے کچھ حصہ اور البتہ بُرا ہے جو کچھ کہ بیچا ہے بدلے اُسکے جانوں اپنی کو اگر ہوتے جانتے۔

اوپر ذکر تھا کہ اِن علماے یہود نے توراۃ کو ایسا چھوڑ دیا ہے کہ اُس سے جان بوجھ کر انجان بن گئے ہیں۔ ان آیتوں میں فرمایا توراۃ کو چھوڑ کر بجاے توراۃ کے اس جادو کو اُنہوں نے اپنا دین ٹھیرا یا ہے جو سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جن و انس کے میل جول سے ان میں پھیل گیا ہے۔ جادو کے منتروں میں کفر کے لفظ اور شیاطین سے مدد لینے کے لفظ ہوتے ہیں جنکی تصدیق کفر ہے۔ اسی واسطے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جادوگر کی باتوں کو سچا جانے گا تو اُسنے شریعت محمدی کا انکار کیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور مسند بزار کی سند بھی معتبر ہے جادو کے رواج کو یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کی طرف جو منسوب کرتے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہ جادو تو شیاطین اور ہاروت ماروت کے سبب سے پھیلا ہے۔ ہاروت ماروت کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی آدم کے طرح طرح کے گناہ دیکھکر فرشتوں نے اللہ تعالےٰ کے روبرو بنی آدم پر کچھ طعن کی تھی۔ یہ طعن سُنکر اللہ تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا اگر بنی آدم جیسی نفسانی خواہشیں تم میں ہوتیں تو تمہارا بھی گناہوں سے بچنا دشوار تھا۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم تو یا اللہ تیری نافرمانی کبھی ایسی نہ کرینگے جیسی نافرمانی بنی آدم کرتے ہیں۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے

فرشتوں میں کے بڑے عابد دو فرشتے جن کا نام ہاروت ماروت تھا چھانٹے
اور انسان کی سی سب خواہشیں اُن میں پیدا کر کے کوفہ کی سرزمین پر جو ایک جگہ
بابل ہے وہاں اُن کو بھیجا۔ یہ دونو فرشتے دن بھر بابل میں رہ کر لوگوں کے
مقدمات فیصلہ کیا کرتے اور شام کو اسم اعظم پڑھ کر اُڑتے اور آسمان پر چلے
جاتے۔ ایک دن زہرہ نام کی ایک پارسن عورت ان کے پاس ایک مقدمہ
فیصلے کے لئے لائی۔ یہ عورت نہایت خوبصورت تھی انسان کی خواہشیں ان
فرشتوں میں موجود تھیں۔ اس لئے اُنہوں نے اُس عورت سے بدکاری کی
خواہش ظاہر کی۔ اُس عورت نے کہا یوں تو تمہارا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا
ہاں تم یہ تین کام کر لو تو تمہارا مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک تو جس شخص کو میں تبلاؤں
اُسکو قتل کرو۔ دوسرے ہماری قوم کا جو بت ہے اُسکو سجدہ کرو۔ تیسرے شراب پی لو
کئی دن تو ان میں اور اُس عورت میں حیل وحجت رہی آخر یہ ٹھہری کہ فقط شراب کا
پینا اُنہوں نے منظور کر لیا۔ اور شراب کے نشہ میں علاوہ بدکاری کے اور شرک کے قتل
نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا۔ اور ان گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر
طرح طرح کا عذاب ہوتا رہیگا۔ یہی دونو فرشتے پابندی شریعت کے جانچنے کے
لئے پہلے لوگوں کو جادو سیکھنے سے منع کرتے ہیں اور جب لوگ نہیں مانتے تو
اُن کو جادو سکھا دیتے ہیں۔ اس قصے کے صحیح ہونے کا اکثر مفسرین نے انکار کیا
ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس قصہ کی سب روایتیں ایک رسالہ میں جمع کی ہیں

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ہے۔ عبداللہ بن عباس کے قول کے
موافق یہ قصہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا ہے۔ یہ ادریس شیث علیہ السلام
کے بیٹے اور آدم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ صحیح بخاری کی معراج کی حدیث میں
ادریس علیہ السلام کا دوسرے آسمان پر ہونا جو بیان کیا گیا ہے وہ ایک راوی
شریک بن عبداللہ کی غلطی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ انسؓ بن مالک کی روایتہ کے موافق
ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں۔ فرقہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ سرے سے
دنیا میں جادو کا وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف میں جو جادو کا کئی جگہ ذکر ہے
وہ اور صحیح بخاری اور مسلم کی حضرت عائشہ کی وہ حدیث جس میں بن الاعصم کا اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کا قصہ ہے۔ اہل سنت کے قول کی تائید
کے لئے کافی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جادو کا سیکھنا کبیرہ گناہ ہے ترمذی میں
جندب الازدی سے جو روایتہ ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے۔ یہ جندب کا قول ہی
حدیث نہیں ہے۔ ابوہریرہ کی روایتہ اور جندب الازدی کی روایتہ میں مطابقت
پیدا کرنے کے لیئے علماء نے کہا ہے کہ اگر بغیر دخل تقدیر الٰہی کے کوئی شخص جادو
میں مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھے تو یہ کفر اور اسکی سزا قتل ہے ورنہ کبیرہ گناہ ہے۔ امام
رازی نے معجزہ اور جادو کا فرق پہچاننے کی غرض سے جادو کے سیکھنے کو واجب
لکھا ہے۔ مگر اور علماء نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ ضرور جادو

سیکھتے۔ آیۃ الکرسی قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس میں جادو کا ضرر جاتے رہنے کی ایک خاص تاثیر اللہ تعالےٰ نے رکھی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عائشہؓ عبداللہؓ بن عباس انس بن مالک سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ لبید بن الاعصم نے جب اپنی بیٹیوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا تو خواب میں دو فرشتوں نے اُس جادو کا حال بتلایا کہ اللہ کے رسول کے کچھ بالوں اور کنگھے کے دندانوں پر یہ جادو کیا گیا ہے اور ذروان کا کنواں جو مشہور ہے وہاں یہ جادو کی چیزیں ایک پتھر کے نیچے دبائی گئی ہیں۔ جب یہ چیزیں منگوائی گئیں تو معلوم ہوا کہ سر کے بالوں اور ایک تانت کے ٹکڑے میں گیارہ گرہ لگائی گئی تھیں۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی گیارہ آیتوں کے پڑھنے سے وہ گیارہ گرہ کھل گئیں اور اللہ کے رسول تندرست ہو گئے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ان روایتوں میں فرشتوں کی شہادت سے دنیا میں جادو کا موجود ہونا پایا جاتا ہے۔ جس سے فرقہ معتزلہ کا یہ قول غلط ٹھیرتا ہے کہ دنیا میں جادو کا وجود نہیں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنو اور واسطے کافروں کے ہے عذاب دکھ دینے والا

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

نہیں دوست رکھتے وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب سے اور نہ مشرکوں سے کہ اتاری جاوے اوپر تمہارے کچھ بھلائی

رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

پروردگار تمہارے سے اور اللہ کرتا ہے خاص ساتھ اپنی رحمت کے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل بڑے کا

اِس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو راعنا کے لفظ کے کہنے سے منع کیا ہے۔
کیونکہ ظاہر معنی تو اِس لفظ کے یہ ہیں کہ اے رسول اللہ کے ہماری طرف متوجہ ہو جبوقت
صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات دوبارہ
پوچھنے جاتے تھے اُس وقت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ مصروف کرنے
کے لیئے یہ لفظ کہا کرتے ہیں۔ لیکن یہود نے اِس لفظ کو جب مسلمانوں سے سُنا تو خود بھی
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرتے وقت یہ لفظ کہنا شروع کردیا
مگر یہ لوگ زبان کو دانتوں میں دبا کر عداوت کے سبب سے اِس طرح اِس لفظ کو
بولتے تھے جس کے معنے اُن کی زبان میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
کی شان کے مخالف تھے۔ اِس لیئے اللہ تعالےٰ نے مُسلمانوں کو توآئندہ اِس لفظ
کے بولنے سے روک دیا اور فرمایا کہ یہود اپنے کفر اور عداوت کے سبب سے ایسی باتیں
کرتے ہیں جس سے یہ لوگ ایک دن سخت عذاب میں پکڑے جاوینگے۔ صحیح بخاری
اور مسلم کے حوالہ سے نعمان بن بشیر کی روایتہ ایک جگہ اوپر گذرچکی ہے جس میں اللہ
کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب دوزخیوں سے کم عذاب جس شخص پر
ہوگا اُسکو آگ کی جوتیاں پہنادی جاوینگی جس سے اُس کا بھیجا نکل پڑے گا اور پھر بھیجا
پیدا کردیا جاویگا۔ اب جن لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ
ایک دن سخت عذاب میں پڑجاوینگے اُن کے عذاب کا کیا حال ہوگا اُسکو اللہ ہی
جانے حضرت عائشہ کی روایت ہے ایک حدیث مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں ہے

جس کو شرح جامع صغیر میں صحیح کہا ہے۔ حاصل اِس روایۃ کا یہ ہے کہ نامہ
اعمال تین طرح کے ہیں ایک نامہ اعمال شرک کا ہے اِس نامہ اعمال والے
شخص کی بخشش قیامت کے دن ہرگز نہ ہوگی۔ دوسرا نامہ اعمال اُن بلا توبہ
کبیرہ گناہوں کا ہے جو فقط اللہ کے گناہ ہیں جیسے نماز کا نہ پڑھنا یا روزے
نہ رکھنا۔ اِن گناہوں کی توقع ہے کہ اللہ چاہے تو بخشدیوے۔ تیسرا نامہ اعمال
اُن کبیرہ گناہوں کا ہے جن گناہوں میں بندوں کا بھی حق ہے جیسے کسی کی توہین
کرنا۔ اِن گناہوں میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جاوینگی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں
ابوہریرہ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ تم مفلس کس شخص کو کہتے ہو۔ صحابہ نے کہا
کہ ہم مفلس اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو آپ نے فرمایا اصل
مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن اُسکے اعمالنامہ میں نماز روزہ ہر طرح کے
نیک عمل ہونگے لیکن کسی کی توہین کی ہوگی کسی کا مال چرایا ہوگا۔ اِس لیئے ایسے
شخص ظالم کی نیکیاں مظلوموں کو دیدی جاوینگی اور نیکوں کے دینے کے بعد بھی
مظلوموں کا حق رہ جاوے گا تو مظلوموں کے گناہ ظالم کے ذمہ ڈال دیئے
جاویں گے اور یہ ظالم شخص دوزخی قرار پاوے گا۔ ان روایتوں کو آیتوں کے ساتھ
ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہود لوگ زبان کو دانتوں میں
دبا کر راعنا کے لفظ کو اس طرح جو بولتے تھے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی توہین تھی یہ تیسرے اعمالنامہ کا گناہ تھا اور یہ اوپر گزر چکا ہے کہ
توراۃ کے عہد کے برخلاف شریعت منسوخہ کے موافق جو کچھ نیک عمل کرتے تھے
وہ مرضی الٰہی کے موافق نہ ہونے سے رائگاں ہیں اس لیئے وہ عمل تیسرے اعمالنامہ
کے کسی گناہ کا معاوضہ نہیں قرار پا سکتے۔ اس واسطے اس توہین رسول کے گناہ
کی سزا ان لوگوں کو جدا دی جاوے گی۔ یہود کی عداوت کا سبب یہی تھا کہ نبی آخرالزماں
بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ مشرکین مکہ کو
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس لیئے ناگوار تھی کہ وہ مکہ کے ولید بن
مغیرہ یا طائف کے عروہ بن مسعود جیسے کسی مالدار آدمی کی نبوت کو چاہتے تھے۔
چنانچہ اس کا ذکر ایک جگہ تفصیل سے گزر چکا ہے کہ حب دنیا کی خوشحالی اور تنگدستی کا
اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ انسان کی تدبیر کا اسمیں دخل نہیں
ہزاروں اہل تدبیر روٹی سے محتاج ہیں اور ہزاروں بے عقل مالدار ہیں اسیطرح
اپنی حکمت کے موافق اللہ تعالےٰ نے جس کو چاہا نبی کیا نہ علمائے یہود کو اس بات کے
کہنے کا حق ہے کہ بنی اسمٰعیل میں نبوت کیوں گئی نہ مشرکین مکہ کو اس بات کے کہنے
کا حق ہے کہ کوئی مالدار آدمی نبی کیوں نہیں ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے
دونوں بیٹوں اسحاق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں نبوت کے چلنے
کی دعا کی تھی۔ اُن کی دعا کے ایک ٹکڑے کے اثر سے مدت تک بنی اسرائیل میں
نبوت رہی اور دوسرے ٹکڑے کے اثر سے آخر کو بنی اسمٰعیل میں نبوت آئی یہ

علمائے یہود اپنی نادانی سے ابراہیم علیہ السلام کی آدھی دعا کو رائگاں کرنا چاہتے ہیں یہ اللہ کو منظور نہیں۔ کسی شخص کی اچھی حالت کو دیکھکر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اس اچھی حالت والے شخص کی حالت اسکو مل جاوے تو اسے حسد کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی خواہش کو اس واسطے قرآن میں حسد فرمایا ہے کیونکہ وہ یہی چاہتے تھے کہ بنی اسمٰعیل میں سے نبوت چھینی جا کر اُن کو مل جاوے۔ معتبر سند سے طبرانی میں ضمرہؓ بن ثعلبہ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قوم میں حسد پھیل جاوے گا تو وہ قوم کبھی بہبودی کو نہ پہونچ سکے گی۔ یہود کا حال اس حدیث کے موافق ہے کہ جب سے انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر حسد شروع کیا دُنیا میں جلاوطن اور قتل کی ذلت بھگتی اور عقبےٰ میں سخت عذاب کے مستحق ٹھیرے۔

صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایتہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مری ہوئی بکری کو دیکھکر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کی قدر اس مری ہوئی بکری سے بھی کم ہے۔ اِس حدیث سے مشرکین مکہ کی نادانی کا حال اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ دُنیا کی مالداری کو ایسی قدر کی چیز سمجھتے تھے کہ نبوت کسی مالدار آدمی کے لیئے موزوں جانتے تھے۔ حالانکہ کسی خاص شخص کی دنیا کی مالداری تو کیا چیز ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام دنیا کی قدر ایک مری ہوئی بکری کے برابر بھی نہیں۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

جو موقوف کرتے ہیں ہم آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم اُن کو لاتے ہیں ہم بہتر اُن سے یا مانند اُن کی کیا نہ جانا تو نے یہ کہ اللہ تعا

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا

اوپر ہے ہر چیز کے قادر کیا نہیں جانا تو نے یہ کہ اللہ تعالیٰ واسطے اسکے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

نہیں واسطے تمہارے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوست اور مددگار

یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ کا حکم کبھی منسوخ نہیں ہوتا۔ اِس لئے توراۃ کے تمام احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہ ہوں گے۔ اِسی غلط اعتقاد کے سبب سے اُنہوں نے انجیل اور قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ ان کو اللہ کا کلام مان لیتے تو اس سے ان کو توراۃ کے بعضے احکام کا منسوخ ہونا ماننا پڑتا تھا۔ سورۃ آلِ عمران کے اُس معاہدہ کا ذکر ایک جگہ گذر چکا ہے جو اللہ تعالےٰ نے سب انبیا سے اور انبیاء نے اپنی اپنی امتوں سے لیا ہے کہ دُنیا کے ہر دَور میں اُسی شریعت کے موافق عمل ہوگا جو شریعت اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق اُس دور کے لئے ٹھیرائی گئی ہے۔ اِس واسطے اگر پہلا نبی مابعد میں آنے والے نبی کا زمانہ پاوے تو خود اُس نبی پر ایمان لاوے۔ ورنہ اپنی اُمت کو اُسکے موافق وصیت کر جاوے۔ یہ معاہدہ آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر عیسےٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اِس لئے آپ سے یہ عہد نہیں

لیا گیا۔ اِس معاہدہ کی بناء پر معتبر روایتوں میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میرے زمانہ میں موسےٰ علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی شریعت محمدی کی پیروی کرتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر یہود کے غلط اعتقاد کے موافق توراۃ کے احکام قیامت تک منسوخی کے قابل نہ ہوتے تو پھر موسےٰ علیہ السلام سے مابعد میں آنے والے نبی کی پیروی کا عہد کیوں لیا جاتا۔ سورۃ الانعام میں آوے گا کہ یہود نے جب کوئی گناہ کیا وقت بوقت اُس گناہ کی سزا میں اللہ تعالےٰ نے اُس وقت کے چلانیوالے نبی کے ذریعہ سے مثلاً گائے اور بکری کی انتڑیوں اور گردوں پر کی چربی یا مثلاً اونٹ اور بطخ کا گوشت یہ چیزیں یہود پر حرام کر دیں۔ یہود کے غلط اعتقاد کے موافق توراۃ کے احکام اگر قیامت تک منسوخی کے قابل نہ تھے تو پھر توراۃ کے احکام میں ترمیم کیجا کر یہود پر یہ چیزیں کیونکر حرام ہو جاتیں۔ توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کو ساتھ کے ساتھ دو بہنوں سے نکاح کرنا جائز تھا۔ توراۃ کے نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہود کا یہ اعتقاد بھی غلط تھا۔ کہ اللہ کا کوئی حکم کبھی منسوخ نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعود کی ایک بڑی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کو جھوٹ سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ جھوٹ آدمی کو ایسے رستہ پر لگا دیتا ہے کہ جس کا انجام دوزخ ہے۔

اس حدیث سے علمائے یہود کا یہ حال اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان کے اس جھوٹ نے کہ توراۃ کے احکام قیامت تک منسوخ نہ ہوں گے انہیں اس دوزخ کے راستہ سے لگا دیا کہ انہوں نے شریعت عیسوی اور شریعت محمدی دو شریعتوں کا انکار کر دیا۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ توحید سب آسمانی کتابوں میں یکساں ہے۔ اسلئے دو شریعتوں کے انکار سے تمام آسمانی کتابوں کو انہوں نے جھٹلایا اور توحید کو جھٹلا کر کافر بن گئے جس کا انجام دوزخ ہے۔ ان آیتوں میں یہ جو فرمایا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ توراۃ کے احکام کو منسوخ کرنا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ علمائے یہود جو توراۃ کی منسوخی کے منکر ہیں تو وہ اللہ کی قدرت کے گویا منکر ہیں۔ یہ جو فرمایا کہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی سلطنت میں جو حکم چاہے دے سکتا ہے۔ علمائے یہود کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے نبوت کے بنی اسمٰعیل میں آجانے پر یا شریعت محمدی سے شریعت موسوی کے منسوخ ہو جانے پر کچھ حجت کر سکیں۔ یہ جو فرمایا اور نہیں تمہارا سوا اللہ کے حمایتی اور مددوالا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ علمائے یہود اپنی نادانی کی باتوں سے اللہ کے انتظام میں جو دخل دیتے ہیں تو اس بیجا دخل پر اللہ ان سے مواخذہ کرے گا۔ اور جب اللہ ان سے مواخذہ کرے گا تو اُس مواخذہ سے چھڑانے کے لیے ان کو کوئی حمایتی اور مدد دینے والا نظر نہ آوے گا۔ یہ علمائے یہود اللہ تعالےٰ کی طرح طرح نافرمانیاں کرتے تھے۔ اور اسپر یہ کہتے تھے کہ ہم بنی زادے ہیں۔

دُنیا میں اگر کوئی بُرا کام ہم سے ہو بھی جاوے گا تو ہمارے بڑے قیامت کے دن اللہ کی جناب میں ہماری شفاعت کر کے ہم کو دوزخ سے بچا لیویں گے۔ صحیح بخاری اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر کی دوزخ سے بچانے کی شفاعت کرینگے مگر منظور نہ ہوگی۔ علمائے یہود کی اس بکواس کے ساتھ کہ اُن کے بڑے قیامت کے دن اُن کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیویں گے۔ اس ابوہریرہؓ کی روایتہ کو ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان بکواسی علمائے یہود کے بڑوں کے بڑے ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی مرضی کے برخلاف خود اپنے باپ آذر کو دوزخ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے تو پھر ان بکواسی علمائے یہود کے بڑے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف اُن کو عذاب دوزخ سے کیونکر بچا سکتے ہیں۔

پچھلے انبیا اور پچھلی اُمتوں کے قصّے یا جنت اور دوزخ کا آئندہ کا حال جن آیتوں میں ہے اُن آیتوں کو اخبار کی آیتیں کہتے ہیں۔ کیونکہ ان آیتوں میں گزشتہ اور آئندہ کی خبر دی گئی ہے۔ اس طرح کی آیتوں میں ناسخ منسوخ نہیں ہے۔ کس لیئے کہ ایک خبر کو دو طرح سے بیان کرنے میں ایک خبر جھوٹی ٹھیرتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اسی طرح وعدہ کی آیتوں کا حال ہے کیونکہ وعدہ کر کے اُسکو پورا نہ کرنا وعدہ خلافی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے۔ حاصل کلام

یہ ہے کہ اس طرح کی آیتوں کو بعضے مفسروں نے ناسخ منسوخ میں جو داخل کیا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ بعضی آیتوں کا حکم کسی سبب پر منحصر ہوتا ہے مثلاً زکوٰۃ کے حکم کا سبب مالداری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جب تک مالدار ہے اسوقت تک زکوٰۃ کا حکم اس سے متعلق ہے جب یہ شخص مفلس ہو جاوے گا تو یہ حکم اُس سے متعلق نہ رہیگا۔ اِسی طرح ہجرت سے پہلے اہلِ اسلام کی کمزوری کے سبب سے درگزر کا حکم تھا۔ لڑائی کا حکم نہیں تہا۔ ہجرت کے بعد جب اہلِ اسلام میں قوت آگئی تو لڑائی کا حکم ہوا اب ضعف اسلام کے زمانہ میں پہر وہی درگزر کا حکم ہے لڑائی کا حکم نہیں ہے۔ غرض لڑائی کا حکم اپنے وقت پر ہے جس کا سبب قوتِ اہل اِسلام ہے اور درگزر کا حکم اپنے وقت پر ہے۔ جس کا سبب ضعفِ اسلام ہے۔ لڑائی کے حکم سے درگزر کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے اِسی واسطے صحیح مسلم کی ابوسعیدؓ خدری کی روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایماندار شخص کوئی بات خلاف شریعت دیکہے تو قوت اسلام کے زمانہ میں اُسکو ہاتھ پیر کی قوت سے مٹا دے اور اگر ضعفِ اِسلام کے سبب سے اتنی قوت نہ ہو تو زبانی نصیحت سے کام لیوے اگر اتنی قوت بھی نہ ہو تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے کہ اُس خلافِ شریعت بات کو دل سے بُرا جانے۔ اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اِس ضعفِ اسلام کے زمانہ میں درگزر پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ بعض تفسیروں میں لڑائی کے حکم سے درگزر کے حکم کو منسوخ جو ٹہیرایا ہے وہ صحیح نہیں ہے

کیونکہ منسوخ حکم کے موافق کسی زمانہ میں عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اوپر کی صحیح حدیث میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قوتِ اسلام کے زمانہ میں لڑائی کے حکم کے موافق اور ضعفِ اسلام کے زمانہ میں درگزر کے حکم کے موافق عمل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اوپر کے بیان سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ سوائے امرونہی کی آیتوں کے اور قسم کی آیتوں میں ناسخ منسوخ نہیں ہے۔ اگر ایک حکم کسی آیتہ کے ذریعہ سے نازل ہوکر دوسرا حکم ایسا نازل ہو جس سے پہلے حکم پر عمل کرنا موقوف ہوجاوے تو ایسے دونوں حکموں کو ناسخ منسوخ کہتے ہیں جس حکم پر عمل موقوف ہوگیا اُسکو منسوخ کہتے ہیں اور جس حکم پر عمل جاری ہے اُسکو ناسخ کہتے ہیں۔ ناسخ منسوخ کے یہ معنے جو اوپر بیان کئے گئے صحابہ اور تابعین کے قولوں سے یہی معنے ناسخ منسوخ کے نکلتے ہیں۔ ناسخ منسوخ اِس معنے کی بنا پر کوئی حدیث کسی آیتہ قرآن کی ناسخ نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں پائی جاتی جس سے قرآن شریف کا کوئی حکم بالکل موقوف ہوگیا ہو بلکہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں اُن میں یا تو قرآن شریف کی کسی آیتہ کے مضمون کی تاکید ہے یا تفسیر کے طور پر قرآن شریف کا مطلب بیان کرنے میں کچھ لفظ بڑھائے گئے ہیں۔ جیسے سورۃ النساء کی آیتہ حرمت علیکم اُمہاتکم میں عورت کی پھوپی یا خالہ کے ساتھ عورت کی زندگی میں نکاح کے جائز یا ناجائز ہونے کی تفصیل نہ تھی۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آیتہ کی تفسیر کے طور پر یہ بات

آیتہ کے مضمون میں بڑھادی کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے۔ اب صحابہ اور تابعین کے نزدیک یہ آیتہ اِس لیئے منسوخ نہیں ہے کہ آیتہ کا حکم حدیث سے موقوف نہیں ہوا بلکہ اُس میں ایک بات کی مناہی اور بڑھ گئی۔ صحابہ اور تابعین نے جو معنے ناسخ منسوخ بیان کیئے ہیں اُن کے موافق تمام قرآن میں جو پانچ آیتیں منسوخ ہیں وہ یہ ہیں۔

نام سورۃ	ناسخ آیتہ	نام سورۃ	منسوخ آیتہ
بقرہ	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعۃ اشهر وعشرا	بقرہ	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج
نساء	یوصیکم اللہ فی اولادکم۔	بقرہ	کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ۔
الانفال	الئن خفف اللہ عنکم۔	الانفال	ان یکن منکم عشرون صابرون۔
مجادلہ	فان لم تجدوا فان اللہ غفور الرحیم	مجادلہ	اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ
المزمل	علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم۔		یا ایها المزمل قم اللیل۔

جس حدیث کی سند میں اول سے آخر تک اِس کثرت سے راوی ہوں جنکو عادت کے موافق جھٹلایا نہ جا سکے اُسکو متواتر کہتے ہیں اور جس حدیث کے راوی اِس کثرت سے نہ ہوں اُسکو مشہور کہتے ہیں جو متاخرین یہ کہتے ہیں کہ حدیث سے قرآن شریف کی آیتہ منسوخ ہو سکتی ہے اُن میں اختلاف ہے کہ تابعیوں کے آخری زمانہ میں حدیث

کی کتابیں لکھی گئی ہیں اِس واسطے اول سے آخر تک متواتر سند کی کوئی حدیث نہیں مل سکتی۔ اِس اختلاف کی پوری تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں ہے جس کا یہاں بیان کرنا موجب طوالت ہے۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ

کیا ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ سوال کرو پیغمبر اپنے سے جیسا سوال کیا گیا تھا موسےٰ پہلے

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۝

اس سے اور جو کوئی بدل ڈالے کفر کو بدلے ایمان کے پس تحقیق گمراہ ہوا راہ سیدھی سے۔

یہود کے بہکانے سے بعضے غیر ضروری باتیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر ضروری باتوں کے پوچھنے سے روکا اور فرمایا کہ کیا تمہارا بھی ارادہ ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح غیر ضروری باتیں پوچھنے کی عادت ڈالو۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حج کی آیت اُتری تو ایک صحابی اقرع بن حابس نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہر سال کے لئے حج فرض ہوا ہے۔ پہلے تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اقرع بن حابس کے سوال کا کچھ جواب نہیں دیا جب اقرع بن حابس نے تین دفعہ اپنے سوال کو دوہرایا تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہر سال کے لئے فرض نہیں ہے۔ لیکن میں اِس سوال کے جواب میں اگر ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال کے لئے فرض ہو جاتا اور ہرگز تم میں یہ طاقت نہیں

تھی کہ ہر سال حج کر سکتے۔ صحیح بخاری میں جو ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہے اُس میں آپ نے
یہ بھی کہا کہ پہلی اُمتیں غیر ضروری سوال اپنے انبیا سے کر کے غارت ہو گئیں۔ مثلاً یہودنے
موسےٰ علیہ السلام سے کھلم کھلا اللہ تعالےٰ کو دیکھنے کا سوال کیا جس سے وہ بجلی گر کر
ہلاک ہو گئے اِس لئے تم غیر ضروری سوال نہ کیا کرو۔ بلکہ جس کام کو میں کہوں تا بمقدور
کر لیا کرو۔ اور جس سے منع کروں اُس سے باز رہو۔ اِن حدیثوں کو آیتہ کے ساتھہ
ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ بنی اسرائیل نے کونسا بیجا سوال
کیا تھا جسپر وہ بجلی گر کر ہلاک ہو گئے اور مسلمانوں میں سے کس صحابی نے کیا بیجا سوال
کیا تھا جسپر یہ خفگی کی آیتہ نازل ہوئی۔ سورۃ الاعراف میں آوے گا کہ جب کوہ طور پر
اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام سے باتیں کیں تو موسےٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی
کی خواہش کی۔ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی اس خواہش کے جواب میں
فرمایا۔ اے موسےٰ اِس خواہش سے باز آؤ تم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تم مجکو
دیکھہ سکو۔ یہ پہاڑ جو تم سے زیادہ مضبوط ہے تم اُسکی طرف دیکھتے رہو کہ پہاڑ بھی
میرے جلوہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے پہاڑ کی طرف دیکھا
تو پہاڑ ٹوٹکر چکنا چور ہو گیا۔ اور موسےٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش
میں آئے تو دنیا میں اللہ تعالےٰ کے دیدار کی خواہش سے توبہ کی۔

صحیح مسلم اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُس میں اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک آدمی مر کر پھر نہ جئے اللہ تعالےٰ کو نہیں

دیکھ سکتا۔ کیونکہ دنیا کی بینائی میں دیدار کی خواہش اس لیئے پوری نہیں ہوئی کہ
دنیا کی بینائی میں اللہ تعالے کے دیکھنے کی قوت نہیں ہے۔ اور سورۃ الاعراف کی
آیتوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جب موسے علیہ السلام جس
خواہش سے توبہ کر چکے تھے تو یہود میں کے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا
دیکھنے کے سوال کی جرأت قابل سزا کی تھی۔ کیونکہ جس خواہش کو اُن کے نبی نے توبہ
کے قابل قرار دیا اُس خواہش کے پورا ہونے پر ان لوگوں کی ضد شانِ ایمان کے
مخالف ایک ضد تھی اس واسطے آخر آیتہ میں فرمایا اور جو کوئی انکار خریدے بدلے
میں یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کے نبی
موسے علیہ السلام نے دنیا میں اللہ کے دیدار کی خواہش سے توبہ کی تو شریعت
موسوی کا یہ ایک یقینی مسئلہ تھا کہ دنیا میں کسی کو اللہ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں
نے اس یقینی مسئلہ کا انکار کر کے دنیا میں کھلم کھلا اللہ تعالے کو دیکھنا جو چاہا یہ اُنکی
شانِ ایمانداری کے خلاف اور سیدھی راہ کی بھول تھی۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہؓ بن مسعود کی اور صحیح سند سے ترمذی میں عبد اللہؓ
بن عباس کی روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ یہود کے بہکانے سے قریش نے
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کی حقیقت کا سوال کیا تھا۔ ان روایتوں
سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس طرح اسلام کے بعد یہود کے
بہکانے سے بعضے مسلمان غیر ضروری باتیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے

پوچھتے تھے۔ اِسی طرح اسلام سے پہلے بھی قریش کو بہکایا کرتے تھے۔ مطلب ان علمائے یہود کا اس بہکانے سے یہ تھا کہ ان کے بہکانے سے جو باتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی جائیں اگر ان باتوں میں سے کسی بات کا جواب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نہ دے سکیں تو آپ کی نبوت کی طرف سے اپنی بات کا جواب نہ پانے کے سبب سے پوچھنے والوں کے دل میں ایک طرح کا شبہ پڑ جاوے مگر اللہ کے رسول تو سچے رسول تھے۔ کوئی بات ان لوگوں نے ایسی نہیں پوچھی جس کا جواب ان کو نہ ملا ہو۔ کیونکہ جو بات ان لوگوں نے پوچھی اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ سے اُسکا جواب اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسا نازل فرمایا کہ یہہ علمائے یہود اُس جواب کو سُنکر قائل ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا مصر میں جا کر آباد ہونیکا قصہ۔ اصحاب کہف کا قصہ روح کی حقیقت کا حال یہ سب ان ہی علمائے یہود کی پوچھی ہوئی باتوں کے جواب ہیں۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ

اور دوست رکھتے ہیں بہت اہل کتاب میں سے کاش کے پھیر دیویں تم کو پیچھے ایمان تمہارے کے کافر

حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا

حسد سے پاس جی اپنے کے سے پیچھے اسکے کہ ظاہر ہوا واسطے اُن کے حق پس معاف کرو اور درگزر کرو

حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

یہاں تلک کہ لاوے اللہ حکم اپنا تحقیق اللہ تعالےٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور قائم رکھو نماز کو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

اور دو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیجو گے واسطے جانوں اپنی کے بھلائی سے پاؤ گے اسکو نزدیک اللہ تعالےٰ کے

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

تحقیق اللہ تعالےٰ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔

یہ اوپر گزر چکا ہے کہ اصل عداوت تو علمائے یہود کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ نبی آخر الزماں ان کی قوم میں سے کیوں نہیں ہوئے بنی اسمٰعیل میں سے کیوں ہوئے۔ یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ ان لوگوں کی یہ عداوت ایک زبردستی اور نادانی کی عداوت تھی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں کی اولاد میں نبوت کے چلنے کی دعا کی تھی وہ دعا ابراہیم علیہ السلام کی قبول ہوئی اور اس دعا کے ایک ٹکڑے کے اثر سے مدت تک اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہی اور اب آخر کو اس دعا کے دوسرے ٹکڑے کے اثر سے وہ نبوت بنی اسمٰعیل میں آئی ہے۔ یہ لوگ اپنی زبردستی اور نادانی سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے دوسرے ٹکڑے کو رائگاں کھونا چاہتے ہیں یہ بات اللہ کو منظور نہیں۔

اب ان لوگوں کی عداوت دن بدن اور بڑھتی جاتی تھی کہ باوجود ان پڑھ ہونے کے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے وقت بوقت ایسی باتیں معلوم ہوتی رہتی تھیں جن سے ان علمائے یہود کو قائل ہونا پڑتا تھا۔ مثلاً ان میں کا ایک سردار کعب بن اشرف فتح مکہ سے پہلے مکہ گیا اور قریش کو مسلمانوں سے لڑنے کے لیئے آمادہ

کیا اور قریش نے جب بات چیت میں اُس سے پوچھا کہ تم اہلِ کتاب ہو بھلا یہ تبلاؤ کہ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد کا اس نے اہل کتاب ہو کر مشرکین کے شرک کے دین کو اسلام کے توحید کے دین سے اچھا تبلایا۔ اللہ تعالےٰ نے سورۃ النساء کی آتیں نازل فرما کر اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ سے آگاہ کر دیا۔ یہ کعب بن اشرف شاعر بھی تھا۔ اور اکثر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اسکی ان باتوں سے تنگ آن کر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے بھانجے محمد بن مسلم صحابی کو حکم دیا اور محمد بن مسلم نے موقع پا کر ایک رات کو سنہ تین ہجری میں اسے قتل کر ڈالا۔ صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ کی روایۃ سے یہ قصہ پورا ہے۔ خیبر کے بارہ یہودیوں نے یہہ فریب کیا کہ ایک دن صبح کو مسلمان ہو گئے اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھہ پڑہی تیسرے پہر کو پھر مرتد ہو گئے۔ تاکہ تازہ دم مسلمانوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ اس دین محمدی میں کچھہ نقصان ضرور ہے جو یہہ لوگ اہلِ کتاب ہو کر اس دین میں داخل ہوئے اور پہر مرتد ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے سورۃ آل عمران کی آتیں نازل فرما کر اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اس فریب کا حال جتلایا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ہجری میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑہائی کی اور دس دن کے محاصرہ کے بعد خیبر فتح ہو گیا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور اُسکی شرح فتح الباری میں فتح خیبر کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ مدینہ کے اطراف میں جو یہود رہتے تھے اُن میں سے بنی قینقاع کے مشہور عالم عبد اللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی

مسلمان ہو گئے تھے اسواسطے ان آیتوں میں اکثر یہود کی عداوت کا جو ذکر فرمایا سکو اس عداوت میں شریک نہیں کیا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِہِمْ جو فرمایا اسکا مطلب یہ ہو کہ ان لوگوں کی یہ عداوت کسی دینی سبب سے نہیں ہو بلکہ انکی اس دلی خواہش کے سبب سے ہو کہ ان کی بیجا خواہش کے موافق نبی آخرالزماں نبی اسرائیل میں پیدا ہوتے۔ بنی اسمٰعیل میں نہ ہوتے۔ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ ط
اِسکا مطلب اوپر گزر چکا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے یہ لوگ توراۃ کی نشانیوں کے سبب سے آپ کو ایسا پہچانتے تھے جیسا کہ باپ اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے انس بن مالک کی ایک روایتہ بھی گزر چکی ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے گھر کے سامنے سے گزرے جو توراۃ پڑھ رہا تہا۔ اور اس کا ایک جوان خوبصورت لڑکا جان کنی کیحالت میں وہاں لیٹا ہوا تھا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس یہودی سے کہا تجہکو توراۃ کے نازل کرنے والے کی قسم دیکر پوچھا جاتا ہے تو سچ سچ بتا کہ توراۃ میں میری نشانیوں کا اور میرے رسول ہونیکا ذکر ہے اُس یہودی نے گردن ہلاکر کہا کہ نہیں مگر اُس کے لڑکے نے جو جان کنی کی حالت میں تھا قسم کھاکر کہا کہ توراۃ کی نشانیوں کے موافق بلاشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ توراۃ کی نشانیوں سے یہود کا بچہ بچہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح پہچانتا تھا لیکن اُس عداوت کے سبب سے جس کا ذکر اوپر گزرا یہ لوگ آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے تھے اب آگے فرمایا کہ یہود کی ہر طرح کی عداوت کی باتوں پر اسوقت

تک صبر اور درگزر کرو جب تک اللہ کا کوئی حکم آخر اس بارے میں نازل ہو کیونکہ اگرچہ اللہ ہر وقت ہر چیز پر قادر ہے لیکن اُسکے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اور ہر حال میں نماز زکوۃ اس طرح کے نیک کاموں میں لگے رہو کہ اللہ اپنے بندوں کے نیک کاموں کو دیکھتا ہے ایک دن سب نیک کاموں کا اجر مل جاوے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ وقت مقررہ پر یہ حکم آخیر صادر ہوا کہ بنی قینقاع بنی نظیر جلاوطن کئے گئے اور بنی قریظہ قتل ہوئے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں چند صحابہ کی روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہی کہ نیک عمل کا اجر دس گونہ سے لیکر سات سو تک ہے لیکن روزوں کا اجر اس حساب سے باہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ ایسی بھاری عبادت کھانا پینا چھوڑنے کی انسان کے حق میں ہے کہ اُس کا اجر خود میں مناسب طور پر دونگا۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہی لیکن اُسنے اپنے انصاف سے جزا و سزا کا دار مدار اپنے علم غیب پر نہیں رکھا بلکہ اُس علم غیب کے ظہور پر رکھا ہے اِس واسطے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوموسےٰ اشعری کی روایتہ ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندوں کے اعمالنامے دووقتہ اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ میں پیش ہوتے ہیں ان روایتوں سے نیک عملوں کی جزا کا اور بندوں کے عملوں کو اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ

اور کہا اُنھوں نے ہرگز نہ داخل ہوگا بہشت میں مگر جو کوئی ہووے گا یہودی اور عیسائی یہ ہیں آرزویں اُنکی تو

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

کہہ لاؤ دلیل اپنی اگر ہو تم سچے بلکہ جو شخص کہ سونپ دے منہ اپنا واسطے اللہ تعالیٰ کے

وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ أَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

اور وہ نیکی کرنے والا پس واسطے ثواب اسکا ہی نزدیک پروردگار اسکے کے اور نہیں ڈر اوپر اُن کے اور نہ وہ غمگین ہونگے

اکثر مفسرین کا یہ قول ہے کہ اس کلام کو اللہ تعالے نے مختصر طور پر ذکر فرمایا ہی اصل اس مختصر کلام کی یہ ہی وقالت الیہود لن یدخل الجنۃ الامن کان ہودا وقالت النصاریٰ لن یدخل الجنۃ الامن کان نصرانیا۔ مطلب اس اصل کلام کا یہ ہے کہ یہود اپنے آپ کو جنتی اور سب کو دوزخی کہتے تھے اور یہی دعویٰ نصرانیوں کا اپنی قوم کے حق میں تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ کوئی شخص زبردستی کی عقلی باتوں سے جنتی نہیں ٹھیر سکتا جب تک آسمانی کتاب کی سند اسباب میں نہ ہو تم اے رسول اللہ کے ان لوگوں سے کہو کہ تم لوگوں کے پاس آسمانی کتاب کی کوئی سند تمہارے دعوے کی صداقت میں ہو تو پیش کرو۔ کیونکہ آسمانی کتابوں کے موافق تو جنتی وہی شخص ہو سکتا ہی جس کے نیک عملوں میں دنیا کا دکھاوا اور بدعت نہو جو بات دین میں نہ ہو بلکہ کوئی شخص اُس بات کو اپنے دل سے تراش لے تو اُسکو بدعت کہتے ہیں۔ تم لوگوں کو دُنیا کے دکھاوے کا تو یہ حال ہے کہ فریب اور دُنیا کے دکھاوے کے طور پر تم میں کے بارہ شخص تھوڑی دیر کے لیے مُسلمان ہو گئے اور پھر مرتد بن گئے تا کہ نئے مسلمان اپنے دل میں یہ شبہ پیدا کریں کہ اس دینِ محمدی میں کچھہ نقصان ضرور تھا جو یہ اہل کتاب لوگ

اِس دین میں داخل ہوکر پھر مرتد ہو گئے اور تم لوگوں کی بدعت کا یہ حال ہے کہ تم لوگوں نے اپنے دل سے یہ بات تراش لی کہ توراۃ کے احکام قیامت تک منسوخ نہ ہوں گے اور اپنی اسی بدعت کی بنیاد پر شریعت عیسوی اور شریعت محمدی دو شریعتوں کو تم نے نہیں مانا اور جب توراۃ میں انجیل اور قرآن کی صداقت موجود ہے تو تم لوگوں نے گویا توراۃ کو بھی نہیں مانا۔ اور تم لوگ علماء کہلاتے ہو۔ اِس لیئے تمہاری ان بہکی ہوئی باتوں میں آن کر تمہاری قوم کے جاہل لوگ بہک گئے جس سے تمہارا جنت میں جانا تو درکنار قیامت کے دن تم کو دوہرا عذاب ہوگا۔ بہکنے کا جدا اور بہکانے کا جدا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی روایت ایک جگہہ گزر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کے کام میں بے سند باتوں سے کسیکو بہکاوے گا اُسپر قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا۔ بہکنے کا جدا اور بہکانے کا جدا۔ اِس حدیث سے علمائے یہود کے دوہرے عذاب کا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے خیبر کے بارہ شخصوں کا اسلام میں داخل ہونے اور پھر مرتد ہو جانے کا ذکر اوپر گزرا یہ قصہ سورۂ آل عمران میں تفصیل سے ہے۔ یہ اِسی سورہ میں گزر چکاہے کہ ان لوگوں نے توراۃ پر اپنا ایمان مضبوط بتلا کر انجیل اور قرآن کے اللہ کا کلام ہونے سے انکار کیا۔ اِن لوگوں کا ایک فریب یہ بھی اوپر گزر چکاہے کہ اُنہوں نے فریب سے خیبر کے بیاہے ہوئے ایک مرد اور عورت کا بدکاری کا مقدمہ فیصلہ کے لیئے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور یہ مشہور کر دیا کہ علمائے یہود

اس مقدمہ میں مرد اور عورت کو کوڑے مارنے اور کالا منہ کر کے بستی میں پہرا دینے کا فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ علمائے یہود کا یہ فیصلہ توراۃ کے خلاف ہے کیونکہ توراۃ میں ایسے مرد اور عورت کو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ علمائے یہود نے توراۃ میں سنگسار کے حکم کے ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ توراۃ میں یہ حکم ہرگز نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا توراۃ لاؤ جب توراۃ لائی گئی تو اُسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے موافق سنگسار کرنیکا حکم نکلا۔

صحیح بخاری اور مسلم کی عبد اللہ بن عمرؓ کی روایتہ میں یہ قصہ تفصیل سے ہے۔ اس فریب سے ان علمائے یہود کا یہ مقصد تہا کہ ایسے مقدموں میں مرد اور عورت کو کوڑے مارنے اور کالا منہ کر کے بستی میں پہرانے کے رواج کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ضرور توراۃ کا حکم خیال کر کے اسکے موافق فیصلہ کر دینگے تو ہمارا یہ رواج اہل اسلام کے نزدیک بھی مضبوط ہو جاوے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے فریب سے آگاہ کر دیا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے بعضے ایسے مسئلوں میں بھی ان علمائے یہود کو قائل کیا ہے۔ جن مسئلوں کو صدہا برس سے یہ لوگ توراۃ کے مسئلے جانتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ توراۃ کے مسئلے نہیں تھے چنانچہ سورہ آل عمران میں آوے گا کہ ایکدن یہود کے چند علماء نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ملتہ ابراہیمی پر ہونیکا

دعوے کرتے ہیں اور پھر اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں حالانکہ ملتہ ابراہیمی میں یہ دونو چیزیں حرام ہیں توراۃ میں اسکا ذکر موجود ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توراۃ میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ ملتہ ابراہیمی میں یہ دونو چیزیں حرام ہیں۔ بلکہ یعقوب علیہ السلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے تھے اُنھوں نے نذر مانی تھی کہ اِس بیماری سے اللہ تعالےٰ اُن کو صحت دیویگا تو جو چیز اُن کو بہت بھاتی ہو گی وہ اُسکو چھوڑ دیوینگے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اُس بیماری سے اُن کو صحت دی اور یہ دونو چیزیں جو اُن کو بہت بھاتی تھیں اُنھوں نے چھوڑ دیں۔ یہود نے اِس بات کو نہ مانا اُسپر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق میں سورہ آل عمران کی آیتیں نازل فرمائیں۔ اگرچہ یہود میں صدہا برس سے توراۃ چلی آتی ہے مگر اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ ان دونو چیزوں کے حرام ہونے کا حکم توراۃ میں نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ سے یہ مسئلہ اُن لوگوں کو تبلایا جو آپکے نبی صاحب وحی ہونے کی پوری دلیل ہے۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اُس وقت کی اُمت کے ایمان لانے کے موافق معجزہ دیا گیا ہے مگر مجکو قرآن شریف کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جس سے مجکو امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والوں کی تعداد سب سے بڑھکر ہو گی۔ اِس حدیث کو اوپر کے قصے کے ساتھ ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ قرآن کی غیب کی باتوں سے اللہ کے رسول اہل کتاب کو ہمیشہ قائل

کرتے رہتے تھے۔ اِس لیئے اہلِ اسلام قرآن اللہ کا کلام جانکر روز پڑھتے جاتے تھے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى

اور کہا یہود نے نہیں نصاریٰ اوپر کسی چیز کے اور کہا نصاریٰ نے نہیں یہودی اوپر کسی

شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ

چیز کے اور پڑھتے ہیں کتاب اسیطرح کہا اُن لوگوں نے جو نہیں جانتے مانند بات اُنکی کے

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

پس اللہ حکم کریگا درمیان اُن کے دن قیامت کے بیچ اُس چیز کے کہ تھے بیچ اُسکے اختلاف کرتے۔

اوپر کی آیتہ میں یہ جو ذکر تھا کہ اصل اُس آیتہ کی یہ ہے کہ وقالت الیہود لن یدخل الجنتہ الا من کان یہود وقالت النصاریٰ لن یدخل الجنۃ الا من کان نصرانیا اُسکی تائید اس آیتہ سے ہوتی ہے کیونکہ جب اِس آیتہ میں ایک فریق نے دوسرے کو گمراہ بتایا ہے تو گمراہ فریق کو جنتی کیونکر کہا جا سکتا تھا اس لئے اوپر کی آیتہ کا مطلب اِس آیتہ کے ساتھ ملانے سے وہی ہوا جو اوپر بیان کیا گیا کہ یہود اپنے آپ کو جنتی اور سب کو دوزخی کہتے تھے۔ اور نصاریٰ کا یہی دعوے اپنی قوم کے حق میں تھا۔ نجران ایک بستی ہے وہاں کے کچھ پادری اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اُن کے آنے کی خبر سُنکر یہود کے کچھ عالم بھی آئے اور دونو فریق میں کچھ جھگڑا ہو کر ایک فریق نے دوسرے فریق کے دین کو بے بنیاد بتایا اُسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اہلِ کتاب ہیں اور ایک فریق کی کتاب میں دوسرے فریق کے دین کی تصدیق موجود ہے۔ پھر بھی جسطرح

مکہ کے ان پڑھ لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اُسی طرح اُن میں کا ہر ایک فریق دوسرے فریق کی کتاب کو جھٹلاتا ہے۔ پھر فرمایا حق اور ناحق کے فیصلہ کے لیے قیامت کا دن مقرر ہے اُس دن انکا فیصلہ ہو جاویگا۔ ایسے لوگوں کے قیامت کے فیصلہ کا کچھ ذکر سورۃ الانعام میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر کئے جاوینگے اور دوزخ کی آگ اُن کو نظر آوے گی اُس وقت اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھے گا کہ آج کے دن کی جن باتوں سے دنیا میں غافل تھے اب وہ سب باتیں تمہاری آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ یہ لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہاں ہمارے رب وہ سب باتیں حق ہیں۔ اور اپنے دنیا کے اعمال پر بہت پچتاویں گے اور یہ آرزو کرینگے کہ اگر ان کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاوے تو یہ پھر عمر بھر نیک کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی جھوٹی آرزو کا حال خوب معلوم ہے اسواسطے ان کی اس آرزو کو جھوٹا ٹھیرا یا جا کر یہ حکم ہوگا کہ دنیا میں دوبارہ بھیجا جانا اللہ کے انتظام کے برخلاف ہے اب تو تمہاری یہی سزا ہے کہ دُنیا میں جس عذاب سے تم غافل تھے جاؤ اُس کا مزہ چکھو۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے نعمانؓ بن بشیر کی روایتہ اوپر گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کے کام میں کسیکو بہکاوے گا تو قیامت کے دن اسکو دوہرا عذاب بھگتنا پڑے گا ایک خود بہکنے کا دوسرا اوروں کے بہکانے کا۔ ان روایتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ قیامت کے دن کم سے کم عذاب والے شخص کا وہ حال ہوگا جس کا ذکر نعمانؓ بن بشیر کی روایتہ میں ہے یہ علماے یہود جو خود بھی بہکے

اور اپنی بہکی ہوئی باتوں سے اپنی قوم کے جاہل لوگونکو بھی بہکایا قیامت کے دن جب
ان پر دوہرا عذاب ہوگا تو ان کا کیا حال ہوگا۔ سورہ الانعام میں آوے گا کہ اللہ تعالے
کا ارادہ دو قسم کا ہے ایک ارادہ تقدیری ہے جس کے موافق نیک بد سب دنیا میں پیدا
ہوئے ہیں۔ اللہ تعالے کے اس ارادہ سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ مطلب اس ارادہ کا
یہ ہے کہ اختیار اور ارادہ دیا جا کر دنیا میں پیدا ہونے کے بعد اللہ تعالے نے اپنے علم غیب
کے موافق نیک یا بد جس شخص کو جیسا جانچا ہے ویسا ہی اسکو اپنے ارادہ تقدیری سے پیدا
کیا ہے۔ مثلاً ان علمائے یہود میں سے عبد اللہ بن سلام اور اُن کے ساتھیوں کو راہ
راست پر آنے والوں میں جانچا تو ان طبیعتوں میں وہی صلاحیت رکھی جس سے دنیا
عالم اسباب میں اللہ تعالے کے ارادہ تقدیری سے ایسے لوگوں کے لئے اسطرح کے
سبب پیدا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالے کا ارادہ ازلی اُن کے راہ راست پر آجانے کا قایم
ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالے کے علم غیب میں نافرمان ٹہیر چکا ہے مجبور کر کے
اُس کے راہ راست پر لانے کے لیئے ارادہ تقدیری قایم نہیں ہوتا اس واسطے نیک باتوں کا
ماننا اُسکو دشوار ہو جاتا ہے جیسے سوائے عبد اللہ بن سلام کے اور علمائے یہود تھے
کہ نیک باتوں سے اُن کو نفرت تہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد اپنے
اختیار اور ارادہ سے انسان جو کچھہ کرنے والا تھا اللہ تعالے نے اپنے علم غیب سے اُسکو
جانچکر لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے اسی کا نام قضا و قدر ہے مگر اسمیں کچھہ مجبوری نہیں ہے
کیونکہ کسی معاملہ کے ظاہر ہونے سے پہلے کسی کو اُس معاملہ کے کرنے پر مجبور کرنا اور

بات ہے۔ اگر یہ شبہ پڑے کہ جب اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں بعضے لوگ نافرمان معلوم ہوئے تھے تو یہ امر بھی اللہ کے اختیار میں تھا کہ ان کو فرمانبردار پیدا کرتا تو یہ شبہ اس لئے غلط ہے کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ نافرمان لوگوں کو فرمابرداری پر مجبور کر کے پیدا کئے جانے میں وہ نیک و بد کے امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا دوسرا ارادہ شرعی ہے جس کے موافق آسمانی کتابوں میں نیکی کے کرنے کا اور بدی سے بچنے کا حکم ہے اور اس حکم کی تعمیل پر کسیکو مجبور نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اوپر جتلادیا گیا ہے کہ مجبوری کی حالت میں امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ اس لیئے آسمانی کتابوں میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے اختیار اور ارادہ سے نیک کام کرے گا اُسکو اجر ملیگا اور جو بد کام کرے گا وہ سزا پائیگا۔ صحیح بخاری اور مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کا پورا حال اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو اُن کو کبھی ہنسی نہ آوے بلکہ ہر وقت روتے رہیں۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ دوزخ کے عذاب کا پورا حال کسی کو معلوم نہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا

اور کون ہے بہت ظالم اس شخص سے کہ منع کرتا ہے مسجدوں اللہ کی کو یہ کہ ذکر کیا جاوے بیچ اُن کے نام اسکا اور سعی کرتا ہے بیچ ویرانی ان کی

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ

یہ لوگ ہیں نہیں لائق تھا واسطے اُن کے یہ کہ داخل ہوں اسمیں مگر ڈرتے ہوئے واسطے اُن کے ہے بیچ دنیا کے رسوائی

وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

اور واسطے اُن کے بیچ آخرت کے عذاب ہے بڑا

ہجرت کے بعد ۶ہ ہجری میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کو ساتھ لیکر ذیقعد میں عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا لیکن مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ کے اندر نہیں جانے دیا بلکہ راستہ میں ایک مقام پر جس کا نام حدیبیہ ہے اس عمرہ کے قافلہ کو روک دیا اور بڑے جھگڑے کے بعد آیندہ سال عمرہ کرنے اور دس برس تک لڑائی کے بند رہنے پر صلح ہوئی۔ اس صلح کو فتح اس لئے کہتے ہیں کہ یہی صلح آخر کو فتح مکہ کا سبب قرار پائی مختصر طور پر اس سبب کی تفصیل یہ ہے کہ اس صلح حدیبیہ میں قبیلہ خزاعہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے امن میں رہا اور قبیلہ بنی بکر قریش کے امن میں رہا۔ یہ صلح حدیبیہ اگرچہ دس برس تک کی مدت کیلئے ہوئی تھی لیکن اس صلح کے دو برس کے بعد قبیلہ خزاعہ اور قبیلہ بنی بکر میں لڑائی ہوئی اور قریش نے صلحنامہ کی شرط کے برخلاف قبیلہ بنی بکر کو درپردہ ہر طرح کی مدد دی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حال معلوم ہوا کہ قریش صلحنامہ کی شرط پر قائم نہیں رہے تو آپ نے دس ہزار صحابہ کا لشکر ساتھ لیکر مکہ پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا۔ اگرچہ سورہ انا فتحنا صلح حدیبیہ کے سفر سے واپس آتے وقت نازل ہوئی ہے لیکن اس سورہ میں فتح مکہ سے دو برس پہلے فتح مکہ کی خوشخبری تھی اسی واسطے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بڑی خوش آواز سے اونٹنی پر سوار ہو کر اس سورہ کو پڑھا چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم کی عبداللہ بن مغفل کی روایتہ

میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے۔ صلح حدیبیہ کے سفر سے پہلے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ
وسلم نے یہ خواب دیکھا تھا کہ آپ مع صحابہ کے امن سے مکہ میں گئے ہیں اور عمرہ کر رہے ہیں
آپ کے ہر خواب کی تعبیر ہمیشہ جلدی سے ظہور میں آجاتی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری کی عائشہ رضہ
کی روایتہ میں ہے کہ جس طرح ہر رات کے بعد صبح ہوتی ہے اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہر ایک خواب کے بعد جلدی سے ہر ایک خواب کا ظہور ہو جایا کرتا تھا۔ حاصل
کلام یہ ہے کہ اور خوابوں کی تعبیر کی طرح اس خواب کی تعبیر کا ظہور بھی جلدی خیال کیا
جا کر چودہ سو صحابہ کے ساتھ ۶ھ ہجری میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
عمرہ کی نیت سے مکہ کا قصد کیا لیکن اللہ تعالے کے علم غیب کے موافق اس خواب کی
تعبیر میں دیر تھی اس لیے اس خواب کے برس دن بعد عمرہ کے ادا کرنے کا موقع پیش آیا
اور دو برس کے بعد فتح مکہ کا ظہور ہوا۔

صلح کی بات چیت کے شروع ہونے سے پہلے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا تھا کہ ہم لوگ لڑائی کی نیت سے نہیں آئے
ہیں عمرہ کرنیکی نیت سے آئے ہیں اتنے میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قریش نے عثمان علیہ السلام کو شہید کر ڈالا
اس خبر کو سنکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کم چودہ سو صحابہ سے قریش کے
ساتھ لڑنے کی بیعت لی ایک شخص جد بن قیس انصاری اپنا اونٹ ڈھونڈنے چلا گیا تھا۔
اس لیئے اُس نے بیعت نہیں کی۔ یہ وہی جد بن قیس ہے جسکا ذکر سورہ توبہ میں ہے کہ تبوک
کے سفر میں بھی یہ شریک نہیں ہوا تھا۔ ان بیعت کرنے والے مسلمانوں سے اللہ تعالے

خوش ہوا اسواسطے اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ
بیعت اللہ تعالےٰ کے خوش ہونیکی بیعت ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایتہ ہے
جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے یہ بیعت کی ہے
اُن میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں جاوے گا۔ اِس حدیث سے بیعت
کرنیوالوں سے اللہ تعالےٰ کے خوش ہونے کا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا
کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو قطعی جنتی کردیا۔ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ عثمان علیہ السلام
حسب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام لیکر مکہ میں گئے ہوئے تھے۔
تو اُن کی غیر حاضری میں اِسی غلط خبر پر یہ بیعت لی گئی تہی کہ قریش نے عثمان علیہ السلام
کو شہید کرڈالا۔ لیکن عثمان علیہ السلام کی غیر حاضری میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ
وسلم نے اپنا ایک ہاتہ دوسرے ہاتہ پر مارکر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اِس سے
یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ عثمان علیہ السلام بھی بیعت کرنیوالوں میں
داخل ہیں۔ اِس آیتہ میں مشرکین مکہ کو ظالم اِس لئے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو ابراہیم
علیہ السلام کی اولاد کہتے ہیں اتنا نہیں جانتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ
سے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوجاوے
برخلاف اُن کی دعا کے نسل ابراہیمی کہلا کر اُنہوں نے عمرہ کے قافلہ کو روکا۔ پھر فرمایا اب تو
ان مشرکین مکہ نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتہ والوں کو عمرہ
سے روکا ہے۔ قریب میں وہ وقت آنیوالا ہے کہ مشرکین مکہ مسجد الحرام میں ڈرتے ہوئے

گھسا کرینگے۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا کلام سچا ہے اِس آیتہ کے نازل ہونے کے دو برس
کے بعد مکہ فتح ہو گیا۔ اور فتح مکہ کے بعد مسجد الحرام میں جانے اور طواف کرنے سے مشرک
روک دیئے گئے۔ صلح والے مشرکوں میں سے اگر کوئی مسجد الحرام میں جاتا بھی . . . تھا تو
اُسکو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کسی مُسلمان کے ہاتھ سے اُسکو کچھ ضرر پہونچ جاوے۔ ان مشرکین
کی دُنیا کی ذلت کا جو اُس آیتہ میں ذکر ہے وہ تو اُن لوگوں نے فتح مکہ کے وقت آنکھوں
سے دیکھ لی کہ جن بتوں کو یہ لوگ اپنا معبود کہتے تھے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو
اپنے ہاتھ کی لکڑی مار کر زمین پر گرا دیا اور ان لوگوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ چنانچہ صحیح
بخاری کی عبد اللہ بن مسعود کی روایتہ میں اسکا ذکر تفصیل سے ہی۔ ایسے لوگوں کے آخرت کے
عذاب کو سخت جو فرمایا اسکا پورا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ
سے انس بن مالک کی روایتہ اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے عذاب کا پورا حال اگر تم کو معلوم ہو جاوے تو تم کو ہنسی کبھی نہ آوے
بلکہ ہر وقت روتے رہو۔ اب یہ تو ظاہر بات ہی کہ جس چیز کا پورا حال صحابہ کو معلوم نہیں وہ مابعد
کے لوگوں کو کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

اور واسطے اللہ تعالےٰ کے ہے مشرق اور مغرب۔ پس جدھر کو منہ کرو وہیں ہے منہ اللہ تعالیٰ کا تحقیق اللہ سمائی والا ہے

ہجرت کے بعد جب بیت المقدس کیطرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی تو اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی بڑی آرزو تھی کیونکہ آپ ملتہ ابراہیمی کو تھے

اِس لیئے اُس ملتہ کے قبلہ کی آپ کے دل میں آرزو تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیئے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے جدھر مُنہ کر کے نماز پڑہی جاوے ثواب میں سب برابر ہے بیت المقدس ہوا تو کیا کعبہ ہوا تو کیا۔ یہ شان نزول عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے مستدرک حاکم تفسیر ابن حاتم سنن بیہقی وغیرہ میں ہے۔ اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔ صحابہ کا یہ بھی ایک عملدرآمد تھا کہ آیتہ کے اصل شان نزولی قصہ اور اُس قصہ پر آیتہ کے نازل ہو جانے کے بعد اگر ایسا کوئی معاملہ پیش آتا جسپر آیتہ کا مضمون صادق آتا تو ایسے موقع پر بھی وہ نزلت فی کذا کہدیتے تھے جس سے اُنکا منشا یہ نہیں ہوتا تھا کہ آیتہ کے نازل ہونے سے پہلے یہی معاملہ پیش آیا اور اسی معاملہ پر آیتہ نازل ہوئی بلکہ اُنکا منشا نزلت فی کذا کے کہنے سے یہ ہوتا تہا کہ آیتہ کے نازل ہونے کے بعد جو معاملہ پیش آیا اُسپر بھی آیتہ کا مضمون صادق آتا ہے۔ بعضے مفسر اس طرح کے دو قولوں کو اگرچہ صحابہ کے مختلف دو قول قرار دیکر شان نزول سے ملتے جلتے جس قدر معاملات قیامت تک پیش آوینگے وہ سب آیتہ کے حکم میں داخل ہیں۔ قرآن شریف قیامت تک کی تمام امت محمدیہ کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اسلیئے نزلت فی کذا سے صحابہ نے جو مطلب نکالا ہے اُسی کی موافق اصول تفسیر کا یہ قاعدہ ٹھیرا ہے کہ ہر ایک آیتہ کے عام لفظوں کو دیکھا جاتا ہے شان نزول کے خاص معاملہ کو نہیں دیکھا جاتا کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو قرآن شریف کی بہت سی آیتوں کے حکم شان رسول کے معاملات کے زمانہ میں ختم ہو جاتے۔ قیامت تک کی تمام امت محمدیہ پر

اُن حکموں کی تعمیل فرض نہ ہوتی حاصل کلام یہ ہے کہ اِس آیتہ کی شانِ نزول کا اصل قضیہ تو وہی ہے جو امام المفسرین عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح روایتہ سے بیان کیا گیا۔ صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں عبدؓاللہ بن عمر سے جو روایتہ ہے کہ نفلی نماز سفر میں سواری پر کوئی شخص پڑھے تو سواری کے جانور کا جدھر مُنہ ہو اُدھر ہو سکتی ہے ما ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کی بعض روایتوں میں ہے کہ سفر کی حالت میں قبلہ کا صحیح رُخ معلوم نہ ہو تو قیاس سے جدھر قبلہ کا رُخ ٹھیرا کر اُدھر نماز فرض پڑھ لیوے تو نماز ہو جاتی ہے کیونکہ یہ آیتہ اسباب میں نازل ہوئی ہے۔ ترمذی نے اگرچہ اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن اِس حدیث کی چند سندیں ہیں جس سے ایک کو ایک سے قوت ہو جاتی ہے۔ غرض اِس قسم کی روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ اِن روایتوں میں جو نقصے ہیں اُنپر بھی آیتہ کا مضمون صادق آتا ہے صحیح مسلم کی عبداللہؓ بن عمر کی جو روایتہ اوپر گذری کہ نفلی نماز سفر میں سواری پر جو شخص پڑھے تو سواری کے جانور کا جدھر مُنہ ہو ادھر ہو سکتی ہے۔ صحت روایتہ کے لحاظ سے اگر اِس مسلم کی روایتہ کو حاکم کی عبداللہؓ بن عباس کی اِس روایتہ پر ترجیح دیجاوے تو یہ مطلب قرار پاوے گا کہ اصل شانِ نزول تو سفر کی نفلی نماز ہے لیکن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے تسلی کے معاملہ پر بھی آیتہ کا مضمون صادق آتا ہے۔

بیت المقدس کا قبلہ جب موقوف ہو کر کعبہ کی طرف کا قبلہ قرار پایا تو یثرب مدینہ کے اطراف کے رہنے والے علمائے یہود طرح طرح سے اعتراض کرتے تھے ان کا جواب اللہ تعالےٰ نے آگے کی آیتوں میں یہ دیا ہے کہ توراۃ جہاں نبی آخر الزمان کی جہاں

اور نشانیاں تھیں وہاں یہ بھی ایک نشانی تھی کہ نبی آخر الزماں کچھ دنوں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے اور پھر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ لیکن ان لوگوں نے توراۃ کی وہ آیتیں بدل ڈالی ہیں اس لیے جان بوجھ کر یہ لوگ غلط اعتراض کرتے ہیں اور اپنے ان غلط اعتراضوں سے خود بھی بہکتے ہیں اور اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو بھی بہکاتے ہیں جس کے سبب سے اُن کو دوہرا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ایک ایک بہکنے کا اور ایک بہکانے کا۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت اوپر گذر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص دین کے کام میں کسی کو بہکاویگا قیامت کے دن اُسپر دوہرا عذاب ہوگا بہکنے کا جدا اور بہکانے کا جدا۔ علمائے یہود کے دوہرے عذاب کا حال اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

اور کہا اُن لوگوں نے جو نہیں جانتے کیوں نہیں کلام کرتا ہم سے اللہ تعالیٰ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس نشانی اسیطرح کہا اُن لوگوں نے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

جو پہلے اُن سے تھے مانند بات اُن کی کی یکساں ہوئے دل اُن کے تحقیق بیان کردیں ہم نے نشانیاں واسطے اُس قوم کے کہ یقین لاتے ہیں

مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ اے محمد تمہارے نبی ہونے کی تصدیق جب تک خود اللہ تعالیٰ یا کوئی فرشتہ ہمارے روبرو آن کر نہ کرے ہم تمہاری نبوت کو نہیں مان سکتے یہ نہ ہو تو تمہاری نبوت کی صداقت میں اور کوئی ایسی نشانی ہم کو دکھاوی جاوے جس سے

ہم کو تمہاری نبوت کا یقین ہو جاوے۔ نشانی سے ان کا مطلب وہی ہے جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں آوے گا کہ ایک دن ابوجہل اور چند قریش نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہو تو اس مکہ کی زمین پر باغ لگاؤ نہریں جاری کرا دو یا اپنا گھر سونے کا بنا لو یا اللہ کی طرف سے کوئی فرشتہ تمہاری نبوت کی صداقت میں ہمارے پاس آجاوے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی باتوں کے جواب میں اتنا ہی فرمایا تھا کہ کسی معجزہ کا ظاہر کرنا اللہ کے اختیار میں ہے اللہ کے رسول کا اسمیں کچھہ اختیار نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ جب وقت مقرر آگیا تو مکہ فتح ہو گیا اور مکہ میں اس طرح کی ضد کی باتوں کا کرنے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ اس سورۃ میں گزر چکا ہے کہ یہود نے کھلم کھلا اللہ کو دیکھنا چاہا اتنا نہ خیال کیا کہ ان کے نبی موسےٰ علیہ السلام تو دنیا کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے اللہ کے دیکھنے کی ناممکن ضد کیوں کرتے ہیں۔ اس واسطے ایسی ناممکن ضد کی سزا میں ان پر بجلی گری اور مر گئے حاصل کلام یہ ہے کہ مشرکین اور یہود کی ضد کی باتوں کو ملا کر فرمایا کہ اس سب کا بہکانے والا شیطان ہے جو ایک سے تین باتیں انکے دلوں میں ڈالتا ہے۔ اس لیئے یہ سب ایک سی باتیں کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک شخص کے ساتھہ ایک فرشتہ اور ایک شیاطین رہتا ہے۔ فرشتہ نیک کاموں کی رغبت دلاتا رہتا ہے

اور شیاطین برے کاموں کی۔ اسی طرح صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان خود تو اپنا تخت سمندر کے پانی مین بچھا کر اسپر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے شیاطینوں کو لوگوں کے بہکانے کے لیئے بھیجدیتا ہے۔ اِن روایتوں کو آیتہ کے ساتھہ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ مشرکین مکہ اور یہود ایک سی باتیں جو کرتے تھے اُس کا سبب یہی ہے کہ ان سب کا بہکانے والا ایک ہی شیطان ہے جو اپنے شیاطینوں کو بہکانے کی ایک سی باتوں کی پٹی پڑھا کر لوگوں کے بہکانے کو بھیجتا ہے اور ہر ایک شخص کے ساتھہ بُرے کاموں کی رغبت دلانے والا شیاطین غالب ہو وہ تو اُس شیاطین کے بہکاوے میں آن کر ایسی باتین کرتا ہے جیسی باتیں مشرکین مکہ و یہود کی اوپر گزریں اور جس شخص پر نیک کاموں کی رغبت دلانیوالا فرشتہ غالب ہے وہ اپنے ساتھہ کے شیاطین کے بہکاوے میں نہیں آتا۔ بلکہ آخرت کی سزا اور جزا کا دلمیں پورا یقین کر کے قرآن کی نصیحتوں کا پابند ہوجاتا ہے اور نیک بنجاتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں جو نصیحتیں ہیں وہ ہر شخص کے نیک بننے کے لئے کافی ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینھہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح مینھہ کا پانی اچھی اور بُری سب زمین پر یکساں برستا ہے اسی طرح قرآن کی نصیحت کو سب جانتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے ساتھہ کے شیاطین کے کہنے پر چلتے ہیں انکے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائگاں ہے جسطرح بُری زمین میں مینھہ کا پانی رائگاں جاتا ہے اور جو لوگ اپنے ساتھہ کے فرشتہ کے کہنے پر چلتے ہیں اُنکو قرآن کی نصیحت سے ایسا ہی فائدہ پہنچتا ہے جسطرح اچھی زمین کو مینھہ کے پانی سے فائدہ پہنچتا ہے فرشتہ یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ کیطرف سے کوئی فرشتہ رسول

علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت ہمارے روبرو بیان کر دے۔ اسکا جواب اللہ تعالےٰ
نے سورہ انعام میں یہ دیا ہے کہ فرشتہ کو اصلی صورت میں دیکھکر تو یہ لوگ زندہ
نہیں رہ سکتے۔ اِس لئے اگر ان کے کہنے کے موافق ان کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا
بھی جاوے گا تو وہ انسان کی صورت میں ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے انسان ہونے کے سبب سے ان کی نبوت پر جس طرح کی مسخرہ پن کی باتیں یہ
لوگ کر رہے ہیں وہی حالت پھر بھی باقی رہے گی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر یہ لوگ ہلاک
ہو جاوینگے۔ کیونکہ اللہ نے یہ ایک قاعدہ ٹھیرا رکھا ہے کہ کسی اُمت کے فرمایش کے
موافق کوئی معجزہ ظاہر ہو اور معجزہ دیکھکر بھی وہ امت نبی کو نہ مانے تو پھر وہ اُمت ہلاک
ہو جاتی ہے جس طرح قوم ثمود کی اونٹنی کا حال ان لوگوں نے سُنا ہوگا۔ مسند
امام احمد اور ابو داؤد میں براء بن العازب رضؓ کی صحیح روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ نافرمان لوگوں کی روح قبض کرنے کو دنیا میں فرشتے اصلی صورت
میں انسان کے سامنے آتے ہیں اور روح کو جسم سے الگ ہونے کے بعد عذاب قبر میں
گرفتار ہونے کی خبر سُناتے ہیں جس خبر کو سُنکر روح جسم میں جگہہ جگہہ چھپتی پھرتی ہے آخر
فرشتے بڑی سختی سے ایسے لوگوں کی جان نکالتے ہیں۔ اِس روایتہ سے یہ مطلب اچھی
طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ ابتو یہ نافرمان لوگ اصلی صورت میں فرشتوں کے دیکھنے
کی ضد کرتے ہیں۔ آخری وقت پر جب اصلی صورت میں فرشتوں کو دیکھیں گے تو
ان کو اس ضد کی قدر کھل جاوے گی۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ

اور کہا انہوں نے کہ پکڑی اللہ تعالےٰ نے اولاد پاک ہے اسکو بلکہ واسطے اُسکے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور زمین کے ہے سب اسکے

قَانِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

فرمانبردار ہیں۔ پیدا کرنیوالا آسمانوں کا اور زمین کا اور جب مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اُسکے نہیں کہ کہتا ہے واسطے اُسکے ہو پس ہو جاتا ہے۔

یہود عزیر علیہ السلام کو نصاریٰ عیسےٰ علیہ السلام کو عرب میں کا قبیلہ خزاعہ فرشتوں کو اللہ کی اولاد کہتے تھے۔ یہ قبیلہ خزاعہ کے لوگ فرشتوں کے نام کی مورتیں بنا کر اُن کی پوجا کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جن فرشتوں کی مورتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں اگر قیامت قایم ہوئی تو وہ فرشتے اللہ کے روبرو ہماری سفارش کر کے ہم کو دوزخ کے عذاب سے چھڑا لیویں گے۔ سورۃ الانبیا میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا جس طرح اِن مشرکین کے پاس بت پرستی کی کوئی سند نہیں ہے اسی طرح فرشتوں کی سفارش کرنے کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتے تو اللہ کے ایسے فرمانبردار بندے ہیں کہ بالکل اللہ کے حکم پر چلتے ہیں اس لیے اُن کو جب اللہ تعالےٰ کا یہ حکم معلوم ہے کہ جو مشرک بغیر توبہ کے مر جاوے گا تو جس طرح سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا گھس جانا ناممکن ہے اسی طرح ایسے مشرک کا کسی کی سفارش سے دوزخ کے عذاب سے بچکر جنت میں جانا ممکن نہیں ہے تو پھر اللہ کے اس حکم کے برخلاف اللہ تعالےٰ کے فرشتے اِن مشرکوں کی سفارش کیونکر کر سکتے ہیں۔ جس طرح سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا گھس جانا ممکن نہیں ہے اسطرح مشرک کا کسی کی سفارش سے جنت میں جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ حکم سورۃ الاعراف میں

آویگا۔ اللہ تعالےٰ کو صاحب اولاد ٹھیرانے والوں کو اس آیتہ میں یوں قائل کیا گیا ہے کہ زمین آسمان عزیر مسیح ملائکہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے آسمان پر کے فرشتے زمین پر کے جنات اور انسان سب اللہ کے غلام اور اللہ ان کا آقا اور مالک ہے۔ ان لوگوں کو اتنی سمجھہ نہیں کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس طرح غلام بنا کر رکھتا ہے سورۃ السبا میں آوے گا کہ قیامت کے دن فرشتوں کی مورتوں کے پوجنے والوں کو یوں قائل کیا جاویگا کہ اللہ تعالےٰ خفگی کے طور پر فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا تمہاری مرضی سے یہ لوگ دنیا میں تمہاری مورتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے فرشتے جواب دیویں گے کہ یا اللہ تو اس سے پاک ہے کہ تیرے ساتھہ کوئی دوسرا معبود ٹھیرالیا جاوے ان کو شیطان نے بہکایا تھا۔ ہماری بے خبری میں یہ لوگ جو کچھہ دنیا میں کرتے تھے تجھکو خوب معلوم ہے کہ ہماری مرضی کا اسمیں کچھہ دخل نہیں ہے۔ ہم ان کے شرک سے بیزار ہیں۔ فرشتوں کا یہ سچا جواب اللہ تعالےٰ کو پسند آوے گا اور یہ فرشتوں کی مورتوں کے پوجنے والے لوگ دوزخ میں جھونک دئے جاوینگے۔

نبی آخرالزماں کے پیدا ہونے سے پہلے جس قدر یہود آپ کے جلدی پیدا ہونیکی تمنا کیا کرتے تھے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اسی طرح سورۃ الانعام میں آوے گا کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے قریش کے دل میں بھی یہ ہوس تھی کہ انپر بھی کوئی آسمانی کتاب نازل ہوتی تو اچھا ہوتا۔ جب نبی آخرالزماں پیدا ہوئے اور انپر قرآن نازل ہوا تو یہود کا حال اوپر گزر چکا ہے کہ انہوں نے اس ضد سے نبی آخرالزماں اور

قرآن کو نہ مانا کہ نبی آخر الزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں پیدا ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں پیدا ہوئے حالانکہ جو کچھ ہوا وہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے موافق ہوا جس پر ان کو ضد کرنے کا کوئی حق نہیں۔ قریش نے اس ضد سے نبی آخر الزماں اور قرآن کو نہیں مانا۔ کہ قرآن کی باتیں انکے بڑوں کے طریقہ کے برخلاف ہیں سورۃ الانبیاء میں آوے گا کہ یہ لوگ اپنے آپکو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں۔ مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ ان کے بڑوں کے بڑے اسمٰعیل علیہ السلام کا طریقہ وہی تھا جو قرآن میں ہے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار ایک شخص عمر بن یحییٰ نے پہلے پہل ملتہ ابراہیمی کو مٹایا اور جدہ سے بت لاکر مکہ میں رکھے۔ ان لوگوں کی یہ بڑی نادانی ہے کہ اپنے اصل بڑوں کے طریقہ کو چھوڑ کر عمر بن یحییٰ کے طریقہ کو اپنے بڑونکا طریقہ تبلاتے ہیں۔

صحیح بخاری کی ابو ہریرہؓ کی روایتہ میں اور مسند امام احمد وغیرہ میں عمر بن یحییٰ کا یہ قصہ تفصیل سے ہے۔ جب یہود نے بہت نافرمانی شروع کی تو اللہ تعالےٰ نے بخت نصر بابلی کو انپر مسلط کیا جس نے ہزارہا یہود کو قتل کیا اور ہزارہا قید کرکے بابل لے گیا۔ ان قیدیوں میں عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ بخت نصر کے مرجانے کے بعد جب عزیر علیہ السلام قید سے چھوٹ کر ملک شام کو آئے تو بیت المقدس کو ویران دیکھکر بے ساختہ اُن کے مونہ سے یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ اس ویران بستی کو کیونکر آباد کریگا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو سو برس تک سُلا دیا۔ اتنے میں بیت المقدس جب آباد ہوگیا تو ان کو سوتے سے جگا کر بستی کی آبادی دیکھنے کو بھیجا۔ اور توراۃ انھیں یاد کرادی۔ سو برس سونیکے زمانہ میں

ان کی عمر اتنی رہی جتنی سونے کے وقت تھی یہود نے جو یہ حال دیکھا کہ سو برس کے بعد عزیر علیہ السلام ابھی جوان ہیں اور توراۃ بھی ان کو یاد ہے تو کہنے لگے عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اس لیئے یہود اور نصاریٰ کو قائل کرنے کے بعد آخر آیت میں فرمایا کہ جس صاحب قدرت نے بغیر نمونہ کے آسمان اور زمین کو پیدا کر دیا اور جس کا حکم ایسا زبردست ہے کہ جس چیز کو وہ حکم دیتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ عزیر علیہ السلام کا سو برس بے . . . دانہ اور پانی کے سونا اور توراۃ کا خود بخود انہیں یاد ہو جانا یا آدم علیہ السلام کا بے ماں باپ کے اور عیسےٰ علیہ السلام کا بے باپ کے پیدا ہو جانا اُسکی قدرت اور اُس کے حکم کے آگے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کی قدرت کی ہزاروں نشانیاں دیکھکر عزیر علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں وہ بڑے نادان ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں چند روایتیں ہیں جنمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ بڑا صبر وبار ہے۔ لوگ اُسکو صاحب اولاد ٹھیراتے ہیں اور وہ اُن کو رزق اور تندرستی دیتا ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى

اور جب کیا ہم نے کعبہ کو جائے ثواب واسطے لوگوں کے اور امن والا اور پکڑو تم مقام ابراہیم کو جا سے نماز

مثابۃ للناس کے معنے لوگوں کے اکٹھے ہونیکی جگہ ابراہیم علیہ السلام کی دو بیبیاں تھیں۔ ایک کا نام سارہ تھا اور دوسری کا نام ہاجرہ جب ہاجرہ علیہا السلام

کے پیٹ سے اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو سارہ علیہا السلام اسمٰعیل علیہ السلام
کو دیکھکر اپنی بے اولادی پر بڑا رنج کیا کرتی تہیں۔ اس لیئے اللہ تعالے کے حکم سے
ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی ماں ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ
علیہا السلام کی نظر سے دور کرنے کے لیئے یہ انتظام کیا کہ ان دونوں ماں بیٹوں کو
مکہ کے میدان میں چھوڑ کر خود ملک شام کو واپس جانے کا قصد کیا۔ ہاجرہ علیہا السلام نے
ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا یہ کام آپ اللہ تعالے کے حکم سے کرتے ہیں۔
ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سنکر ہاجرہ علیہا السلام نے کہا تو اچھا
اب ہماری نگہبانی اللہ کے ہاتھ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام اور
انکی ماں ہاجرہ علیہ السلام کو مکہ کے میدان میں چھوڑا اسوقت ابراہیم علیہ السلام نے
وہ دعا کی ہے جس کا ذکر سورہ ابراہیم میں ہے۔

حاصل اس دعا کا یہ ہے کہ یا اللہ میں اپنی اولاد کو اس بے کہیتی کے میدان میں
چھوڑتا ہوں تو بعضے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے کہ ان لوگوں کے دلمیں
یہاں آنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں عبداللہ
بن عباس کا قول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا کہ بعضے لوگوں کے
دل انکی طرف مائل کردے اگر بعضے کا لفظ نہ کہتے تو کسی قوم کا کوئی آدمی ایسا دنیا میں باقی نہ رہا تھا
جس کے دل میں مکہ کا شوق پیدا نہ ہو جاتا۔ ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی

جس کے اثر سے جرہم بن قحطان کے لوگ مکہ کے میدان میں آباد ہوئے اور مکہ شہر ہوگیا۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ اِس قبیلہ کے اسمٰعیل علیہ السلام نبی ہوئے۔ اور جرہم قبیلہ کے زمانہ تک مکہ میں ملتہ ابراہیمی کی پوری پابندی رہی۔ قبیلہ جرہم کے زمانہ کے جب قبیلہ خزاعہ کے حوالہ میں مکہ آیا تو اِس قبیلہ کے سردار ایک شخص عمرو بن لحیی نے پہلے پہل ملتہ ابراہیمی کو بگاڑا اور جدہ سے بُت لاکر مکہ میں رکھے اور اللہ کے گھر میں بُت پرستی شروع ہوئی جو فتح مکہ تک جاری رہی۔ اب اسکے بعد مکہ میں بیت اللہ تیار ہوا اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے مقام ابراہیم پر کھڑے ہوکر اذان دی کہ اے لوگو حج کرنے کو آؤ اللہ کا گھر بنکر تیار ہوگیا ہے۔ اِس اذان کی تاثیر اللہ تعالےٰ نے اہل قبیلہ کے دلوں میں ڈالدی کہ وہ ہر سال حج اور عمرہ کی نیت سے قیامت تک کعبہ کو جاوینگے ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اذان کے اثر سے بیت اللہ لوگوں کے اکھٹے ہونیکی جگہہ قرار پایا جس کا ذکر اس آیتہ میں ہے۔

سورۃ الحج میں ابراہیم علیہ السلام کی اس اذان کا ذکر تفصیل سے آویگا۔ اذان کے معنے جتلانے کے ہیں۔ نماز سے پہلے جو اذان دیجاتی ہے اُسمیں نماز کی فرضیت اسی طرح جتلائی جاتی ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی اذان میں حج کی فرضیت جتلائی گئی تھی۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس اذان میں حج کی فرضیت لوگوں کو جتلائی اسی طرح حجتہ الوداع کے اپنے خطبہ میں خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اس اذان میں حج کی فرضیت لوگوں کو جتلائی ہے جس کا ذکر صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایتہ میں تفصیل سے ہے

مکہ کے آباد ہو جانے اور بیت اللہ کے بنجانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے یہ دوسری دعا کی تھی جس کا ذکر اس آیتہ میں ہے کہ یا اللہ تو اس شہر کو ہر طرح کی آفت سے امن میں رکھ۔ یہ دعا بھی ابراہیم علیہ السلام کی قبول ہوئی جس کے اثر سے حرم کے اندر کسی کا خون نہیں ہوتا جانوروں کا شکار منع ہے سورہ ابراہیم میں ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر تفصیل سے آویگا۔ فتح مکہ کے وقت خاص طور پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تھوڑی دیر کے لیے مکہ میں لڑائی اور قتل کی اجازت ہوئی تھی۔ پھر قیامت تک وہی امن قایم ہو گیا۔ چنانچہ اس کا ذکر صحیح بخاری اور مسلم کی عبداللہ بن عباس کی روایتہ میں تفصیل سے ہے۔ مقام ابراہیم اُس پتھر کا نام ہے جسپر کھڑے ہوکر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ تک یہ پتھر کعبہ کی ایک دیوار میں لگا ہوا تھا۔ عمرؓ نے اپنی خلافت میں اس پتھر کو وہاں سے نکالکر اُس جگہ رکھہ دیا جہاں وہ اب موجود ہے۔ طواف سے فارغ ہونیکے بعد اس پتھر کے پیچھے دو نفل نماز کا پڑھنا سنت ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایتوں میں ان نفلوں کا ذکر ہے۔ عمرؓ کے مشورہ دینے کے بعد جو آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں اُن میں مقام ابراہیم کے مصلے ٹہرانے کی آیتہ داخل ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایتوں میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اِس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان تھے۔ لوگوں کے ہاتھوں سے چھونے اور مُنہ کے چومنے سے اب وہ نشان زیادہ باقی نہیں ہے۔

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ

اور عہد کیا ہم نے طرف ابراہیمؑ کے اور اسمٰعیلؑ کے یہ کہ پاک کرو گھر میرے کو واسطے طواف کرنیوالوں کے اور اعتکاف

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ

کرنیوالوں کے اور رکوع سجود کرنیوالوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے کر اس جگہ کو شہر امن والا اور رزق دے

أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ

رہنے والوں اُسکے کو میووں سے جو کوئی ایمان لاوے اُن میں سے ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے کہا اور جو کوئی کفر کرے

فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

پس فائدہ دونگا اُسکو تھوڑا پھر بے بس کر دیگا اُسکو طرف عذاب آگ کے اور بُری ہے جگہ پھر جانے کی

اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں اگرچہ یہ بات ٹھیر چکی تھی کہ قبیلہ خزاعہ کی حکومت جب ہوگی تو بت پرستی بیت اللہ میں پھیل جاوے گی جو نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتح مکہ تک قایم رہے گی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے عقبےٰ کی جزا و سزا کا مدار اپنے علم غیب پر نہیں رکھا بلکہ اپنے علم غیب کے اُس ظہور پر جزا و سزا کا مدار رکھا ہے جو دنیا میں رات دن ہو رہا ہے۔ اِسی واسطے اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو اس آیۃ میں یہ حکم دیا کہ اللہ کے گھر کو ایسی خالص توحید کی نیت سے بنایا جاوے کہ یہ گھر بت پرستی سے پاک رہے اسکے بعد اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں جو کچھ ٹھیر چکا ہے اُسکا ظہور ہو گا۔

صحیح بخاری اور مسلم میں علیؓ سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کا ٹھکانہ جنت یا دوزخ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔ صحیح بخاری
اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پر ماں باپ یہودی یا نصرانی یا مجوسی جیسے
ہوتے ہیں ویسا ہی وہ بچہ بھی ہو جاتا ہے۔ اِن حدیثوں کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے
یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کیموافق ہر شخص
کا ٹھکانا دُنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لکھا جا چکا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سزا و
جزا کا مدار اپنے علم غیب پر نہیں رکھا بلکہ اُسنے ہر بچہ کو فطرت اسلام پر پیدا اسکے
بعد اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق وہ بچہ یہودی نصرانی یا مجوسی جیسا ہونا تھا
ہو گیا۔ اِسیطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو اِس آیتہ میں
حکم تو یہی دیا کہ وہ بیت اللہ کو توحید کی نیت سے بنادیں اِسکے بعد اللہ تعالیٰ کے علم
غیب کے موافق جو بت پرستی وہاں پھیلنی تھی وہ پھیل گئی۔ احسن التفاسیر میں ایک جگہ
بیان کر دیا گیا ہے کہ قران شریف میں پچھلے قصے فقط قصہ کے طور پر نہیں بیان کئے
جاتے بلکہ اُن کے ذکر سے زمانہ نزول قرآن کا کوئی مطلب تاریخی کے طور پر ثابت کیا
جاتا ہے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کا قصہ یہاں مشرکین مکہ کی
اس تنبیہ کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ بنائے کعبہ کے وقت سے اللہ کے گھر میں
شرک کے نہ پھیلنے کا انتظام کیا گیا تھا مگر شیطان کے بہکانے سے وہاں ایک مدت سے
بت پرستی پھیل گئی جس کے مٹانے کے لیئے اللہ تعالےٰ نے نبی اخر الزماں کو پیدا

کیا ہے اور اب نرمی سے ہو یا سختی سے اللہ کا یہ ارادہ وقت مقررہ پر ضرور پورا ہوگا
اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ فتح مکہ کے وقت مکہ کی بت پرستی جس طرح
مٹی صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی روایتہ اسباب میں ایک جگہ گزر
چکی ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر کعبہ
کے اردگرد کے سب بتوں کو گرادیا اور کسی مشرک سے کچھ نہ ہوسکا۔ اسکے بعد صحیح مسلم
کی جابر بن عبداللہ کی روایتہ میں آپنے فرمایا شیطان جزیرہ عرب کی بت پرستی سے
تو اب نااُمید ہوگیا۔ ہاں جزیرہ عرب میں اُسکا اسی قدر کام باقی رہ گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو
آپس میں لڑادے۔ باہر کے لوگ جو حج کرنے مکہ میں آتے ہیں اور حج کے بعد اپنے
وطن کو واپس چلے جاتے ہیں اُن کو طائفین کہتے ہیں۔ اور خاص مکہ کے رہنے والوں کو
عاکفین رکوع اور سجدہ کرنے والوں سے مقصود وہ لوگ ہیں جو مسجد الحرام میں نماز پڑھتے
ہیں۔ نبوت کی دعا میں اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کو منع کیا تھا کہ نا انصاف ظالم
اولاد کے لیئے نبوت کی دعا نہ مانگی جاوے۔ اِسی سبب سے کشایش رزق کی دعا میں
ابراہیم علیہ السلام نے فقط ایمان دار اولاد کے لیئے کشایش رزق کی دعا کی تھی اسپر
آخر آیتہ میں اللہ تعالے نے فرمایا کہ دنیا کی چند روزہ کشایش رزق کی دعا میں ایمان دار
اولاد کی خصوصیت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ فرماں بردار اور نافرمان سب کا رزق اللہ کے
ذمہ ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں آوے گا کہ اللہ تعالے کافر مومن سب کا رزاق ہے جو
شخص ایسے نیک عمل سے دنیا کا ارادہ کرتا ہے اُسکو دنیا مل جاتی ہے اور جو شخص آخرت کا

ارادہ کرتا ہے تو اُسے آخرت میں اجر ملیگا۔ اور دنیا میں رزق بھی ملیگا۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے فقط ایماندار اولاد کے لئے کشایش رزق کی جو دعا کی تھی وہ اللہ تعالےٰ کے انتظام کے موافق نہیں تھی۔ اسواسطے اللہ تعالےٰ نے اُس سے ابراہیم علیہ السلام کو روک دیا۔ صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک مری ہوئی بکری کو پڑا ہوا دیکھکر فرمایا اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کی قدر اس مری ہوئی بکری سے بھی کم ہے۔ اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ دنیا کی چند روزہ کشایش رزق اللہ تعالےٰ کے نزدیک بالکل بے قدر چیز ہے اسواسطے اللہ تعالےٰ نے اس میں کافر مومن سب کو برابر رکھا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر جگہ میں گھوڑے کا کوڑا رکھا جاتا ہے جنت کی نعمتوں کے حساب سے جنت کی اتنی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے۔ دنیا کی کشایش رزق کو آیتہ میں تھوڑا جو فرمایا اُس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک کی دوسری روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کا پورا حال اگر لوگوں کے سامنے بیان کردیا جاوے تو وہ گھر چھوڑکر جنگل کو نکل جاویں اور رات دن سوائے رونے کے اُن سے اور کچھ کام نہ ہوسکے۔ آیتہ میں دوزخ کو بُری جگہ جو فرمایا اُس کا حال اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ دوزخ میں وہ عذاب ہیں جنکی تفصیل بیان سے

باہر ہے۔

آگے یہ ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم سنایا گیا کہ تم لوگون کے امام اور پیشوا مقرر کئے گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کو اپنی ذات خاص پر منحصر خیال کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مین درخواست کی کہ یہ نعمت میری اولاد مین بھی چلنی چاہیئے۔ اسپر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ فقط تمہاری اولاد کے فرمان بردار لوگون کے حق مین تمہاری یہ درخواست منظور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق تمہاری اولاد اولاد مین اچھے برے سب طرح کے لوگ ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ کے انتظام مین برے لوگ اس نعمت کے قابل نہین ہین۔ کسواسطے کہ نبی کا کام ہے۔ دوسرون کو راہ راست پر لانا تمہاری اولاد مین کے جو لوگ خود ہی راہ راست پر نہون گے وہ دوسرون کو کیا راہ راست پر لا سکتے ہین اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے اللہ تعالیٰ کی پیشین گوئی کے موافق اولاد اولاد ابراہیم مین سے علماء یہود تو یون راہ راست پر نرہے کہ انھون نے یہ غلط اعتقاد تراش لیا کہ توراۃ کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہون گے جس کے سبب سے انجیل اور قرآن دو آسمانی کتابون کے منکر ہو گئے اور توحید اور رسالت کے احکام۔ سب تینون میں یکسان ہے۔ اس لئے انجیل اور قرآن کے انکار کے سبب سے توراۃ کے بھی یہ منکر ٹھہرے جس سے یہ گویا کسی آسمانی کتاب کے پابند نرہے

چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصل دین کے حساب سے سب انبیا اس طرح ایک ہیں جس طرح ایک باپ اور دو ماؤں کے دو بھائی ہاں حلال اور حرام کے احکام ہر شریعت کے جُدا جُدا ہیں علمائے نصارے نے عیسے علیہ السلام کے بعد تثلیث کا مسئلہ نکال کر عیسے علیہ السلام کو اللہ تعالے کا بیٹا ٹھیرایا اور اُن کے مخالف فرقہ نے اِس مسئلہ پر جب طرح طرح کے اعتراض کئے تو اس تثلیثی فرقہ نے اُن اعتراضوں کے دو جواب دئے۔ ایک تو یہ کہ تثلیث کا مسئلہ ایسا دقیق تھا کہ عیسے علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے سے پہلے یہ مسئلہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ ان کے مخالف فرقہ نے اِس جواب کو یوں غلط ٹھیرایا ہے کہ عیسے علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے بعد اگر یہ مسئلہ حل ہوا تو کسی نائب مسیح کے الہام سے حل ہوا ہوگا۔ لیکن جبکہ خود یوحنا حواری نے اپنے رسالہ کے چوتھے باب میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے جھوٹے نائب مسیح پیدا ہو گئے ہیں اور آدم کلارک نے اپنی شرح میں یوحنا کے اِس قول کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے بعد بہت سے لوگ الہام کا دعوے کرنیوالے پیدا ہو گئے ہیں جن کے الہام جھوٹے ہیں اسلئے کتاب آسمانی کے خلاف کوئی الہام اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ دوسرا جواب فرقہ تثلیثی کا یہ ہے کہ یہود کے خوف سے مسیح علیہ السلام نے یہ مسئلہ حواریوں کے روبرو بیان نہیں کیا۔ فرقہ تثلیثی کے مخالف فرقہ نے اس جواب کو یوں غلط ٹھیرایا ہے:

کہ انجیل کی اکثر آیتوں کے موافق مسیح علیہ السلام چھوٹے چھوٹے مسئلے بنی اسرائیل کو
بلا خوف وخطر سمجھاتے ہیں اس حالت میں مسیح علیہ السلام پر یہ تہمت ہے کہ اُنہوں نے
یہود کے خوف سے اس مسئلہ کو حواریوں کے روبرو بیان نہیں کیا۔ یہ تو یعقوب
بن اسحاق کی اولاد کا حال ہوا بنی اسمٰعیل کا حال یہ ہے کہ جرہم بن قحطان کے لوگ
مکہ میں جو آباد تھے اس قبیلہ کے اسمٰعیل علیہ السلام نبی تھے اور جرہم قبیلہ کے
زمانہ تک مکہ میں ملت ابراہیمی کی پوری پابندی جاری رہی قبیلہ جرہم نے زمانہ کے
بعد جب قبیلہ خزاعہ کے حوالہ میں مکہ آیا تو قبیلہ کے سردار ایک شخص عمر بن لحی نے
پہلے پہل ملت ابراہیمی کو بگاڑا اور جدہ سے بت لاکر مکہ میں رکھے اور اللہ کے گھر میں
بُت پرستی شروع ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری کی ابو ہریرہؓ کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے
ہے۔ قریش یہ جو کہتے تھے کہ بت پرستی ہمارے بڑوں کا طریقہ ہے سورۃ الانبیاء
میں اُن کو یوں قائل کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اگرچہ بنی اسمٰعیل کہتے ہیں لیکن
ان کو خبر نہیں کہ عمرو بن یحییٰ سے پہلے ان کے بڑوں کے بڑے اسمٰعیل علیہ السلام
گزرے ہیں جنکے سبب سے یہ لوگ اپنے آپ کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں اُن کا یہ طریقہ
ہرگز نہیں تھا ان لوگوں کی یہ بڑی نادانی ہے کہ اپنے اصل بڑوں کے طریقہ کو
چھوڑ کر عمرو بن یحییٰ کے طریقہ کو اپنے بڑوں کا طریقہ تبلاتے ہیں۔ یہ عمرو بن یحییٰ
نے مکہ میں جو بت پرستی پھیلائی تھی وہ فتح مکہ تک رہی۔ فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر ان بتوں کو زمین پر گرا دیا چنانچہ

صحیح بخاری کی عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے فتح مکہ کے
بعد بت پرستی جزیرہ عرب سے ایسی گئی کہ اب شیطان کو وہاں بت پرستی کے
پھیلانے کی امید باقی نہیں رہی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے
جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا جزیرہ عرب کی بت پرستی
سے شیطان اب ناامید ہوگیا۔ اسی طرح معتبر سند سے مسند امام احمد میں عبد اللہ
بن عباس سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح مکہ
کے بعد شیطان نے اپنے شیاطینوں کو جمع کیا اور ان سے رو رو کر یہ کہا کہ بت پرستی
سے تو اب ناامیدی ہوگئی اس لئے امت محمدیہ کو اور طرح بہکانے کی کوشش
کی جاوے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْــَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ
ہم نے تجکو مسلمانوںکو خوشخبری دینوالا اور کافروںکو ڈرانیوالا کرکے بھیجا اور دوزخیوںکی پوچھ تجھے
نہیں ہوگی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی اس بات کا رنج ہوا کرتا تھا کہ کامل
فہمائش کے بعد بھی اہل عرب اور اہل کتاب میں کے نافرمان لوگ راہ راست
پر کیوں نہیں آتے۔ اسپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رنج رفع کرنیکو اللہ تعالی نے
یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کے باب میں تم سے قیامت کے دن
یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ ایسے لوگ راہ راست پر کیوں نہیں آئے راہ راست پر لانا
اللہ تعالی کے اختیار میں ہے تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ راہ راست پر آنے والوں کو

نجات آخروی کی خوشخبری گی اور نافرمان لوگون کو عقبی کے عذاب کی آئتین سنا تی رہو اسی مضمون کی قرآن شریف مین او بہی آئتین ہین جنمین ہے کہ اے رسول اللہ کے تم سبکو اللہ کا حکم سناتے رہو۔ پھر ہدایت اللہ کے اختیار مین ہے صحیح بخاری اور مسلم مین حضرت علیؓ سے روایت ہے جن مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ مین یہ لکھہ لیا ہے کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد اسقدر آدمی اپنے اختیار اور ارادہ سے جنت مین جانے کے قابل کام کرینگے۔ اور اسقدر آدمی دوزخ مین جہونکنے کے قابل لیکن یہہ اللہ تعالی کے علم غیب کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے اور کسی کو معلوم نہیں اسلیئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک شخص کے لیئے راہ راست پر آجانے کی کوشش کرتے تھے اور اسی کوشش مین جب آپکو کامیابی نہین ہوتی تھی تو کسیقدر آپکو رنج بھی ہوتا تھا اسپر اللہ تعالی نے تسلی کی آیتون مین اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ سمجھادیا کہ تمہارا کام راہ راست پر لانیکی کوشش کا کرنا ہے۔ اور راہ راست پر لانا اللہ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ سورۃ القصص مین تسلی کی آیتو نمیں آوے گا وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ جس کا مطلب وہی ہے۔ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی روایتہ مین فرمایا ہے کہ جب اللہ کے علم غیب مین جنتی اور دوزخی دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے قرار پا چکے ہین تو سمجھائش کے بعد بھی جو شخص راہ راست پر نہ آوے اسکی نافرمانیکا کچھ رنج

نہ کرنا چاہیئے بلکہ یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ ایسے لوگ اللہ کے علم غیب میں دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل ہیں۔

دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے جو کچھہ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اُسکو قدر اور تقدیر کہتے ہیں اور اُسکے موافق دنیا میں جو کچھہ ہو رہا ہے اُسکو قضا کہتے ہیں۔ آدمی میں اللہ تعالے نے ایک صفت پیدا کی ہے جس کا نام اختیار ہے اس اپنے اختیار میں آدمی ایسا بے اختیار اور بے بس نہیں ہی جس طرح رعشہ والا آدمی اپنے ہاتھہ کی لغزش میں بے اختیار اور بے بس ہے۔ بلکہ رغبت کی چیز کی طرف رغبت اور نفرت کی چیز سے نفرت آدمی اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اللہ تعالے نے آدمی کے اسی اختیار پر عذاب اور ثواب کو منحصر رکھا ہے۔ اور لوح محفوظ میں یہی لکھا ہے کہ بنی آدم کو صاحب اختیار کر کے جب دنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو اِس قدر آدمی اپنے اس اختیار کو نیک کاموں میں صرف کرینگے اور اِس قدر آدمی بُرے کاموں میں حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں بُرے کام سے بچنے کے امتحان کے لیئے بُرے کام کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور اپنے اختیار سے بدکام کرنے والا انسان ہے۔ اِس قضا و قدر کے مسئلہ سے فرقہ جبریہ نے یہ بات جو نکالی ہے کہ جب دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے سب کچھہ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے تو انسان جو کچھہ کرتا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہی انسان کا اُسمیں کچھہ اختیار نہیں ہے۔ فرقہ جبریہ کی یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے

موجود ہونے سے پہلے بجربہ سے اُس حال کا معلوم کر لینا اور بات ہے۔ اور کسی کو کسی
کام پر مجبور کرنا اور بات ہے۔ صحیح بخاری مسند امام احمد ترمذی وغیرہ میں جو چند صحابہ
کی روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ بعض اُمتوں کے نافرمان لوگ قیامت کے
دن جب اپنے نبیوں کو اللہ تعالےٰ کے روبرو جھٹلا دینگے اور یہ کہیں گے کہ یا
اللہ ہمکو کسی نبی نے تیرا حکم نہیں پہنچایا ورنہ ہم ضرور اُسکے موافق چلتے۔ انبیا کہیں گے
کہ یا اللہ ہم نے ان کو تیرا حکم پہنچا دیا تھا۔ لیکن انہوں نے اُسکو نہیں مانا۔ اب یہ
جھوٹ بولتے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اُس سے کوئی بات پوشیدہ
نہیں ہے۔ لیکن ان جھوٹے لوگوں کو قائل کرنے کے لیئے اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں
سے فرما دے گا کہ تم اپنے بیان کی تائید میں کوئی گواہی پیش کر سکتے ہو۔ وہ انبیاء
اُمت محمدیہ کو اپنا گواہ قرار دینگے۔ پہلی اُمتوں کے لوگ کہیں گے یا اللہ یہ اُمت
محمدیہ کے لوگ ہم سے بہت پیچھے دنیا میں پیدا ہوئے تھے ان کو ہمارے حال
کی کیا خبر ہے۔ اُمت محمدیہ کے لوگ جواب دینگے کہ یا اللہ تو نے ہمارے نبی آخرالزمان
پر جو قرآن نازل فرمایا تھا اُسمیں پہلے نبیوں اور پہلی اُمتوں کا سب حال تھا
اُس کے موافق ہم نے یہ گواہی دی۔ آخر اسی گواہی پر وہ جھوٹے لوگ دوزخی
ٹھیریں گے۔

اِن روایتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جس طرح اِس آیتہ
میں آیا ہے رسول اللہ کے قیامت کے دن تم سے یہ پوچھا جاوے گا کہ یہ نافرمان لوگ

لوگ راہ راست پر کیوں نہیں آئے۔ اسی طرح اور انبیا سے بھی یہ بات پوچھی
جاوے گی۔ بلکہ تمام انبیا سے یہی پوچھا جاوے گا کہ انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو
اللہ کا حکم پہونچا دیا یا نہیں۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ
اور یہود اور نصاریٰ تجھ سے کبھی راضی نہیں ہونگے جب تک تو ان کے طریق پر نہ چلے کہدے اللہ کی راہ
هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ
وہی سچی راہ ہے اور اگر علم آنیکے بعد تو انکی خواہشوں پر چلے تو اللہ سے تیرا
مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ؔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
حمایتی اور بچانے والا کوئی نہیں ہے جن لوگوں کو ہمنے کتاب دی
الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ
(توریت یا انجیل) اور وہ اسکو اس طرح سے پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے وہی قرآن
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۟
پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی قرآن کا انکار کریں وہ نقصان اٹھاینگے۔

مدینے کے اطراف کے رہنے والے یہود کبھی سنتے چلنے کے وقت مسلمانوں سے ایسی
باتیں کرتے تھے جس سے توقع ہوتی تھی کہ شاید وہ راہ راست پر آن کر توراۃ کے عہد کیموافق
نبی آخر الزمان کی نبوت کو اور قرآن کو اللہ کا کلام مان لیوینگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان
آیتوں میں ان علماے یہود کے دل کا حال اپنے رسول

صلے اللہ علیہ وسلم کو جتلایا کہ یہ میل جول کی ان لوگوں کی باتیں ظاہری ہیں انکے
دل میں توراۃ کے عہد کے برخلاف وہی باتیں بسی ہوئی ہیں کہ ان کا ایمان توراۃ
پر ایسا مضبوط ہے کہ غیر دین کے انکار یہ لوگ مجبور ہیں۔ اس لیئے جو کوئی ان کی دلی
باتوں کا پیرو ہو جائے یہ اُس سے رضامند ہوتے ہیں۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ ان
لوگوں نے توراۃ کے کچھ احکام کو تو بدل ڈالا ہے اور باقی۔۔۔کے احکام اس
آخر زمانہ کی شریعت سے منسوخ ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے انتظام کے
موافق جبکہ ہر نبی سے یہ عہد لیا ہی کہ وہ اپنی اُمت کو اسکے موافق وصیت کرجاوے اور یہ عہد اللہ تعالیٰ
کی گواہی سے مکمل ہوا ہے تو اسکے بعد یہ لوگ اُس عہد کے برخلاف جو شریعت
منسوخہ پر خود بھی اڑے ہوئے ہیں اور اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو بھی اس منسوخہ
شریعت کی پابندی سے بہکاتے ہیں تو قیامت کے دن اُن کو دوہرا عذاب بھگتنا
پڑے گا۔ خود بہکنے کا جدا اور دوسروں کے بہکانے کا جدا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے
ابوہریرہؓ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو کوئی شخص دین کے کام میں کسیکو بہکاوے گا اُسکو قیامت کے دن
دوہری سزا دی جاوے گی بہکنے کی جدا اور انجان لوگوں کو بہکانیکی جدا۔ اس روایت
سے اُن علمائے یہود کی دوسری سزا کا حال اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ قُلْ اِنَّ
ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت کی مصلحت کا علم اللہ کو ہی
اس لیئے ہر وقت کی مصلحت کے موافق اُسنے ہر زمانہ میں ایک شریعت ٹھیرا دی تھی

اسکے برخلاف جو کوئی شریعت وقتیہ کو چھوڑ کر علمائے یہود کے بہکانے سے شریعت منسوخہ کا پیرو بنے گا اُس سے اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے مواخذہ سے اُسکو کوئی بچا نہ سکے گا۔ اِس آیتہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹہیرا کر اُمت کے لوگوں کو علمائے یہود کے دہوکے کی باتوں سے ڈرایا ہے۔

سورۂ آل عمران میں آوے گا کہ نجران کے نصاریٰ کے عالم لوگ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے عیسےٰ علیہ السلام کے اللہ کا بیٹا ہونے میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بحث کی۔ اور جب یہ مباحثہ زبانی طے نہ ہوا تو مباہلہ کی آیتہ نازل ہوئی اور وہ نصرانی علما مباہلہ پر راضی نہیں ہوئے مباہلہ کی صورت یہ ہے کہ جب دو فریق میں کسی دینی امر پر جھگڑا ہوا اور وہ جھگڑا زبانی مباحثہ سے طے نہ ہو تو دونوں فریق کو جنگل میں جانے اور فریق ہٹ دھرم پر عذاب کے نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حکم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابھی تراشی ہوئی باتوں کے جس طرح علمائے یہود پابند ہیں وہی حال نصرانی علما کا سورۂ آل عمران کی ان آیتوں میں ہے۔ اِس لیئے قیامت کے دن جو انجام علمائے یہود کا ہوگا وہی انجام ان نصرانی علماء کا ہوگا۔

یہود میں سے عبد اللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی جو داخل اسلام ہو گئے تھے اور نصاریٰ میں سے حبشہ کے چند عالم جو نجاشی کے پاس سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قرآن شریف سُنکر مسلمان ہوئے تھے آخری آیتہ

ہیں اُن کا ذکر فرمایا کہ وہ توراۃ اور انجیل کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی قوم کے اور بہکے ہوتے علماء کی طرح آسمانی کتابوں کی آیتوں میں نہ کچھ رد و بدل کرتے ہیں نہ کسی غلط تاویل کے درپے ہوتے ہیں۔ اور ان آسمانی کتابوں کے پورے پابند ہیں، سورۃ القصص کی آیتوں میں ایسے لوگوں کو قیامت کے دن دوہرے اجر کے دئے جانیکا ذکر ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسٰی اشعری کی روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۃ القصص کی آیتوں کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص اپنی کتاب کو مان کر قرآن کو بھی مانیگا اُس کو دو شریعتوں کی پابندی کے سبب سے قیامت کے دن دوہرا اجر ملیگا۔

پھر فرمایا اہل کتاب میں کے جن علماء نے عالم ہو کر اپنی بیجا اور نادانی کی ضد سے شریعت عیسوی اور شریعت محمدی کو نہیں مانا اسمیں انہوں نے کسی کا نہیں بگاڑا بلکہ اس سے خود ان ہی کا بڑا نقصان ہے۔ ایسے لوگوں کے نقصان کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ انہوں نے قیامت کے دن کا دوہرا اجر کھو کر دوہرا عذاب اپنے ذمہ لیا۔

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝

اے بیٹو یعقوب کے یاد کرو نعمت میری جو انعام کی میں نے اوپر تمہارے اور یہ کہ بزرگی دی میں نے تمکو اوپر عالموں کے

وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ۝

اور ڈرو اُس دن سے کہ نہ کفایت کریگا کوئی جی کسی جی سے کچھ اور نہ قبول کیا جاویگا اس سے بدلہ اور نہ فائدہ دیگی اسکو شفاعت اور نہ وہ مدد کئے جاویں گے

دریاے قلزم میں راستہ پیدا کرکے ان کو فرعون کے حملہ سے بچانا اور فرعون کو مع لشکر کے اُس دریا میں غرق کرنا اور پھر ایک مدت تک اُن میں نبوت اور بادشاہت کا قایم رہنا یہود کے بڑوں پر اس طرح کی ہزاروں نعمتیں اللہ کی تہیں۔ جن کے سبب سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود اگرچہ اپنے آپ کو نبی زادے اور بادشاہ زادے کہتے تھے لیکن اللہ تعالےٰ کی ان نعمتوں کو بہول کر طرح طرح کی نافرمانیاں کرتے تھے۔ مثلاً توراۃ کے اتنے بڑے عہد کو جس سے کوئی آسمانی کتاب خالی نہیں اُنہوں نے بالکل بہلا کر شریعت عیسوی اور شریعت محمدی دو شریعتوں کو نہیں مانا۔ توراۃ کے عہد کے موافق عیسے علیہ السلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرواری ان پر واجب تھی بجائے فرمانبرداری کے عیسے علیہ السلام کے ساتھ تو اُنہوں نے یہ برتاؤ کیا کہ دمشق کے ایک بادشاہ کو طرح طرح سے بہکا کر عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے سولی کا حکم حاصل کیا جس کا قصہ سورۃ النساء میں ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنہوں نے یہ برتاؤ کیا کہ اُن کو زہر دیا اُن پر جادو کیا۔ جس کا ذکر صحیح حدیثوں میں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کی نافرمانیوں کو روکنے کے لیئے اللہ تعالےٰ نے قرآن میں جگہ جگہ پہلے یا بنی اسرائیل کے لفظوں سے ان کو ہوشیار کیا ہے اور پھر مختصر طور پر اپنی نعمتوں کو یاد دلایا ہے تاکہ یہ لوگ سمجھ جاویں کہ جو اللہ کی نعمتوں کے رکھنے پر قادر ہے وہ ایک دم میں اپنی نعمتیں چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کے بڑوں نے جب سرکشی کی تو
پہلی دفعہ عمالقہ کے بادشاہ جالوت کے ہاتھ سے اور پھر بخت نصر بابلی کے ہاتھ سے
ان کو برباد کیا۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود نے جب سرکشی اختیار کی تو بنی
قینقاع اور بنی نضیر یہ دو قبیلے جلاوطن ہوئے اور بنی قریظہ قتل کئے گئے۔ خیبر کے یہود نے
جب سرکشی کی تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ ہجری میں خیبر پر چڑھائی
کی اور دس دن کے محاصرہ کے بعد خیبر کی فتح ہو گئی۔ ایک مدت تک بنی اسرائیل میں
نبوت اور بادشاہت کے رہنے کے سبب سے اُس زمانہ کے لوگوں پر ان کو ایک طرح کی
بڑائی اور فوقیت جو حاصل تھی اُسی کو فرمایا وانی فضلتکم علی العالمین۔

قیامت کے دن سے بے خوف ہو کر یہ لوگ طرح طرح کی نافرمانیاں جو کرتے
تھے اُن سے باز آنے کے لیئے آگے قیامت کے دن سے ان کو ڈرایا کہ ان نافرمانیوں کو
چھوڑو اور اس دن کی آفتوں سے بچو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آوے گا۔ دنیا میں
انسان پر کوئی آفت آتی ہے تو اُسکے رشتہ دار اُسکی ہر طرح کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہیں
قیامت کے دن کا حال اسکے برخلاف ہے۔ اس لیئے سورہ عَبَسَ وَتَوَلّٰے فرمایا
وہ دن ایسا ہے کہ اُس دن بھائی اپنے بھائی سے اولاد اپنے ماں باپ سے
بیوی بچوں والا شخص اپنی بیوی بچوں سے بھاگیں گے۔ مسند امام احمد میں معتبر سند سے
عبداللہ بن انیس سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا قیامت کے دن یہ ڈھنڈورا پٹ جاوے گا کہ جس کا کوئی دعوےٰ کسی پر ہو وہ اپنی فریاد پیش کرے جس پر ایک دوسرے سے ظلم زیادتی کا بدلا چاہیں گے۔

ترمذی نسائی وغیرہ کی معتبر روایتوں میں ہے کہ اُس دن سب ننگے پاؤں ننگے بدن اُٹھیں گے۔ اس لیے اُس دن ظلم زیادتی کرنے والوں کے نیک عمل مظلوموں کو دلائے جاوینگے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک بھائی اپنے بھائی پر ظلم زیادتی کی فریاد پیش کرے گا اور اُسکی فریاد سچی ٹہیر کر اُس ظلم زیادتی کے معاوضہ میں اپنے بھائی کے سب نیک عمل لے لیگا۔ اسکے بعد بھی کچھہ معاوضہ باقی رہ جاوے گا تو اس معاوضہ کے پورا کرنے کے لیئے اپنے گناہ اپنے بھائی پر ڈالدینے کی خواہش کرے گا یہ حال بیان کرکے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم بہت روئے اور فرمایا اللہ کی پناہ وہ دن بھی کیسا آیا وہاہی کا دن ہوگا۔ کہ ہر شخص اپنی نجات کے آگے کسی دوسرے کے حال کی کچھہ پروا نہ کرے گا۔ اِن روایتوں سے ایک رشتہ دار کا دوسرے رشتہ دار سے بھاگنے کا سبب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کی فریاد کے ڈر سے بھاگے گا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود طرح طرح کی نافرمانیاں کرتے تھے اور اُسپر یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ نبی زادے ہیں دنیا میں اگر کوئی بُرا کام ہم سے ہو بھی جاوے گا تو ہمارے بڑے قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرکے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیوینگے

اسکے جواب میں اُسدن بے مرضی اللہ تعالےٰ کے کسی کی سفارش قبول نہ ہوگی۔
چنانچہ ان کے بڑوں کے بڑے ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کی دوزخ کے عذاب
سے بچنے کی سفارش کرینگے جو نامنظور ہوگی۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ کی روایتہ سے جو حدیث ہے اُسمیں ابراہیم علیہ السلام
کی اس سفارش کے نامنظور ہونے کا ذکر ہے۔ یہ حدیث ایک جگہہ اوپر گزر چکی ہے
دُنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعضے مجرم جرمانہ دیکر مواخذہ سے بری ہو جاتے ہیں اُسدن
اول تو سب ننگے سر ننگے بدن اٹھیں گے۔ کسی کے پاس روپیہ پیسہ کہاں سے آیا جو
جرمانہ داخل کرے۔ لیکن اگر ہوتا بھی تو فرمایا کہ وہ دن جُرمانہ کا بھی نہیں ہے۔

صحیح بخاری اور مُسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم عذاب والا شخص تمام
دُنیا کا مال و اسباب جرمانہ میں دیکر عذاب سے نجات پانے کی آرزو کرے گا مگر یہ آرزو۔
اُسکو کچھہ مفید نہ ہوگی۔ اس حدیث سے اُس دن جرمانہ داخل نہ ہونے کا حال اچھی طرح
سمجھہ میں آجاتا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

اور جس وقت آزمایا ابراہیمؑ کو رب اسکے نے ساتھہ کئی باتوں کے پس پورا کیا اُن کو کہا تحقیق میں کرنیوالا ہوں تجھکو

اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

واسطے لوگوں کے امام کہا اور اولاد میری سے کہا نہیں پہنچے گا عہد میرا ظالموں کو

اہل کتاب مشرکین مکہ سب کا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ اس لیئے ابراہیم علیہ السلام کو یہ سب مانتے تھے لیکن ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا اس لیئے اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا حال اور ملت ابراہیمی کا حال اس آیتہ میں بیان فرمایا تاکہ یہ سب قائل ہوں۔ کتب آسمانی میں انبیا کی معرفت جو احکام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے اُن کو ملت کہتے ہیں۔ اُسی کے معنے شریعت کے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کو حنیف اور ملۃ ابراہیمی کو حنفی کہتے ہیں حنیف کے معنے ایک طرف کا ہو جانا۔ ابراہیم علیہ السلام شرک سے بیزار ہو کر اللہ کی وحدانیت میں ایسے ایک طرف ہوئے کہ اپنی قوم کے بتوں کو وحدانیت کے جوش میں توڑ ڈالا جس سے آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ٹھیرے اور پھر وطن کو باپ کو قوم کو چھوڑا۔ اور اللہ کی وحدانیت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اور خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قصہ ملتا جلتا ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کی حفاظت میں وطن کو چھوڑنا پڑا اور پھر جس طرح ہجرت کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا بول بالا ہوا وہی حال ہجرت کے بعد نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کا ہوا۔

سورہ والصافات میں اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے دل کو قلب سلیم فرمایا ہے۔ قلب سلیم کے بھی وہی معنے ہیں جو حنیف کے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا دل بچپنے سے شرک کا دشمن تھا۔

صحیح بخاری میں نعمان بن بشیر سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جسکو دل کہتے ہیں۔ اگر وہ شرک بدعت اور ریاکاری کی کھوٹ سے پاک وصاف ہی تو آدمی کا اعتقاد عمل سب کچھ ٹھیک ہے نہیں تو کچھ بھی نہیں مطلب یہ ہے کہ شریعت میں نیک عمل کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ اور نیت دل کے ارادہ کا نام ہے۔ اس واسطے جس شخص کا دلی ارادہ درست نہیں اس کا کوئی نیک عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں جس طرح اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافق دکھاوے کے لیئے سب نیک عمل کرتے تھے لیکن اُن کے دلوں میں کھوٹ تھی اس لیئے قرآن شریف میں جگہ جگہ اُن کی مذمت آئی ہے۔ یہ حدیث قلب سلیم کی گویا تفسیر ہے۔ سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امتہ فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد میں نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کی دعا کی جس کا ذکر اسی سورۃ میں ہے اور نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدایش کو ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر فرمایا چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد میں عرباض بن ساریہ کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہی اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے حق میں بت پرستی سے بچنے کی دعا کی تھی جس کا ذکر سورۃ ابراہیم میں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے اثر سے نبی آخر الزماں کا پیدا

ہونا اور دوسری دعا کے اثر سے فتح مکہ کے بعد قریش میں نبی آخر الزماں کی کوشش
سے اسلام کا پھیلنا اس سب کا اجر ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والا ہے جو بت پرستی
سے بچنے والی ایک امت کے اجر کی برابر ہے اسی اجر کے حساب سے اکیلے
ابراہیم علیہ السلام کو امتہ فرمایا صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جس میں
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو شخص نیک راہ نکالے اُسکو
نیک راہ نکالنے کا اجر جدا دیا جاوے گا۔ اور جتنے آدمی اُس نیک راہ پر چلیں گے
اُن سب کی برابر اجر اس نیک راہ نکالنے والے کو جدا دیا جاویگا۔ اس حدیث
سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ قریش میں بت پرستی سے بچنے
کی نیک راہ جب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے سبب ہے تو اس نیک راہ پر
جتنے آدمی چلیں گے اُن سب کی برابر ابراہیم علیہ السلام کو بھی اجر ملے گا۔ وَاِذِ ابْتَلٰی
ابراہیم ربہ بکلمات جو فرمایا۔ اس کلمات کے لفظ میں امامت نبوت ملت ابراہیمی
کے وہ سب احکام شامل ہیں جو دس صحیفوں کے ذریعہ سے نازل ہوئے تھے۔
اس آیتہ میں ابراہیم علیہ السلام کو پیشوا بنانے کا جو وعدہ اللہ تعالے نے فرمایا
تھا اُس وعدہ کے موافق نبوت اسحٰق بن ابراہیم کی اولاد میں ایک مدت تک رہی
اور پھر اسمٰعیل بن ابراہیم کی اولاد میں نبوت کا خاتمہ ہوا۔ معراج کی صحیح حدیثوں میں
ہے کہ معراج کی رات خاتم الانبیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو
سب انبیاء سے اوپر ساتویں آسمان پر دیکھا۔ اس سے تو ابراہیم علیہ السلام کا

وہ مرتبہ معلوم ہوا جو اللہ تعالےٰ نے اُن کو انبیار کے سلسلہ میں دیا ہے مشرکین مکہ اہلِ کتاب سب لوگ جو اُن کو مانتے ہیں صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی اُس روایتہ سے اُس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندہ سے محبت کرنے لگتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں اپنے اُس بندہ سے محبت سے پیش آتا ہوں تم بھی اُس سے محبت کرو۔ اور آسمان وزمین بھی اُس بندہ کی محبت کو پھیلادو۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اسلیئے اللہ تعالےٰ نے جبریل علیہ السلام کی معرفت سب کے دلوں میں اُنکی محبت ڈالدی ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ

اور جب اُٹھاتا تھا ابراہیمؑ نیویں یعنے بنیاد گھرکی اور اسمٰعیلؑ اے رب ہمارے قبول کر

مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ

ہم سے تحقیق تو ہی ہے سننے والا جاننے والا اے رب ہمارے اور کر ہم دونو کو مطیع واسطے اپنے

ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ

اور اولاد ہماری سے ایک جماعت فرمانبردار واسطے اپنے اور دکھا ہم کو طرح عبادت ہماری کی اور پھر آ اوپر ہمارے

اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

تحقیق تو ہے توبہ پھر آنے والا مہربان

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے جو روایت ہے اُس کا حاصل یہ ہے
کہ ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ علیہا السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کے میدان میں
جو چھوڑ گئے تو پھر اتنی مدّت کے بعد مکہ میں آئے کہ ہاجرہ علیہا السلام کا انتقال
ہوگیا اور اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہوگئے۔ اور جرہم قبیلہ کی ایک عورت سے
اُنکا نکاح بھی ہوگیا۔ مکہ کے دو پھیروں میں تو ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل
علیہ السلام کی ملاقات نہیں ہوئی۔ کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام پہلے دو
پھیروں میں مکہ آئے تو اسمٰعیل علیہ السلام شکار کو گئے ہوئے تھے شکار کی
ہر روز اسمٰعیل علیہ السلام کو اس لیے ضرورت تھی کہ شکار کے گوشت اور زمزم
کے پانی پر اُن کی گزر تھی۔ اناج اُن کو میسر نہیں آتا تھا۔ تیسرے پھیرے میں
جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو ابراہیمؑ
نے اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھکو حکم دیا ہے کہ اس
مکہ کے میدان میں اللہ کا گھر بناؤں۔ اسمٰعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ
تعالےٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے اُسکے موافق تعمیل فرمائیے۔ تا بمقدور میں
بھی مدد کو حاضر ہوں۔ اس کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام پتھر ڈھو کر لاتے تھے
اور ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی دیوار بناتے تھے۔ جب دیوار اونچی ہوگئی تو
مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے دیوار بنانی شروع کی
اور دیوار کے بناتے وقت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام

یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ یا اللہ تو ہمارے اس کام کو قبول فرما کہ تو ہر ایک کی دعا کو سنتا اور ہر ایک کے دل کا حال خوب جانتا ہے۔ قواعد قاعدہ کی جمع ہے جس کے معنے بنیاد کے ہیں سعید بن مسیب اور بعضے اور تابعین کا قول ہے ابراہیم علیہ السلام سے پہلے شیث علیہ السلام نے کعبہ بنایا تھا جو طوفان نوح علیہ السلام میں بہ گیا مگر اُسکی بنیادیں باقی تہیں اُن ہی بنیادوں کی نشاندہی جبرئیل علیہ السلام نے اور اُس نشاندہی کے موافق اُن بنیادوں پر ابراہیم علیہ السلام نے دیواریں بنائیں جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے کعبہ کی عمارت بنا کر تیار کرلی تو اللہ کے حکم سے حج کے فرض ہونے کی وہ اذان دی جس کا ذکر سورۃ الحج کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے کہ اے لوگو حج کرنے کو آؤ اللہ کا گھر بنکر تیار ہو گیا ہے۔ عبد اللہ بن عباس کی روایتہ سے اس اذان کا ذکر مستدرک حاکم میں تفصیل سے ہی اور حاکم نے اس روایتہ کو صحیح کہا ہے۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال حج فرض ہوا ہے اور اُس سال اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے حدیبیہ تک گئے لیکن مشرکین مکہ نے آپ کو روک دیا اور آخر صلح حدیبیہ ہوئی جس کا قصہ ایک جگہ گزر چکا ہے۔ اس حدیبیہ کے قصہ سے بعضے مفسروں نے یہ بات نکالی ہے کہ روکنا دشمن کا ہی معتبر ہے۔ بیماری کے عذر سے رُک جانا معتبر نہیں لیکن صحیح بخاری اور مسلم میں عائشہؓ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ

وسلم زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ضباعہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ضباعہ نے
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا ارادہ حج کا ہے
لیکن مجکو بیماری کا دورہ ہوا کرتا ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تم اس شرط سے حج کا سفر کرو کہ جہاں بیماری کا دورہ ہوگا وہیں رک
جاؤں گی۔ اس صحیح حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ
جس طرح دشمن کا روکنا سفر حج اور عمرہ کو ادھورا چھوڑ دینے کے لیئے عذر
شرعی ہے وہی حال بیماری کا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اور اسمٰعیل
علیہ السلام کے لیئے حکم بردار رہنے کی دعا جو اس آیۃ میں کی ہے اُس کا
یہ مطلب ہے کہ یا اللہ جس طرح ہم نے تیرے حکم کے موافق کعبہ بنایا اسی طرح
ہر حکم کی حکم برداری کی ہم کو توفیق دے۔ اولاد ابراہیمی اور اسمٰعیلی میں حکم بردار
اُمت کے پیدا ہونے کی دعا ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے جس کا ذکر آیۃ
میں ہے۔ اس کا مطلب بنی اسمٰعیل ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ
دعا مکہ میں اپنی اولاد کے لیئے کی ہے اور مکہ میں سوائے بنی اسمٰعیل کے اور
کوئی اولاد ابراہیم علیہ السلام کی نہیں تھی۔ مناسک نسک کی جمع ہے محاورہ
عرب میں نسک کے معنے کپڑے کے دھونے کے ہیں۔ خالص نیت کی
حج سے تو میل کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے ارکان حج کو
مناسک کہتے ہیں۔ ارکان حج کے پانچ ہیں احرام طواف عرفات میں جاکر وقت

مقررہ پر ٹھیرنا۔ صفا مروہ کا دوڑنا۔ سر منڈانا یا بال کتروانا۔ عمرہ میں عرفات میں جاکر ٹھیرنا نہیں ہے باقی کے وہی چار رکن ہیں جو حج میں ہیں۔ حج اور عمرہ کی اس سے زیادہ تفصیل حج کی آیتوں میں آوے گی۔ آخر آیتہ میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور اسمٰعیل علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کی جو دعا کی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ مناسک حج میں ہم سے کوئی قصور ہوجاوے تو اسکو اپنی رحمت سے معاف فرما۔ صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا ایسا اونٹ جنگل میں کھویا جاوے جس اونٹ پر اُس کا کھانا پانی تھا اور پھر وہ اونٹ مل جاوے تو جس قدر وہ شخص اپنے اونٹ کے مل جانے سے خوش ہوتا ہو اللہ تعالے اُس سے بھی زیادہ اپنے بندہ کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔

اِس حدیث کو آیتہ کے آخری ٹکڑے کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اور اسمٰعیل علیہ السلام کی توبہ کے قبول ہونیکی دعا کی اس سے اُنکا اصل مقصود یہی تھا کہ اللہ تعالے اُن سے اور اسمٰعیل علیہ السلام سے خوش ہو۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

اے رب ہمارے اور بھیج ان کے پیغمبر انہیں میں سے پڑھے اوپر اُن کے آیتیں تیری اور سکھلاوے اُنکو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

کتاب اور حکمت اور پاک کرے اُنکو تحقیق تو ہے غالب حکمت والا

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا یہ خاتمہ ہے جو انہوں نے بنی اسمٰعیل میں نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کے لیئے کی تھی سورۃ الجمعہ میں آوے گا کہ اللہ وہ ہی جس نے ان پڑھ قوم میں رسول بھیجا۔ سورۃ الجمعہ کی آیتوں کو اس آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسمٰعیل میں نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کی دعا کی اور انکی وہ دعا قبول ہو کر وقت مقررہ پر جب نبی آخر الزماں پیدا ہوئے سورۃ الجمعہ کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسمٰعیل کو ان پڑھ قوم کے نام سے یاد فرما کر انھیں اپنا یہ احسان جتلایا۔ ابوالعالیہ قتادہ وغیرہ سلف نے کہا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسمٰعیل میں نبی آخر الزماں کے پیدا ہونیکی دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا تمہاری دعا تو قبول ہو گئی لیکن اس دعا کے اثر کا ظہور آخری زمانہ میں ہو گا۔ سلف کے اس قول کی تائید عرباض بن ساریہ کی اس روایتہ سے ہوتی ہے جو معتبر سند سے مسند امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی میں ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام خاتم الانبیا لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ لیکن انبیاء کے گروہ میں میرے نام کی ابتدا ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ نوشتہ لوح محفوظ کے موافق ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے آخری

زمانہ میں میرے پیدا ہونے کی بشارت پہلے پہل ابراہیم علیہ السلام کو دی اور پھر توراۃ اور انجیل میں یہ بشارت نازل ہو کر انبیائے بنی اسرائیل میں اس کا ذکر عام ہو گیا۔

صحیح بخاری کے حوالہ سے انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی روایتہ ایک جگہ گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے گھر کے سامنے سے گزرے وہ یہودی توراۃ پڑھ رہا تھا اور اسکا ایک جوان خوبصورت لڑکا جان کنی کی حالت میں وہاں لیٹا ہوا تھا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس یہودی سے کہا تجھکو توراۃ کے نازل کرنے والے کی قسم دیکر پوچھا جاتا ہے کہ توراۃ میں میری نشانیوں کی اور میرے رسول ہونیکی بشارت ہے۔ اُس یہودی نے گردن ہلا کر کہا کہ نہیں مگر اُسکے لڑکے نے قسم کھا کر کہا کہ بلاشک توراۃ کی بشارت اور نشانیوں کے موافق آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اس روایتہ سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ توراۃ میں آپ کے پیدا ہونیکی بشارت اور آپ کی نشانیاں ایسی عام ہیں کہ یہود کا بچہ بچہ اُن کو جانتا تھا یہود کے بہت بڑے عالم عبد اللہ بن سلام اور اُن کے ساتھیوں کے اسلام لانے کا ذکر بھی ایک جگہ اوپر گزر چکا ہے۔ حبشہ کے عیسائی پادریوں کا ذکر بھی ایک جگہ گزر چکا ہے کہ وہ جب حبشہ سے مدینہ کو آئے تو قرآن شریف

سنکر روئے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی آخرالزماں اور
قرآن کے اللہ کا کلام ہونے کی انہوں نے تصدیق کی۔ اصل بات یہ ہے کہ
ہر قسمت کے نبی کی معرفت اُس وقت کے لوگوں کی ہدایت کے لیئے ایک کتاب
آسمانی نازل ہوئی ہے۔ اب جو توراۃ اور انجیل کے مختلف نسخہ جات الگ الگ
ہیں۔ مثلاً یہود میں فرقہ سامری کی توراۃ الگ ہے اور باقی فرقوں کی توراتیں
الگ۔ اسی طرح نصاریٰ میں مثلاً متی کی انجیل الگ ہے اور باقی کی انجیل الگ۔
ان مختلف نسخہ جات توراۃ اور انجیل کا اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے نازل ہونا کوئی
یہودی یا نصرانی نہ آج تک ثابت کر سکا نہ قیامت تک ثابت کر سکتا ہے۔ حاصل
کلام یہ ہے کہ جب توراۃ اور انجیل میں وہ ایجادی باتیں ملائی گئیں جن کے
سبب سے ایک توراۃ کی چند توراتیں اور ایک انجیل کی چند انجیلیں بن گئیں تو
اب یہود میں عبداللہ بن سلامؓ کی سی تصدیق اور نصاریٰ میں حبشہ کے پادریوں
کی سی تصدیق باقی نہیں رہی۔ کیونکہ آسمانی کتاب میں ایجادی باتوں کی تصدیق
پائی جائے گی تو پھر آسمانی کتاب اور ایجادی باتوں میں فرق کیا باقی رہے گا۔
ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے موافق اگرچہ پیدائش نبی آخرالزماں کی بنی اسمٰعیل
میں ہوئی لیکن سورۃ الاعراف اور سورہ سبا کی آیتوں اور صحیح حدیثوں کے موافق
آپ کی نبوت جن و انس کے لیئے عام ہے۔ چنانچہ سورہ الجمعہ کی آیتوں میں اسکا
ذکر آوے گا۔ توراۃ کے جس عہد کا ذکر ایک جگہ اوپر گزر چکا ہے اُس کے موافق

بنی اسرائیل کے ذمہ بڑا فرض تھا کہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں اور قرآن کو اللہ کا کلام جانکر اُس کے موافق عمل کریں۔ سورۃ القصص میں آویگا کہ جو بنی اسرائیل میں سے اپنی کتاب پر قایم رہ کر قرآن پر بھی ایمان لاوے گا۔ وہ شریعتوں کی پابندی کے سبب سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسکو دوہرا اجر دے گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ سے اسی دوہرے اجر کے مضمون کی ابوموسےٰ اشعری کی روایتیں بھی ایک جگہ اوپر گزر چکی ہے تمام بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے فقط اس عداوت سے اپنے ذمہ کے اس فرض کو ادا نہیں کیا کہ نبی آخر الزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ ایسے لوگوں کا ذکر سورۃ العنکبوت میں آویگا۔ کہ اُن کو قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا خود بہکنے کا جدا اور اُن کے بہکنے کے سبب سے ان کی قوم کے جاہل لوگ جو بہکے اُن کا جدا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی اسی دوہرے عذاب کی روایت ایک جگہ اوپر گزر چکی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اہل کتاب کو عقبیٰ کا دوہرا اجر اور دوہرا عذاب سمجھا دیا اسیطرح بنی اسمٰعیل کو بھی عقبےٰ کی بھلائی برائی کی سب باتیں اچھی طرح سمجھا دیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری حج میں حجۃ الوداع کے وقت سب لوگوں سے پوچھا کہ میں نے تم کو وقت بوقت اللہ کے احکام پہنچا دیئے کہ نہیں

ان لوگوں نے اسکا اقرار کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے اس اقرار کا اللہ تعالیٰ کو گواہ قرار دیا۔ اس روایت سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو احکام الٰہی سمجھانے میں تمام عمر جو کوشش کی اللہ تعالیٰ اسکا گواہ ہی۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ

اور کون پھر جاتا ہے دین ابراہیم علیہ السلام کے سے مگر جس نے بے وقوف کیا جان اپنی کو اور تحقیق پسند کیا

فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ

ہم نے اُسکو بیچ دنیا کے یعنے ابراہیم کو اور تحقیق وہ بیچ آخرت کے البتہ صالحوں سے ہے جب کہا اُسکو رب اُسکے نے کہ مطیع ہو

قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ

کہا مطیع ہوا میں واسطے پروردگار عالموں کے اور نصیحت کی ساتھ اسکے ابراہیم نے بیٹوں اپنے کو اور یعقوب علیہ السلام نے

يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اے بیٹو میرے تحقیق اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے واسطے تمہارے دین پس نہ مرو تم مگر اور تم مطیع ہو

سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھیر کر فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم کو ملتہ ابراہیمی کی پیروی کرنے کا حکم اس لیئے دیا گیا ہے کہ ملتہ ابراہیمی خالص توحید کا طریقہ ہے۔ اُسمیں شرک کا ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ اِسی واسطے اِس آیتہ میں اہل کتاب اور مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ نے بیوقوف فرمایا۔ کیونکہ یہ لوگ زبانی تو یہ دعوے کرتے تھے کہ وہ ملتہ ابراہیمی پر ہیں اور کام ایسے کرتے تھے جن کے سبب سے یہ لوگ ملتہ ابراہیمی سے بالکل پھرے ہوئے تھے۔ کس لیئے کہ مشرکین مکہ نے تو کھلم کھلا بت پرستی کرتے تھے

اہل کتاب میں سے یہود نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسے علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ٹھیرایا۔ جس طرح ملتہ ابراہیمی کی اور باتوں کو دل سے بھلا دیا تقاضائے طبع یہ لوگ حشر اور قیامت کے بھی منکر تھے۔ چنانچہ مستدرک حاکم تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں عبد اللہ بن عباس سے روایتہ ہے جس روایتہ کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے حاصل اس روایتہ کا یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں کا ایک شخص عاص بن وائل ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی لیکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس ہڈی کو ملکر اُس کی خاک کو ہوا میں اُڑا کر یہ کہنے لگا کہ کیا اس خاک کو اللہ پھر دوبارہ زندہ کریگا۔ یہ تو بالکل قیاس سے باہر ایک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں عاص بن وائل کی اس بات کا جو جواب دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے قیاس سے باہر جس صاحب قدرت نے پانی جیسی پتلی چیز منی سے ان منکرین حشر کو ان کی آنکھوں کے سامنے پیدا کر دیا اُسکو آدم علیہ السلام کے پتلے کی طرح خاک کا پتلا بنا کر اس سے روح کا تعلق کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت کی اور بے شمار مثالوں کو چھوڑ کر اگر یہ لوگ فقط اپنی ہی پیدائش پر غور کرینگے تو یہ بات ان کی سمجھ میں اچھی طرح آجاوے گی کہ اللہ کی قدرت کا قیاس انسانی قدرت پر کرنا بالکل غلط ہے۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انسان نے مجھکو جھٹلایا۔ میں نے انسان کو پیدا کیا۔

اور دوبارہ پیدا کرنے کی خبر اپنے کلام میں دی۔ لیکن وہ دوبارہ پیدا کرنیکی خبر کو جھٹلا کر مجھکو جھٹلاتا ہے۔ بہت سی آیتوں میں اللہ تعالے نے ان منکرین حشر کو عقلی طور پر جو قائل کیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ ان کا معمولی عقل والا شخص کھیتی کرتا ہے تو اناج کے ہاتھ آنے کے مقصد سے باغ لگاتا ہے تو میوہ کھانے کی نیت سے مکان بناتا ہے تو رہنے کے ارادہ سے پھر دنیا کی پیدائش کے اتنے بڑے کام کو یہ لوگ کس عقل سے بے فائدہ ٹھیراتے ہیں۔ کہ جب تک جیتے رہے کھایا پیا کپڑا پہنا۔ جب مر کر خاک ہو گئے تو پھر نہ اچھے کاموں کی کچھ قدر ہے نہ بُرے کاموں کی کچھ پرسش۔ دُنیا کے بادشاہوں کا انتظام اور انصاف ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ فرماں بردار رعایا کو انعام ملتے ہیں نافرمان رعایا سے جیل خانہ بھرے جاتے ہیں۔ کیا اُس بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں دنیا کے بادشاہوں کی برابر بھی انتظام اور انصاف ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں جب انسان مرجاویگا اور اُس کی ہڈیاں خاک ہوجاویں گی اور وہ خاک کچھ تو ہوا میں اُڑ جاوے گی اور کچھ پانی کے ریلوں میں بہ جاوے گی تو پھر وہ پریشان خاک کیونکر جمع ہو جاوے گی جس کا پتلا بن جاوے گا۔ ان منکرین حشر کی اس بات کا جواب اللہ تعالے نے سورہ ق میں یہ دیا ہے کہ ان لوگوں کی خاک اُڑ کر یا بہ کر جہاں جاویگی وہ سب پتہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اُسی پتہ سے وہ پریشان خاک جمع کر دی جاوے گی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری رضہ سے روایت ہے

جنہیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص بڑا گنہگار تھا اُسنے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ میرے مرجانے کے بعد میری لاش کو جلاکر آدھی خاک ہوا میں اُڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا۔ اُس کے وارثوں نے اُس شخص کے مرجانے کے بعد اُس شخص کی وصیت کے موافق عمل کیا۔ اللہ تعالےٰ نے جنگل اور دریا میں سے اُسکی خاک کو جمع کرکے پھر دوبارہ اُسکا پتلا بنایا اور اُس پتلے میں روح پھونک کر اُسکو زندہ کیا اور اُس سے پوچھا کہ یہ وصیت تو نے کیوں کی تھی۔ اُس شخص نے جواب دیا کہ یا اللہ تو عالم الغیب ہے۔ گنہگاری کے سبب سے مجھکو تیرے سامنے کھڑے ہونے سے خوف آتا تھا۔ اِس واسطے میں نے وہ وصیت کی تھی۔ اِس بات پر اللہ تعالےٰ نے اُس شخص کی مغفرت فرمادی۔ اِس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ ایک شخص کی خاک کو جنگل اور دریا میں سے جمع کرنے پر قادر ہے اسیطرح اُسکی قدرت کے آگے تمام دنیا کی پریشان خاک کا جمع ہوجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

آیتہ میں ابراہیم علیہ السلام کے دنیا میں خاص بندہ اور عقبےٰ میں نیک بندوں میں ہونے کا جو ذکر ہے اُس کا ذکر سورۃ العنکبوت میں آویگا جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے لیکر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک دنیا میں نبوت کو ختم کردیا۔ اس مدت میں نبوت خاندان ابراہیمی سے کہیں باہر نہیں گئی۔ کل انبیائے بنی اسرائیل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد میں

ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے آخر نبی عیسے علیہ السلام ہوئے جنہوں نے سب لوگوں میں کہڑے ہو کر خطبہ پڑہا اور بنی اسمٰعیل میں اپنے بعد نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کی بشارت دی جس بشارت کے موافق نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور قیامت تک کا نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہ تو ابراہیم علیہ السلام کا دُنیاوی مرتبہ ہوا عقبےٰ میں میدان محشر سے ہی اونکا عالی مرتبہ شروع ہو جاویگا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو ننگا کر کے جو آگ میں ڈالا تہا اوسکے اجر میں سب سے پہلے اونکو میدان محشر میں کپڑے پہنائے جاوینگے۔ سورۃ الانعام میں آویگا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پیدائش کے سال اوسوقت کے نجومیوں نے نمرود بن کنعان عراق کے بادشاہ عراق سے یہ کہا کہ اس سال ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جسکے سبب سے سلطنت نمرودی کو بڑا صدمہ پونہچے گا۔ یہ خبر سُنکر اگرچہ نمرود نے اس صدمہ سے بچنے کے لئے بڑا انتظام کیا لیکن اللہ تعالےٰ کے انتظام کے آگے نہ انتظام نمرودی چل سکتا ہے نہ انتظام فرعونی آخر ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے ہاں انتظام نمرودی کے خوف سے اتنا ہوا کہ اونکی ماں نے اونکو تہ خانہ میں رکہا۔ چند سال کی عمر ہو جانیکے بعد جب اونکی ماں نے اونکو تہ خانہ سے نکالا تو پہلے پہل چاند سُورج اور تاروں کو دیکہکر انہوں نے یہ کہا ہے کہ میرا رب یہ ہے میرا رب کہنا شروع کیا۔ عبداللہ بن عباسؓ کا

قول ہے کہ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خالص دل سے اللہ کے حکم کا حکم بردار بن جانے کا ارشاد فرمایا اور ابراہیم علیہ السلام نے خالص دل سے اس ارشاد کو قبول کیا۔ اسی کا ذکر اس آیتہ میں ہے۔ ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو مرتے دم تک توحید پر قایم رہنے کی جو وصیت کی تھی اُسکے ذکر پر اللہ تعالیٰ نے آیتہ کو ختم فرمایا تاکہ بنی اسرائیل بنی اسمٰعیل سب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ نہ ملتہ ابراہیمی پر قایم ہیں نہ وصیت ابراہیمی پر قایم ہیں۔ اگرچہ بعضے مفسرین نے لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں چند آیتوں سے یہ بات ثابت کی ہے کہ یعقوب علیہ السلام ابراہیمؑ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام کی اس وصیت کے وقت وہ جوان اور موجود تھے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسےٰ اشعری سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو راہ راست پر آنے کے لیئے مہلت دیتا ہے۔ اگر مہلت کے زمانہ میں یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے تو کسی سخت عذاب میں پکڑ کر ان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کی حالت کے ساتھ اس حدیث کو ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ پہلے تو اُن دونوں کو مہلت دی جا کر طرح طرح سے انھیں سمجھایا گیا۔ اور مہلت کے زمانہ میں جب

یہہ راہ راست پر نہ آئے تو مدینہ کے گرد و نواح میں بنی اسرائیل کے تین قبیلے بنی قینقاع
بنی نضیر اور بنی قریظہ جو رہتے تھے اُن میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر جلا وطن ہوے
اور بنی قریظہ قتل کیے گیے۔ بنی اسمٰعیل فتح مکہ کے وقت ایسے عاجز اور ذلیل ہوئے کہ
جن بتوں کو یہ اللہ تعالےٰ کا شریک ٹھیراتے تھے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر اُن بتوں کو زمین پر گرا دیا اور کسی بُت پرست سے
کچھ نہ ہو سکا۔

صحیح بخاری اور مسلم میں علی رضؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ دُنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعہ
نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا پیدا ہونے کے بعد کتنے جن و انسان جنت
میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔
اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل
سے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں دوزخ میں جھونکے جانیکے قابل قرار پاچکے تھے
دُنیا میں پیدا ہونے کے بعد اُن نہ مہلت نے کچھ فائدہ دیا نہ مہلت کے زمانہ کی
نصیحت نے کچھ فائدہ دیا۔ آخر دین و دنیا کی ذلت ساتھ لیکر دُنیا سے اٹھ گئے۔
اسی طرح ان دونوں میں سے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں جنت میں جانیکے
قابل ٹھیر چکے تھے ایسے لوگوں نے مہلت اور مہلت کے زمانہ کی نصیحت سے
پورا فائدہ اُٹھایا۔ مثلاً بنی اسرائیل میں سے عبد اللہ بن سلام کہ اُنھوں نے

قرآن کو اللہ کا کلام جان کر خود بھی اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلہ کے یہود بنی قینقاع کو بھی نصیحت کی۔ جس سے اُن کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کیا اس کا ذکر صحیح بخاری کی انس بن مالک کی روایت میں تفصیل سے ہے۔ یا مثلاً بنی اسمٰعیل میں کے سارے مہاجرین جنہوں نے خود بھی اسلام قبول کیا اور امتہ محمدیہ کے بے شمار لوگوں پر اپنے اسلام کا اثر ڈالا۔ اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ کسی شخص کو کسی کام پر مجبور کرنا اور بات ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھا ہے کہ جن اور انسان کو اختیار اور ارادہ دیکر دنیا میں پیدا کیا جاویگا تو کتنے جنات و انسان نیک کام کرینگے اور کتنے بدکام کرینگے۔ اِس سے یہ بات نہیں نکل سکتی کہ اللہ تعالےٰ نے بندہ کا اختیار اور ارادہ چھین کر اُسکو مجبور کردیا رہی یہ بات کہ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے علم غیب سے یہ بات معلوم کرلی تھی کہ بنی آدم کو اختیار اور ارادہ دیا جاکر دنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو اتنے آدمی اپنے اختیار اور ارادہ کو نیک کاموں میں صرف کرینگے اور اتنے آدمی بدکاموں میں تو پھر آخر اُن بدآدمیوں کو نیک پیدا کرنا بھی تو اللہ تعالےٰ کی قدرت میں تھا۔ اسکا جواب علما نے یہ دیا ہے کہ اللہ کی قدرت میں تو سب کچھ ہے لیکن دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیئے پیدا کی گئی ہے اگر اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے بدآدمیوں کو نیک کرکے پیدا کردیتا تو یہ امتحان کا موقع باقی نہ رہتا پھر نہ دنیا کے پیدا کرنے کی ضرورت تھی نہ آسمانی کتابوں اور انبیاء کی ضرورت تھی۔ اور انسان کے ارادہ اور

اختیار پر ثواب اور عذاب کی بنیاد جو رکھی گئی ہے وہ بنیاد بھی قایم نہ رہتی۔ اپنے علم غیب کے موافق دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں عمرؓ کی جو روایت ہے جس میں جبرائیل علیہ السلام نے لوگوں کی تعلیم کے لیئے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے دین کی چند باتیں پوچھی ہیں اُس حدیث میں تقدیر پر ایمان لانے کا ذکر بھی اسی طرح ہے جس طرح اللہ کی وحدانیت پر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لانے ذکر ہے۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہے کہ نیکی بدی کا پیدا کرنیوالا دارالامتحان دنیا میں اللہ تعالے ہی اور اپنے اختیار اور ارادہ سے نیکی بدی کا کرنے والا بندہ ہے۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ

کیا تھے تم حاضر جس وقت آئی یعقوبؑ کو موت جس وقت کہا اُسنے واسطے بیٹوں

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

اپنے کے کس چیز کو عبادت کروگے تم پیچھے میرے کہا انہوں نے عبادت کرینگے ہم معبود تیرے کو اور معبود باپوں تیرے

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ

ابراہیمؑ اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے کو معبود ایک کو اور ہم واسطے اسکے مطیع ہیں یہ تھی

اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ایک امت تحقیق گذر گئی واسطے اُن کے تھا جو کچھ کمایا انہوں نے اور واسطے تمہارے ہے جو کچھ کمایا تم نے اور نہ پوچھے جاؤگے تم اسچیز سے کہ تھے

یہود نے ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یعقوب ع نے ہم کو وصیت کی ہے کہ ہم مرتے دم تک یہودی دین پر قایم رہیں اسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا ان لوگوں کی عمر تو اتنی نہیں ہے کہ انھوں نے ان کانوں سے یعقوب علیہ السلام کی وصیت سنی ہو کیونکہ یعقوب علیہ السلام ان لوگوں سے ہزار برس پہلے تھے۔ اور ان لوگوں کے پاس ایسی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے کہ جس سے یہ لوگ اپنی بات کی صداقت پیش کر سکیں کسواسطے کہ موسے علیہ السلام کے نبی ہونے اور اُن پر توراۃ نازل ہونے کے بعد یہودی دین دنیا میں چلا ہے۔ اور موسے علیہ السلام کا زمانہ اور اُنپر توراۃ نازل ہونے کا زمانہ یعقوب علیہ السلام سے ہزار برس بعد کا ہے۔ پھر ان لوگوں کی یہ جھوٹی بات کیونکر سچی ہو سکتی ہے یہ تو ان لوگوں کی ایسی ہی ایک جھوٹی بات ہو جیسے یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کو یہودی کہتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ملتہ ابراہیمی میں اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ توراۃ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ حالانکہ یعقوب علیہ السلام کی جھوٹی وصیت کی بات اور ابراہیم علیہ السلام کی یہودی ہونے کی جھوٹی بات بھی ان کی بالکل جھوٹی ہے توراۃ میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ملتہ ابراہیمی میں اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام تھا۔ اب یعقوب علیہ السلام نے اپنے آخری وقت پر اپنی اولاد سے توحید پر قایم رہنے کا اقرار جو بطور وصیت کے لیا تھا اُسکا ذکر فرمایا۔ اس اقرار میں اولاد

یعقوب ؑ نے اپنے باپ کے ذکر کے ساتھ اپنے چچا اسمٰعیل علیہ السلام کی توحید کا ذکر بھی کیا تھا۔ اِس لیئے یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے اِس اقرار سے بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں کو قائل کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بھی اپنے بڑوں کے طریقہ پر قایم نہیں ہے۔ یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ بنی اسمٰعیل کھلم کھلا بت پرستی میں گرفتار ہیں۔ یہود اپنے آپ کو نبی زادہ کہتے اور اسپر فخر کیا کرتے تھے۔ اِس لیئے ان کے بڑوں کی توحید کا ذکر فرما کر اُنہیں یوں ہی قائل کیا گیا ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہ ہوں ان کے بڑوں کا نبی ہونا یا اُن کے بڑوں کے نیک عمل انکے کچھہ کام نہیں آسکتے۔ توراۃ میں ان لوگوں نے پہلے صاحب شریعت نبی نوح ؑ کا قصہ کیا نہیں پڑھا کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ان ہی کی طرح نبی زادہ تھا لیکن جب نوح علیہ السلام نے اُسکے طوفان سے بچنے کی درخواست اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کی تو بارگاہ الہیٰ سے یہ جواب ملا کہ اے نوح کنعان کے علاوہ کل حال تم کو معلوم نہیں وہ درپردہ مشرک تھا اِس واسطے نہ اُسکی نجات ممکن ہے نہ تم کو اُسکی نجات کی درخواست جائز ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب رشتہ داروں اور قوم کے لوگوں کو عقبے کے عذاب سے بچنے کی کوشش میں لگے رہنے کی نصیحت فرمائی اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف قیامت کے

دن میں تم لوگوں کی کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی یہ روایتہ بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی نجات کی کوشش کرینگے جو بارگاہ الہی میں مقبول نہ ہوگی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ علماے یہود جو سب کام اللہ تعالے کی مرضی کے مخالف کرتے تھے اور فقط نبی زادہ ہونے کے بھروسہ پر قیامت کے دن اپنی نجات کی امید رکھتے تھے۔ کنعان بن نوح کے قصہ کو اور ابوہریرہؓ کی روایتوں کو ان کے حال کے ساتھہ ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے کہ ان کا وہ بھروسہ ایک شیطانی دہوکا تھا کیونکہ جب عالم ہوکر یہ خود بھی بہکے اور اپنی قوم کے ان پڑہ لوگوں کو بھی بہکایا تو فقط نبی زادہ ہونے کے سبب سے ان کی نجات تو درکنار بلکہ قیامت کے دن ان کو دوہرا عذاب بھگتنا پڑے گا چنانچہ سورۃ العنکبوت کی آیتوں اور صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایتہ سے اسکا ذکر ایک جگہہ اوپر گزر چکا ہے۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

اور کہا انہوں نے ہوجاؤ موسائی یا عیسائی راہ پاؤ گے تم کہہ بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم دین ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

اور نہ تھا مشرکوں سے

تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے کہ یہود میں کے عبداللہ بن صوریا کعب بن اشرف اور نصاریٰ میں کے سید اور عاقب وغیرہ نے مسلمانوں سے ایک دن

بڑا جھگڑا کیا اور کہا جس دین پر ہم ہیں وہی حق ہے۔ تم کو بھی یہی دین اختیار کرنا چاہیئے اُسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہدو کہ ہم تو ملتہ ابراہیمی کے پیرو ہیں جسمیں کسی طرح کا شرک نہیں ہے۔ تم میں سے یہود تو عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور نصاری عیلے علیہ السلام کو اور تمہارے طریقہ میں ایک یہ بھی عیب ہے کہ تم سب انبیا کو نہیں مانتے یہود عیلے علیہ السلام کے اور نبی آخرالزماں کے منکر ہیں اور نصاری نبی آخرالزماں کے۔ قرآن شریف میں اکثر جگہ منافقوں کا اور یہود کا ذکر اسکے ساتھ آیا ہے کہ منافقوں کی اور یہود کی حالتہ ملتی جلتی ہے۔ کیونکہ جس طرح منافق لوگ ظاہر میں تو اپنے آپ کو قرآن کا پابند کہتے تھے اور حقیقت میں قرآن کے پابند نہیں تھے۔ اسی طرح یہود لوگ ظاہر میں تو اپنے آپ کو توراۃ کا پابند تبلاتے تھے اور حقیقت میں وہ توراۃ کے پابند نہیں۔ کیونکہ توراۃ میں عیلے علیہ السلام اور نبی آخرالزماں کی پیروی کا جو عہد ہے اُنہوں نے اُس عہد کو توڑ ڈالا۔ یہی حال نصاری کا ہے۔ کہ یہ لوگ توراۃ اور انجیل دونوں کتابوں کو مانتے ہیں اور ان دونوں کتابوں میں نبی آخرالزماں کی پیروی کا جو عہد ہے اُسپر یہ قایم نہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سب انبیا کو علاتی بھائی اور اُن کی شریعتوں کو علاتی بھائیوں کو ماں کی مانند فرمایا ہے۔ علاتی اُن بھائیوں کو کہتے ہیں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں

الگ الگ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کی نصیحت اور تاکید میں سب انبیا کے دین میں ایک ہیں فقط ضرورت وقت کے لحاظ سے ہر شریعت میں حرام اور حلال کے احکام جدا ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک نبی کی نبوت کے انکار سے تمام انبیا کی نبوت کا انکار لازم آجاتا ہے۔ کیونکہ اصل دین میں جب سب انبیار ایک ہیں تو ان میں سے ایک کو جھٹلانا سب انبیار کے اصلی دین کو جھٹلانا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ فقط موسےٰ علیہ السلام کی نبوت کے اقرار سے یہود اور عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت کے اقرار سے نصرانی جو اپنی نجات کے خیال میں ہیں یہ اُن کا خیال بالکل غلط ہے اسی واسطے صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہودی اور نصرانی میرا حال سُنکر میری نبوت کا اقرار نہ کرے گا اُسکی نجات ممکن نہیں ہے۔ یہود اور نصاریٰ کے نزدیک قرآن شریف اس لیئے اللہ تعالےٰ کا کلام نہیں قرار پا سکتا کہ قرآن شریف کی بعضی آیتیں دوسری بعضی آیتوں سے منسوخ ہیں جو ان لوگوں کے اعتقاد کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کے کلام میں ناسخ منسوخ نہیں ہے۔ علمائے اہل اسلام نے یہود اور نصاریٰ کے اس اعتقاد کو یوں غلط ٹھیرایا ہے کہ توراۃ اور انجیل میں بھی ناسخ منسوخ موجود ہے۔ ملتہ ابراہیمی میں ساتھ کے دو بہنوں سے نکاح جائز تھا۔ اس لیئے یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں لیا اور راحیل یہ دونوں بہنیں موجود تھیں جس کا ذکر توراۃ کے حصتہ التکوین باب ۲۹ میں ہے۔ پھر توراۃ سے یہ حکم منسوخ

ہو گیا۔ توراۃ کے حصہ استثناء کے ۲۴ ویں باب میں بغیر کسی شرط کے طلاق جائز ہے
اور انجیل متی کے ۱۹ ویں باب میں یہ حکم ہے کہ سوائے عورت کی بدکاری کے اور
کسی قصور پر عورت کو طلاق نہیں دیجا سکتی۔ اب ناسخ منسوخ کی ایسی مثال کو پیش
کیا جاکر توراۃ اور انجیل دونوں کو اللہ کا کلام نہ کہا جاوے تو اسکو کوئی یہودی یا نصرانی
تسلیم نہ کرے گا۔ پھر ناسخ منسوخ کے سبب سے قرآن شریف کو اللہ کا کلام تسلیم کرنے
میں کیا عذر ہے اُسکو کسی یہودی یا نصرانی عالم نے آجتک بیان نہیں کیا۔ محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی آخرالزماں ہونے کا جو یہود اور نصاریٰ کو انکار ہے علمائے
اہل اسلام نے اس انکار کو یوں غلط ٹھیرایا ہے کہ توراۃ کے حصہ استثنا کے
تینتیسویں باب میں تین نبیوں کا ذکر اس ترتیب سے کیا ہے کہ پہلے نبی کا ظہور
کوہ طور سے ہوگا اور دوسرے کا شام کے پہاڑ ساعیر سے اور تیسرے کا مکہ کے پہاڑوں سے
پہلے نبی موسےٰ علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ تیسرے نبی کی وہ خوشخبری
جس کا ذکر توراۃ کے حصہ تکوین باب سولہ و سترہ میں ہے۔ اُسکا صاف مطلب یہ ہے
کہ تیسرے نبی مکہ کے پہاڑوں سے بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوں گے۔ کیونکہ اُنکی پیدائش
اگر بنی اسرائیل میں ہوتی تو اللہ کا فرشتہ یہ خوشخبری ملک شام میں اسحٰق علیہ السلام
کی ماں سارہ علیہ السلام کو دیتا اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں ہاجرہ علیہ السلام کو اس
خوشخبری کے دینے کا کسی طرح کوئی موقع نہیں تھا۔ اِس سے یہ بھی ایک بات نکلی
کہ بنی اسرائیل میں ایک یہ ضد جو پھیل گئی ہے کہ نبی آخرالزماں بنی اسمٰعیل میں کیوں

پیدا ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں پیدا ہوتے۔ ان کی اس ضد کا نتیجہ یہ ہے
کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے فرشتہ کی اُس خوشخبری کے منکر ہیں جس کا ذکر حصہ
تکوین کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کلام میں ناسخ منسوخ کے
یہ لوگ قائل نہیں ہیں۔ اِس واسطے ان کے اعتقاد کے موافق یہ بھی نہیں لکھا
جا سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے فرشتہ کی خوشخبری توراۃ کی جس کا ذکر اوپر گزرا
کسی دوسری آیتہ سے منسوخ ہے۔ انجیل یوحنا کے چودھویں باب میں عیسےٰ علیہ السلام
نے اپنے بعد جن نبی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی ہے اُس کا مطلب بھی وہی ہے
کہ مکہ کے پہاڑوں میں سے بنی اسمٰعیل میں یہ نبی پیدا ہونگے۔ کیونکہ جب ان لوگوں کا
یہ اعتقاد ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ انجیل کی کوئی آیتہ توراۃ کی کسی آیتہ کے
مخالف نہیں ہے تو توراۃ کے حصہ تکوین کے باب سولہ اور سترہ کے برخلاف انجیل
یوحنا کے چودھویں باب کا اور کوئی مطلب بیان نہیں کیا جا سکتا جس ترتیب سے
توراۃ کے حصہ استثنار کے باب ۱۸ میں تین نبیوں کا ذکر ہے اُسی ترتیب سے قرآن
شریف کی سورۃ المائدہ میں تین نبیوں کا ذکر آیا ہے۔ اب یہ تو ایک ظاہر بات ہے
کہ نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم نے توراۃ کسی یہودی عالم سے نہیں پڑھی۔
اِس واسطے سوا اس کے اور کسی بات کے لکھنے کی گنجائش نہیں ہے کہ توراۃ اور
قرآن کی یہ مطابقت وحی آسمانی کے ذریعہ سے ہے۔ اور جن نبی پر یہ وحی آسمانی نازل
ہوئی ہے وہ اللہ تعالےٰ کے سچے رسول ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسےٰ علیہ السلام کے مابین میں کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ
روایت توراۃ کے حِصّہ استثنار کے باب ۱۸ اور یوحنا کی انجیل کے باب ۱۶ کے موافق ہو
جو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ المائدہ کی آیتوں اور اس حدیث کے مخالف ہے۔ کیونکہ
سورہ المائدہ کی آیتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام اور نبی آخرالزماں
کے مابین جو چھہ سو برس کا زمانہ ہے اُس میں کوئی نبی نہیں ہے۔ سورۃ المائدہ
میں آوے گا چند یہودی ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر تبلاتے ہیں اور ہماری
کتاب کو حق نہیں جانتے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا یہ سچ ہو
کہ تمہاری کتاب برحق ہے لیکن تم نے بہت سے احکام کتاب آسمانی کے بدل ڈالے
ہیں۔ یہود نے کہا جس طریقہ پر ہم ہیں وہی آسمانی کتاب کا بتلایا ہوا طریقہ ہے۔
اسپر سورۃ المائدہ کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے اللہ کے رسول تم
ان یہود اور نصاریٰ سے کہدو کہ جب تک تم توراۃ اور انجیل کے موافق عمل نہ کرد گے
اُس وقت تک اللہ تعالےٰ کے نزدیک کسی آسمانی کتاب پر شمار نہ کئے جاؤ گے۔ کیونکہ
تم کو یہ معلوم ہے کہ توراۃ اور انجیل میں نبی آخرالزماں کی پیروی کرنے کی سخت
تاکید ہے جس کے تم منکر ہو اس لئے تمہارا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جس طریقہ پہ
تم ہو وہی آسمانی کتاب کا بتلایا ہوا طریقہ ہے۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

کہو ایمان لائے ہم ساتھ اللہ تعالےٰ کے اور جو کچھ آتاری گئی طرف ہماری اور جو کچھ آتاری گئی طرف ابراہیم کے اور اسمٰعیل کے

وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ

اور یعقوبؑ کے اور اولاد اُسکی کے اور جو کچھ دی گئی موسےٰ اور عیسےٰ کو اور جو کچھ دی گئی پیغمبروں کو

مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

پروردگار اپنے سے نہیں جدائی ڈالتے ہم درمیان کسی کے اُن میں سے اور ہم واسطے اسکے مطیع ہیں.

شریعت اعتقادی میں سب انبیاء ایک ہیں. شریعت اعتقادی کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جاننے اور اُسکی ذات صفات اور عبادت میں کسی شریک نہ کرنے کا حکم انبیاء کی شریعتوں میں ہے۔ ہر اُمت کے حال کے موافق شریعت عملی ہر ایک نبی کی جُدا ہے. شریعت عملی کے معنے طریقہ عمل کے ہیں. سورۃ الشوریٰ میں اِس شریعت اعتقادی اور شریعت عملی کا ذکر تفصیل سے آوے گا. صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت ایک جگہ گزرچکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سب انبیاء علاتی بھائی ہیں. اِس کا یہ مطلب ہے کہ اصول توحید میں سب انبیاء ایک ہیں۔ یہود حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور نبی آخرالزمان کی نبوت کے اور نصاریٰ نبی آخرالزماں کی نبوت کے منکر ہیں. اِس لیئے اللہ تعالےٰ نے اِس آیتہ میں اُمت محمدیہ کو حکم فرمایا کہ نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن اُترا ہے اُسپر ایمان لاکر عمل بھی اُسکے موافق کرو اور اعتقاد میں سب انبیا کو

حق پر جانو کیونکہ توحید جب ہر نبی کے دین میں ہے تو ایک نبی کے انکار سے
بھی توحید کا انکار لازم آجاتا ہے جو عین کفر کا عقیدہ ہے۔ جس طرح بنی اسمٰعیل میں
قبائل ہیں اسیطرح بنی اسرائیل میں اسباط ہیں۔ مسند امام احمد صحیح ابن حبان
مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوذر سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جسمیں تین سو
پندرہ رسول ہیں۔ اِس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن ہشام کو اگرچہ
اکثر علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن طبرانی اور ابن حبان نے ابراہیم بن ہشام کو
ثقہ کہا ہے۔ اِسی واسطے حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کی سند کو معتبر قرار دیا ہو
قرآن شریف میں فقط پچیس۲۵ نبیوں کا ذکر آیا ہے اِسی واسطے اللہ تعالےٰ نے
سورۃ المومن میں فرمایا کہ بعضے نبیوں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے بعضوں کا
نہیں آیا۔ جس طرح یہود مسلمانوں سے اور طرح طرح کے جھگڑے کیا کرتے
تھے اُن جھگڑوں میں یہ بھی کیا کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نبی آخر الزمان ہوتے تو موسےٰ علیہ السلام کی طرح بلا واسطہ فرشتہ کے اللہ تعالےٰ
سے ہم کلام ہوتے اللہ تعالےٰ نے سورۃ الشوریٰ میں یہود کی اِس بات کا جو
جواب دیا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ بغیر پردہ کی آڑ کے تو نہ موسےٰ علیہ السلام
نے اللہ تعالےٰ سے باتیں کیں نہ اور کسی نبی نے تمام انبیاء میں وحی کا یہی طریقہ
رہا ہے کہ یا تو اُن کو خواب میں کوئی بات معلوم ہو جاتی تھی یا غیب سے جاگتے

میں کوئی بات اُن کے دل میں پڑجاتی تھی۔ یا پردہ کی آڑ میں اللہ تعالےٰ سے
باتیں ہوجاتی تھیں۔ یا فرشتہ آن کر اللہ تعالےٰ کا حکم اُن کو سُناجاتا تھا۔ صحیح
بخاری میں عبداللہؓ بن عمر اور عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل
یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دو سونے کے کڑے اپنے
ہاتھوں میں دیکھے۔ پھر یہ خواب میں ہی اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ جتلادیا کہ ان
دونوں کڑوں کو پھونک مارو یہ اُڑ جاوینگے۔ چنانچہ جب آپ نے پھونک ماری تو
دونو کڑے اُڑ گئے۔ سوتے اٹھکر آپ نے اپنا یہ خواب صحابہ کے سامنے بیان کیا
اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے اِس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ یہ دونو کڑے اسود عنسی
اور مسیلمہ دو شخص ہیں جو نبوت کا جھوٹا دعوےٰ کرینگے اور دونو مارے جادینگے
آپ کے خواب کی تعبیر کے موافق یہ دونو شخص پیدا ہوئے جس میں اسود عنسی تو آپکی
حیات میں ہی مارا گیا اور مسیلمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں قتل ہوا صحیح بخاری
میں حضرت عائشہؓ کی روایتہ ہے جسمیں بغیر واسطہ فرشتہ کے اور فرشتہ کے واسطے
سے وحی کا ذکر تفصیل سے ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوذر کی معراج کی روایتہ ہے
جس میں پردہ کے پیچھے سے پچاس نمازوں کے فرض ہونے اور اُن میں سے پنتالیس
نمازوں کی معافی اور پانچ نمازوں کے باقی رہنے کے تذکرہ میں اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ سے جو باتیں ہوئیں اُس کا ذکر تفصیل سے ہے
اِن صحیح روایتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ سورۃ الشورےٰ

کی آیتہ میں وحی کے نازل ہونے کے جن طریقوں کا ذکر ہے اللہ تعالےٰ کے علم سے
وہ سب طریقے نبی آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع تھے۔ شیطان کے
دخل سے وحی کو بچانے کے لیئے اللہ تعالےٰ نے جو انتظام فرمایا ہے اُسکا ذکر
سورہ جن میں آوے گا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمرؓ کے فضائل کی جو روایتیں
ہیں اُن میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو خصوصیت کے
ساتھ صاحب کشف ولی قرار دیا ہے۔ لیکن اولیا اللہ کے کشف کو شیطان کے
دخل سے بچانے کا کوئی انتظام وحی کی حفاظت کے انتظام کی طرح غیب سے نہیں
ہے۔ اِسی واسطے حضرت عمرؓ کے کشف میں جو غلطی ہوئی اُس کا قصہ صحیح بخاری
اور مسلم کی روایتوں میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ
نے اپنی خلافت میں مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کا ارادہ کیا تو پہلے حضرت عمرؓ نے
اپنے غلط کشف کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق سے بڑا مباحثہ کیا۔ پھر جب حضرت
ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو طرح طرح سے قائل کیا تو حضرت عمرؓ نے اپنے
اُس کشف کو چھوڑ دیا۔ اِسی طرح کی روایتوں کو دیکھکر صوفیوں کے سردار ابوالقاسم
جنید بغدادی نے اپنی کتابوں میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر صوفی کو اپنے کشف کی
مطابقت قرآن اور حدیث سے ڈھونڈنی چاہیئے۔ جس صوفی کو اتنا علم نہ ہو کہ
وہ اپنے کشف کی مطابقت قرآن اور حدیث سے ڈھونڈھ سکے تو اُس کا کشف
اعتبار کے قابل نہیں ہے۔

صِبۡغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ۫ وَّنَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ○

رنگ دیا ہے تم کو اللہ تعالےٰ نے اور کون ہے بہتر خدا تعالےٰ سے رنگ میں اور ہم اسی کو عبادت کرنے والے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں تفسیر سدی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس آیتہ میں اللہ کا دین ہے اور معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ نصاریٰ نے اگرچہ یہ طریقہ نکالا ہے کہ وہ جس کو عیسائی کرتے ہیں تو زرد رنگ میں اُسکو نہلاتے ہیں۔ لیکن اے مسلمانوں تم کو اللہ کی توحید کا رنگ ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے کہ یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر کسیکا رنگ نہیں ہے۔ اور اہل کتاب سے کہدو کہ ہم تو ملتہ ابراہیمی کے موافق خاص اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس لیئے ہم کو اسی کا رنگ کافی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کی انجانی کا عذر باقی نہ رہنے کے لیئے اللہ تعالےٰ نے رسولوں کو بھیجا۔ کتابیں نازل فرمائیں۔ اس حدیث میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ انتظام الٰہی جتلایا ہے جس کا ذکر سورۃ النساء میں تفصیل سے آوے گا اسی انتظام کے موافق عیسےٰ علیہ السلام انجیل لیکر بنی اسرائیل میں آئے۔ اور پہلے پہل بارہ شخص جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اُن کو حواری کہتے ہیں۔ حواری کے معنے مددگار کے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک نبی کا ایک حواری

ہوتا ہے میرے حواری زبیر ہیں۔ اِن حواریوں نے دین عیسائی کے پھیلانے میں بڑی کوشش کی جس سے اکاسی برس کے قریب تک عیسے علیہ السلام کے بعد سچا عیسائی دین قایم رہا۔ اس کے بعد پولس نام کے یہودی نے فریبی عیسائی بنکر عیسائی دین میں طرح طرح کی باتیں جاری کر دیں۔ مثلاً جس طرح صحیح بخاری اور مسلم کی عبداللہؓ بن عمر اور ابو ہریرہؓ کی روایتوں میں ختنہ کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح توراۃ کے سفر احبار کے اٹھارھویں باب میں بھی ختنہ کرنے کا حکم ہے۔ جس حکم کی تعمیل میں عیسے علیہ السلام نے اپنا ختنہ جو کرایا اُسکا عیسائیوں کو اقرار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں کے زمانہ کے بعد پولس کی ایجادی باتوں نے اس حکم کی تعمیل کو عیسائیوں میں باقی نہیں رکھا۔ اس پولس کے قصہ کی تفصیل سورۃ التوبہ میں آوے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عیسائیوں میں زرد رنگ سے نہلانیکی بات بھی اُن ایجادی باتوں میں سے تھی۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے مسلمانوں تم کو اللہ تعالےٰ کی توحید کا رنگ کافی ہے کہ یہ اللہ کا رنگ ہے اور یہود نصاریٰ ان دونوں میں یہ رنگ نہیں ہے۔ یہود عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور نصاریٰ عیسے علیہ السلام کو۔ اللہ کی ذات صفات عبادت اور حکم میں کسیکو شریک نہ کرنا اسیکو توحید کہتے ہیں۔ صحیح بخاری میں معاذؓ کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اس حق کے ادا ہونے کے بعد بندونکا

حق اللہ پر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس حق کے ادا کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر توحید کا حکم ادا کرنے کے کسی بندہ کو دوزخ کے عذاب سے بچنے کا کوئی حق بارگاہ الٰہی میں نہیں ہے۔ اسی واسطے آیتہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے رنگ کو اللہ کا رنگ فرمایا ہے۔ کیونکہ اوپر کی حدیث کے موافق یہ رنگ بندوں پر اللہ کا ایسا ایک حق ہے جس کے پورے طور پر ادا ہو جانے کے بعد اس حق کا ادا کرنے والا شخص بارگاہ الٰہی میں نجات کا مستحق اور حقدار ٹھیر جاتا ہے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ ۚ

کہہ کیا جھگڑتے ہو تم ہم سے بیچ اللہ تعالےٰ کے اور وہ ہے پروردگار ہمارا اور پروردگار تمہارا اور واسطے ہمارے ہیں عمل ہمارے اور واسطے تمہارے ہیں عمل تمہارے

وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

اور ہم واسطے اسکے اخلاص کرنیوالے ہیں۔ کیا کہتے ہو تم تحقیق ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ

وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰہُ ۭ وَمَنْ

اور یعقوبؑ اور اولاد اُسکی کو تھے یہودی یا نصاریٰ کہہ کیا تم بہت جاننے والے ہو یا اللہ تعالیٰ اور کون ہے

اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ ۭ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ تِلْکَ اُمَّۃٌ

بہت ظالم اس شخص سے کہ چھپاتا ہے گواہی جو پاس اسکے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور نہیں اللہ بیخبر اس چیز سے کہ کرتے ہو یہ ایک اُمت تھی

قَدْ خَلَتْ ۚ لَھَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

کہ تحقیق گذر گئی واسطے اُنکے تھا جو کچھ کمایا انھوں نے اور واسطے تمہارے ہے جو کچھ کمایا تم نے اور نہ پوچھے جاؤگے اس چیز سے کہ تھے وہ کرتے

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے یہود یہ جو کہتے تھے کہ ہمارا دین

اختیار کرلو۔ دُنیا میں ہدایت اور نجات کا طریقہ ہے تو یہی ہے اسی طرح نصارے
یہی بات کہتے تھے اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اے رسول اللہ کے تم لوگوں سے
کہدو کہ اللہ کے دین میں تم لوگ ہم سے گھڑی گھڑی کیونکہ جھگڑتے ہو ہم اور
تم سب ایک اللہ کے بندے اور فرماں بردار ہیں۔ توراۃ میں تم سے اللہ تعالیٰ
نے جس فرماں برداری کا عہد لیا ہے اُسکو تم بھول کر ہم سے جو جھگڑتے ہو تو ہمارے
عمل ہمارے آگے آوینگے اور تمہارے عمل تمہارے آگے آوینگے۔ مگر اتنی بات ہے
کہ ہم اس عہد کے موافق اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتے تم میں سے
یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں اور نصارے عیسیٰ علیہ السلام کو۔
توراۃ کے عہد کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اور سورہ آل عمران میں اس عہد کا ذکر تفصیل
سے آوے گا۔ حاصل اس عہد کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے پیدا کرنیسے ہزارہا برس
پہلے ہر زمانہ کی مصلحت کے موافق ایک شریعت قرار دی ہے اور ہر نبی وقت
اور امت وقت کو اُس شریعت کا پابند کیا ہے اور ہر ایک آسمانی کتاب میں پہلے
نبی سے یہ عہد لیا ہے کہ اگر پہلا نبی مابعد میں آنے والے نبی کا زمانہ پاوے تو خود
مابعد کی شریعت پر عمل کرے ورنہ اپنی امت کو اس عہد کے موافق وصیت کر جاوے۔
اہل کتاب نے اس عہد کی آیتوں کو اپنی کتابوں میں بدل ڈالا تھا اس لیے
صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو یہودی یا نصرانی اس آخری شریعت کا پابند نہ ہوگا اُسکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ پھر فرمایا

یہ لوگ ایک جھوٹی بات یہ جو کہتے ہیں کہ ابراہیم اسمعیل اسحاق اور یعقوب انکے دین پر تھے تو کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ توراۃ اور انجیل جن دونوں کتابوں سے یہود اور نصاریٰ کا دین دنیا میں چلا ہے وہ دونوں کتابیں تو ابراہیم اور اُن کی اولاد کے بعد اُتری ہیں ابراہیم اور موسےٰ علیہما السلام میں ہزار برس کی مدت کا فاصلہ ہے اور عیسےٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام میں تین ہزار برس کی مدت کا فاصلہ ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کا علم اللہ کے علم سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ جو بات اللہ کے علم میں نہیں وہ بات یہ لوگ مونہ سے نکالتے ہیں۔ پھر فرمایا خود ان کی کتابوں میں یہ گواہی موجود ہے کہ جن لوگوں کا یہ نام لیتے ہیں وہ ملتہ ابراہیمی پر تھے جان بوجھ کر آسمانی کتابوں کی گواہی کو جو یہ چھپاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کے اس طرح کے کاموں سے غافل نہیں ہے۔ ایک دن ایسے کاموں کا مواخذہ ہونے والا ہے گمراہ ہونے اور قوم کے انجان لوگوں کو گمراہ کرنے کا دوہرا عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا۔ سورۃ العنکبوت میں اس دوہرے عذاب کا ذکر تفصیل سے آوے گا صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دوہرے عذاب کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ جو شخص دین کے کام جھوٹی باتوں سے کسیکو بہکاوے گا اُسکو بہکنے اور بہکانے کا عذاب یعنی دوہرا عذاب قیامت کے دن بھگتنا پڑے گا۔ جو لوگ اللہ کے رسول صلے اللہ

علیہ وسلم سے جہوٹے جھگڑے کیا کرتے تھے یہ اہل کتاب ہیں کے علمار تھے
جو خود بھی بہکی بہکی باتیں کرتے تھے اور قوم کے انجان لوگوں بھی طرح طرح سے
بہکاتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں پر قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا۔ آیتہ کے
آخری ٹکڑے کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
کہ واسطے خدا تعالے کے ہے مشرق اور مغرب راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے طرف راہ سیدھی کے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ
اور اسیطرح سے کیا ہم نے تم کو امت بیچ کی یعنے بہتر تو کہ ہو تم گواہ اوپر لوگوں کے

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ
اور ہوے پیغمبر اوپر تمہارے گواہ اور نہیں کیا تھا ہم نے قبلہ جو تھا

عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ
اوپر اُسکے مگر تو کہ جانیں ہم اس شخص کو کہ پیروی کرتا ہے رسول کی اس شخص سے جو پھیر جاتا ہے اوپر ایڑیوں اپنی کے

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ ھَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ
اور البتہ ہے یہ بڑی بات مگر اوپر اُن لوگوں کے کہ راہ دکھائی اُن کو اللہ تعالےٰ نے اور نہیں ہے اللہ تعالےٰ کہ ضایع کرے

اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ
ایمان تمہارا۔ تحقیق اللہ تعالےٰ ساتھ لوگوں کے البتہ شفقت کرنیوالا مہربان ہے

علی بن طلحہ کی سند سے تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے جو

روایتیں ہو اُس کا حاصل یہ ہے کہ آگے کی آیتوں میں جب بیت المقدس کی طرف سے قبلہ موقوف ہو کر کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا تو یہود اور منافقوں نے طرح طرح کی باتیں بنانی شروع کیں۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ مشرق مغرب سب طرف اللہ کی حکومت اور بادشاہت ہے جس کا جدھر وہ چاہے قبلہ ٹھیراوے۔ تفسیر کے باب میں اگرچہ حضرت عبداللہؓ بن عباس کا قول چند سندوں سے بیان کیا جاتا ہے لیکن سب سندوں میں علی بن طلحہ کی سند بہت صحیح ہے۔ اِس لیئے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں جگہ جگہ اسی سند کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں جہاں جہاں قال ابن عباسؓ کہکر عبداللہ بن عباس کا قول لیا ہے وہ اسی سند سے ہی۔ اس سند کے صحیح ہونے کے سبب سے امام [illegible] اِس سند کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ سفر کی حالت میں نفل نماز سواری کا جدھر مُنہ ہو اُدھر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح فرض نماز حالت خوف میں یا جہت قبلہ میں شبہہ ہو جانے کی صورت میں بغیر جہت کعبہ کے ہو جاتی ہے۔ اوپر یہ جو فرمایا تھا کہ مشرق مغرب سب طرف اللہ کی حکومت اور بادشاہت ہے جس کا جدھر وہ چاہے قبلہ ٹھیراوے۔ اِن روایتوں سے اُس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اِن روایتوں میں جن صورتوں کا ذکر ہے اُنمیں بیت المقدس یا کعبہ

کسی جہت کے قبلہ کی شرط کو اللہ تعالےٰ نے قایم نہیں رکھا اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اِس مسئلہ سے اُمت محمدیہ کو آگاہ کر دیا۔ تفسیر ابن کثیر میں تفسیر ابن جریر کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ جس سرزمین پر کعبہ ہے [illegible] سے ساری زمین پانی پر بچھائی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہؓ ابن عباس کا یہ قول [illegible] سند سے ہی جو ایک معتبر سند ہے۔ اِس قول کو آیۃ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا سے ملانے کے بعد آیۃ کا یہ مطلب ہوا کہ جس طرح وسط زمین کعبہ کو اللہ تعالےٰ نے اُمۃ محمدیہ کا قبلہ ٹھیرایا ہے۔ اسی طرح اِس اُمۃ کو اُس نے سب اُمتوں میں معتدل ٹھیرایا ہے تاکہ یہ اُمت سب انبیاء کے ساتھ ایک معتدل واسطہ رکھے یہود و نصاریٰ کی طرح کا واسطہ نہ رکھے کہ وہ بعضے نبیوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کو نہیں مانتے۔ بلکہ بعضے نبیوں کی توہین کرتے ہیں۔ اور بعضوں کی حد سے بڑھ کر بڑائی کرتے ہیں اُمۃ محمدیہ کو چاہیئے کہ معتدل حالت پر رہے۔ اور سب انبیاء کو سچا جان کر قیامت کے دن انبیاء کی تائید میں گواہی دیوے۔ صحیح بخاری ترمذی مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ سوا اُمتہ محمدیہ کے اور نبیوں کی اُمتیں اپنے نبیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو جھٹلا دیں گی اور یہ کہیں گی کہ یا اللہ ہم کو کسی نبی نے تیرا حکم نہیں پہنچایا۔ انبیاء کہیں گے یا اللہ ہم نے تو ان کو تیرا حکم پہنچا دیا۔ مگر اُنہوں نے نہیں مانا۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اُسکو سب حال ذرہ ذرہ معلوم ہے لیکن ان اُمتوں کو

قائل کرنے کے لئے اللہ تعالے اپنے رسولوں سے فرماویگا کہ تم اپنے بیان کی تائید میں کوئی شہادت پیش کر سکتے ہو یہ اللہ کے رسول اُمتہ محمدیہ کو اپنا گواہ قرار دیویں گے۔ یہ رسولوں کی جھٹلانے والی اُمتیں کہیں گی یا اللہ اُمتہ محمدیہ کے لوگ تو ہم سے بہت پیچھے پیدا ہوئے تھے ان کو ہمارا کیا حال معلوم ہے۔ اُمتہ محمدیہ کے لوگ کہیں گے یا اللہ تو نے ہمارے نبی آخرالزماں پر جو قرآن دنیا میں اُتارا تھا اُس میں سب نبیوں اور اُمتوں کا پورا حال ہے۔ اِس واسطے ہم تیرے کلام کے موافق تیرے رسولوں کو دُنیا میں سچا جانتے تھے اور اب اُن کے سچے ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر نبی آخرالزماں اپنی اُمتہ کے بیان کی تصدیق فرماوینگے اور اسیطرح کی گواہی پر یہ معاملہ طے ہوجاویگا۔ صحیح بخاری ترمذی نسائی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہو کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سے جنازہ گزرا جسکے نیک ہونے کی حضرت عمرؓ کی مجلس میں جو لوگ تھے اُنھوں نے گواہی دی یہ گواہی سُنکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ جنازہ جنت کے قابل ہے۔ کچھ دیر کے بعد ایک اور جنازہ گزرا جس کے بد ہونے کی اُن لوگوں نے گواہی دی حضرت عمرؓ نے یہ گواہی سُنکر کہا کہ یہ جنازہ دوزخ کے قابل ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اسی طرح کے دو جنازوں کو دیکھنے اور اُس وقت کے لوگوں کی گواہی کے سننے کے بعد جو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہی میں نے کہا۔ اِس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالے اُمت محمدیہ کی اُس گواہی کو

مقبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمتہ محمدیہ کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری
پیروی کی توفیق دے تاکہ اُن کی گواہی میں مقبولیت کا اثر پیدا ہو۔ آگے فرمایا کہ
اس تبدیل قبلہ میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اس سے جو لوگ اطاعت رسول
میں پکے ہیں اُنکا اور جو لوگ کچے ہیں اُن کا حال کھل جاوے۔ منافق لوگ جو اطاعت
رسول میں کچے تھے اُنکا حال تو اوپر گزر چکا کہ اُنہوں نے یہود کے ساتھ ملکر تبدیل
قبلہ کے وقت طرح طرح کی باتیں بنائیں اور اطاعت رسول میں جو لوگ پکے
تھے اُنکا حال صحیح بخاری اور مسلم کی عبد اللہؓ بن عباس کی اُس روایتہ میں ہے
جس کا حاصل یہ ہے کہ مسجد قبا کے صحابہ نے صبح کی نماز کی حالت میں تبدیل قبلہ کی
خبر سُنکر اُسی نماز کی حالت میں بیت المقدس کی طرف سے اپنا مُنہ پھیر کر کعبہ
کی طرف کر لیا۔ مسند امام احمد ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن
عباس سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب بیت المقدس کی طرف کا
قبلہ موقوف ہو کر کعبہ کی طرف کا قبلہ قرار پایا تو بعضے صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو لوگ بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھا کرتے
تھے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے اُن کا
انتقال ہو گیا اُن کی نماز کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں اُسپر اللہ تعالےٰ نے
وما کان اللہ لیضیع ایمانکم کا آیتہ کا ٹکڑا نازل فرمایا۔ حاکم نے اِس روایتہ کو صحیح کہا
ہے۔ ایمان میں جس طرح لا الہ الا اللہ کی دل سے تصدیق اور زبان سے کلمہ کا کہنا

ضروری ہے۔ اسیطرح نماز میں دل سے نیت اور زبان سے قرأت ضروری ہے۔ اِس مناسبت سے نماز کو ایمان فرمایا۔ حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ جو لوگ بیت المقدس کی طرف سے مونہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہونے سے پہلے اُن کا انتقال ہو گیا اُن لوگوں کا ایمان اللہ کے رسول کے رسول ہونے پر پورا تھا۔ اللہ کے حکم کے موافق جو حکم اللہ کے رسول نے دیا انہوں نے اُسپر عمل کیا۔ اِس لیئے اللہ تعالے اُن کی اُس نماز کو رائگاں اور ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ اُن کی اُس نماز کا پورا اجر دیگا۔ کیونکہ اللہ تعالے اپنے بندوں پر صاحب شفقت اور مہربان ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن العاص سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دُنیا کی پیدائش سے قیامت تک جو کچھ دُنیا میں اللہ تعالے کے علم ازلی کے موافق ہونے والا تھا اُسکو دُنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالے نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اِس حدیث کو تبدیل قبلہ کی اُس مصلحت سے جس کا ذکر اوپر گزرا ملایا جاوے تو حاصل مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ وہ مصلحت اللہ تعالے کے علم ازلی کے موافق دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھی لیکن اُس مصلحت کا ظہور دنیا میں تبدیل قبلہ کے بعد ہوا قرآن شریف میں جہاں کہیں علم الہی کا ذکر ایسے موقع پر آوے گا جیسا اس مصلحت کی آیتہ میں ہے تو اُس کا مطلب یہی ہوگا جو یہاں بیان کیا گیا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ

پس پھیر منہ اپنے کو طرف مسجد حرام کی اور جہاں کہیں کہ ہو تم پس پھیرا منہ اپنے کو طرف اوسکے

وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ

اور تحقیق جو لوگ کہ دئے گئے ہیں کتاب البتہ جانتے ہیں یہ کہ وہ حق ہے پروردگار اُن کے سے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝

اور نہیں اللہ تعالےٰ بیخبر اُس چیز سے کہ کرتے ہیں وہ

یہ تبدیل قبلہ کا اصل حکم ہے۔ تبدیل قبلہ کے بعد مخالف لوگوں نے طرح طرح کی باتیں جو بنائی تھیں اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے علم کے موافق پہلے اُن باتوں کا اور اُن کے جواب کا ذکر فرما کر تبدیل قبلہ کا حکم فرمایا۔ شطر کے معنے طرف کے ہیں۔ شطر المسجد کے معنے کعبہ کے ہیں۔ سنن بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد الحرام کا قبلہ خاص بیت اللہ ہے اور تمام حرم والوں کا قبلہ مسجد حرام ہے۔ اور باقی زمین کا قبلہ حرم ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عمر بن حفص مکی کو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہ حدیث کئی سندوں سے روایت کی گئی ہے اس لیئے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مذہب اسی حدیث کے موافق ہے۔ توراۃ میں یہود کے بیت المقدس کو قبلہ ٹھیرانیکا

اور انجیل میں نصاریٰ کے مشرق کو قبلہ ٹھیرانے کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہود کے علما نے بیت المقدس کو اور نصاریٰ کے علماء نے مشرق کو قبلہ ٹھیرالیا ہے۔ امتہ محمدیہ کو یہ بھی ایک فخر ہے کہ انکا قبلہ اللہ تعالےٰ کا ٹھیرایا ہوا ہے۔ توراۃ اور انجیل میں جہاں نبی آخرالزماں صلے اللہ علیہ وسلم کی اور صفتیں تھیں وہاں تبدیل قبلہ کی صفت بھی تھی لیکن فقط اس حسد سے کہ نبی آخرالزماں ان کی قوم بنی اسرائیل میں سے کیوں نہیں ہوئے۔ ان لوگوں نے اہل کتاب ہو کر نبی آخرالزماں کی صفتوں کو جو بدل ڈالا ہے ان کے ایسے کاموں سے اللہ تعالےٰ غافل نہیں ہر ایک دن ان کو اپنے ایسے کاموں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ سورۃ العنکبوت کی آیتوں اور صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایت کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے کہ ایسے لوگوں پر قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا کیونکہ آسمانی کتابوں کی آیتوں کو اُنہوں نے بدل دیا جس سے یہ خود بھی بہکے اور ان کو دیکھکر ان کی قوم کے انجان لوگ بھی بہک گئے۔ اِس واسطے بہکنے اور بہکانے کا دوہرا عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

پس دوڑ و تم بھلائیوں کو جہاں کہیں کہ ہو گے تم لے آویگا تم کو اللہ تعالےٰ سب کو تحقیق اللہ تعالےٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

استباق کے معنے کسی کام میں جستجو کرنے کے ہیں اور خیر کے معنے نیک کام کے ہیں۔ قبلہ کے ذکر میں فاستبقوا الخیرات کی بجائے الفاظ خیر کو جمع کر کے خیرات

اِس لیئے فرمایا کہ قبلہ کے ذکر میں سب نیک کاموں میں جستی کرنے کا حکم آجاوے
اِس کا مطلب یہ ہے کہ قبلہ تو فقط سجدہ کرنے کی ایک جہت ہے جس زمانہ
میں جو جہت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھیرادی گئی وہ کافی ہے۔ اسپر شریعت کے
سب نیک کام منحصر نہیں ہیں۔ اصل نیک کام یہ ہیں کہ آدمی اللہ کی عبادت میں کسیکو
شریک نہ کرے اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دل سے سچا جانے۔
اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو احکام لائے ہیں اُنپر
اِس طرح عمل کرے کہ اُنمیں دنیا کے دکھاوے اور بدعت کا کچھ دخل نہو دین کی
کتابوں میں جس بات کا کچھہ پتہ نہ لگے اُس کو بدعت کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم
میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ کچھ صحابی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
کی عبادت کا حال سُنکر یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ
وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردئے ہیں۔ ہم کو آپ کی عبادت سے
زیادہ عبادت کرنی چاہیئے۔ اسکے بعد اُن میں سے ایک نے کہا میں رات بھر
نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔ تیسرے کہا
میں عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا۔ ان لوگوں کی یہ باتیں سُنکر اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے اور فرمایا کہ بہ نسبت ان لوگوں کے میں اللہ تعالیٰ سے
زیادہ ڈرتا ہوں پھر بھی میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کو
نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے واسطہ بھی رکھتا ہوں جو کوئی

میری سنت کے خلاف کام کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ اِس حدیث کو آیتہ کے ٹکڑے کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ نیک کاموں میں چستی کرنے کا جو حکم آیتہ کے ٹکڑے میں ہے وہ وہیں تک ہے جو شریعت کی حد کے اندر ہو شریعت کی حد کے باہر کوئی چستی کسی نیک کام میں اجر کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک طرح کی بدعت قابل مواخذہ ہے۔ آخر آیتہ میں فرمایا قبلہ کے حکم کے موافق جو لوگ دُنیا میں چستی سے عمل کر رہے ہیں اور جو لوگ اِس حکم پر طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں ان سب کو قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ہر جگہ سے اکٹھا کر کے اُن کی جزا اور سزا کا فیصلہ کر دے گا۔ سورۃ العنکبوت کی آیتوں اور صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی روایتہ کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن علمائے یہود نے توراۃ میں قبلہ کی آیتوں کو بدلا جس سے وہ خود بھی بہکے اور اُن کو دیکھکر اُن کی قوم کے انجان لوگ بھی بہک گئے۔ ایسے لوگوں پر قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا بہکنے کا جدا اور بہکانے کا جُدا۔

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایتہ ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص بڑا گنہگار تھا اُس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش کو جلا کر آدہی خاک ہوا میں اُڑا دینا اور آدہی دریا میں بہا دینا۔ وارثوں نے اُس شخص کے مرنے کے بعد اُسکی وصیت کے موافق عمل کیا۔ اللہ تعالےٰ نے جنگل اور دریا میں سے اُسکی خاک کو جمع کر کے

پھر دوبارہ اُسکو زندہ کیا اور اُس سے پوچھا کہ یہ وصیت تو نے کیوں کی تھی اُس شخص نے جواب دیا کہ یا اللہ تو عالم الغیب ہے گنہ گاری کے سبب سے مجکو تیرے سامنے کھڑے ہونے سے خوف آتا تھا اس واسطے میں نے وہ وصیت کی تھی اسپر اللہ تعا نے اُسکی مغفرت فرمادی۔ اِس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ جس طرح اُس شخص کی خاک جنگل اور دریا میں سے اللہ تعالےٰ نے جمع کر لی قیامت کے دن قبلہ کے حکم پر جسپتی سے عمل کرنے والوں اور اس حکم پر طرح طرح کی باتیں بنانے والوں سب کی خاک کو اللہ تعالےٰ جنگل دریا ہر جگہ سے اکٹھا کر کے اُن دوبارہ پیدا کرے گا اور اُن کی جزا و سزا کا فیصلہ کر دے گا۔ کیونکہ جس طرح وہ ایک شخص کی خاک کو جمع کرنے پر قادر ہے۔ اسی طرح سب کی خاک کے جمع کرنے پر قادر ہے کوئی شئے اُسکی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ

اور جہاں سے نکلے تو پس پھیر منہ اپنے کو طرف مسجد حرام کے اور تحقیق وہ البتہ حق ہے

رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

پروردگار تیرے سے اور نہیں اللہ تم غافل اُس چیز سے کہ کرتے ہو تم اور جہاں سے نکلے تو پس پھیر منہ اپنے کو

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ

طرف مسجد حرام کے اور جہاں کہیں ہو تم پس پھیرو منہ اپنے کو طرف اسکے تو کہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اوپر تمہارے حجت

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

مگر جنہوں نے ظلم کیا انھیں سے پس مت ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے اور تو کہ پوری کروں میں نعمت اپنا اوپر تمہارے تو کہ تم راہ پاؤ

یہود نے یہ سن لیا تھا کہ شریعت محمدی میں ناسخ منسوخ جائز ہے اس لئے وہ کہا کرتے تھے کہ ابتو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد عجب نہیں کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگیں۔ اور یہ کہیں کہ پہلے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم منسوخ ہوگیا ان کی باتوں کو بکواس ٹھیرانے کے لئے اللہ تعالے نے اوپر کی آیت میں تبدیل قبلہ کا اصل حکم نازل فرماکر ان آیتوں میں تاکید کے طور پر دو دفعہ اُس حکم کو پھر دوہرایا تاکہ یہود کو معلوم ہو جاوے کہ اس طرح کا تاکیدی حکم کبھی منسوخ نہوگا بلکہ قیامت تک شریعت محمدی میں کعبہ کا قبلہ قایم رہیگا جس کا ذکر توراۃ میں تھا مگر ان لوگوں نے اسکو بدل ڈالا ہے۔ اس واسطے توراۃ کے حوالہ سے یہ لوگ بیت المقدس کے قبلہ کی حمایت میں کچھ جھگڑا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ توراۃ میں بیت المقدس کو قبلہ ٹھیراتے کا کہیں حکم نہیں ہے۔ اسپر بھی ناانصافی سے ان میں کے کچھ لوگ کسی طرح کا جھگڑا نکالیں تو اس سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ یہ لوگ تمہارا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ اصل خوف تو اللہ تعالے کا ہے کہ اس کے حکم کے مخالف کوئی کام ہو جاوے تو اسکا عذاب بہت سخت ہے۔ صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے اور ترمذی وغیرہ میں ابوذر رض سے روایتیں ہیں جنمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو عذاب الٰہی کا جو حال معلوم ہے اگر وہ حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو لوگوں کی ہنسی جاتی رہے اور وہ اپنے گھروں اور اہل وعیال کو چھوڑکر جنگل کو نکل جاویں۔ ان

روایتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ عذاب الٰہی کا ڈر ہر وقت دل میں رکھکر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اسکی ہر طرح کی فرمانبرداری میں لگے رہتے ہیں۔ ان کو متقی کہتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں عطیہ سعدی سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص پورا متقی نہیں ہوسکتا جب تک وہ بغیر ڈر کی چیز کو ڈر کی پڑ جانے کے خوف سے نہ چھوڑ دے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے پورے متقی کے معنے اچھی طرح سمجھ میں آجاتے ہیں۔ متقیوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہر وقت سمایا ہوا رہتا ہے۔ جس سے قرآن کی نصیحت سے وہ پوری ہدایت پاتے ہیں۔ اس لئے اللہ کے خوف کے حکم کے بعد ہدایت کے ذکر پر آیۃ کو ختم فرمایا۔ جن نعمتوں کے پورا کرنے کا وعدہ آیتہ میں ہے وہ یہی نعمتیں ہیں کہ تبدیل قبلہ کے حکم کے بعد زکوۃ روزے حج کے احکام نازل ہوئے جس سے اسلام کی بڑی نعمت پوری ہوگئی۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝

پس یاد کرو تم مجھ کو یاد کروں گا میں تم کو اور شکر کرو واسطے میرے اور مت کفر کرو مجھے

شروع آیتہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول بنا کر بھیجنے کی نعمت کا ذکر فرما کر آخر آیتہ میں یہ حکم فرمایا کہ اے اللہ کے بندو تم اللہ کی نعمتوں کے شکر کے طور پر اللہ تعالےٰ کو یاد رکھو اسکی یاد یہی ہے کہ تم اسکی عبادت میں کاہلی نہ کرو اس کی

فرماں برداری میں ہر وقت لگے رہو۔ جب تم اللہ کا یہ حق ادا کرو گے تو دس سے لے کر سات سو تک ثواب کے دینے میں اللہ تعالےٰ تم کو یاد رکھے گا۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسے اشعری سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں اللہ کا ذکر نہو اس گھر کے رہنے والے مردہ ہیں۔ اس حدیث سے سب مسلمانوں کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ کسی مسلمان کا گھر اللہ تعالےٰ کے ذکر سے خالی نہ رہے۔ یہاں ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمتوں کی شکر گزاری اور ناشکری کا ذکر مختصر طور پر فرمایا ہے۔ سورۂ ابراہیم میں یہ ذکر یوں ہے کہ اللہ کے بندوں اگر تم اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری کرو گے تو تمکو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی اور۔ اگر ناشکری کروگے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا عذاب بہت سخت ہے۔

بدر کی لڑائی کا پورا قصہ تو سورۂ آل عمران اور سورۂ انفال میں آویگا مگر حاصل اُس قصہ کا یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا ایک قافلہ شام کے ملک سے مکہ کو جارہا تھا جسمیں تجارت کا بہت سامان تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ کی خبر سنکر اس کا وہ مال لوٹنے کا ارادہ کیا اور کچھ اوپر تین سو صحابہ کو ساتھ لیکر مدینہ سے نکلے ادہر مشرکین مکہ اپنے قافلہ کے لوٹے جانے کی خبر سنکر ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر مکہ سے چلے اور بدر کے مقام پر جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے لڑائی ہوئی جسمیں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار ابوجہل وغیرہ ستر آدمی مارے گئے۔

اور ستر قید ہوئے۔

اوپر یہ ذکر تھا کہ اللہ کے شکرگزار بندوں کو زیادہ نعمتیں ملیں گی اور ناشکرگذار لوگوں پر سخت عذاب ہوگا اس کا مطلب اس قصہ سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی کہ اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے اللہ کے رسول کے آنے کی نعمت پر یہ شکرگزاری کی کہ اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں دل وجان سے مصروف ہو گئے۔ ان کی اس نعمت میں یہ زیادتی ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس پہلی ہی لڑائی میں فتح کی نعمت نصیب کی جو اسلام کی نعمت پر ایک زیادتی ہے اور ابوجہل وغیرہ جن لوگوں نے اس نعمت کی ناشکری کی ان کو اس لڑائی میں شکست قتل اور قید کا عذاب بھگتنا پڑا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں مغیرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تہجد کی نماز میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایسی لمبی قرأت پڑھتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں پھر آپ نفل عبادت میں اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ نفلی عبادت میں کوشش کر کے کیا میں اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو نعمتیں اللہ تعالےٰ نے مجھکو دی ہیں۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکرگزاری یہی ہے۔ کہ آدمی اللہ کی عبادت کثرت سے کیا کرے تاکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا ہو جائے اور عبادت میں جو ذکرالٰہی ہے اس سے وہ خدمت بھی جاتی رہی کہ جس گھر میں

ذکر الٰہی نہ ہو اُس گھر کے رہنے والے مردہ ہیں

جس طرح کافر لوگ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اسی طرح جو ناشکر مسلمان اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو قرآن شریف میں جگہ جگہ کافر فرمایا ہے جس کے معنے کفران نعمت کے ہیں۔

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مدد چاہو ساتھ صبر کے اور نماز کے تحقیق اللہ ساتھ صبر کرنیوالوں کے ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور مت کہو واسطے اُن لوگوں کے کہ مارے جاتے ہیں بیچ راہ اللہ تعالیٰ کے مردے ہیں بلکہ جیتے ہیں یعنی زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے۔ جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آدمی کو صبر سے بڑھکر کوئی چیز دنیا میں نہیں دیگئی۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی اوپر بیان کردیا گیا ہے کہ ہر طرح کے رنج وغم پر صبر کرنے کے علاوہ صبر ہر ایک عبادت کا بھی جزو ہے مثلاً جاڑے کے موسم میں وضو کی تکلیف پر آدمی صبر نہ کرے تو اس موسم کی نماز ادا نہیں ہوسکتی۔ اور گرمی کے موسم کے روزہ میں پیاس کی تکلیف پر صبر نہ کرے تو روزہ نہیں رکھ سکتا۔ مال کا چالیسواں حصہ سال بہ سال ادا کرنے میں جو تکلیفیں ہوتی ہیں جب تک اُسپر صبر نہ کرے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ حج کے سفر میں جو تکلیفیں ہوتی ہیں جب تک اُنپر صبر نہ کرے تو حج ادا نہیں ہوسکتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس

حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ رنج وغم کے وقت ہر طرح کی
عبادت کے ادا کرنے کے وقت مسلمان آدمی کو صبر سے مدد لینی چاہیئے کہ ایسے
وقتوں میں صبر سے بڑھکر کوئی چیز آدمی کو نہیں دیگئی ہ مسند امام احمد ابوداؤد وغیرہ
میں جو معتبر سند سے روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو جب کسی طرح کے رنج وغم کا موقعہ پیش آتا تھا تو آپ نماز پڑھنے
میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب
اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جس طرح صبر سے ہر طرح کی تکلیف ہلکی ہوجاتی ہے
اسی طرح نماز میں اللہ تعالےٰ نے یہ ایک تاثیر رکھی ہے جس سے ہر طرح کی تکلیف
ہلکی ہوجاتی ہے اور یہ مطلب بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس مناسبت
سے آیتہ میں صبر کے ساتھ نماز سے مدد لینے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ جو فرمایا کہ بیشک
اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اگرچہ اپنے علم عام سے اللہ تعالےٰ
تمام مخلوقات کے ساتھ ہے بُرے اور اچھے سب لوگوں کے کام اس کو اس طرح
معلوم ہیں جس طرح ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ رہکر اس کا ذرہ ذرہ
حال جانتا ہے۔ لیکن صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ اپنے خاص علم سے
اس طرح ساتھ ہے کہ وہ اُنکی دنیا میں ہر طرح کی مدد کرتا ہے اور عقبےٰ میں اپنے اس
خاص علم سے اس طرح ساتھ ہے کہ وہ اُنکی دنیا میں ہر طرح کی مدد کرتا ہے۔
اور عقبےٰ میں اپنے اس خاص علم کے موافق وہ ایسے لوگوں کو پورا اجر دے گا۔

چھ شخص مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے اسی طرح چودہ صحابہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ جن کا ذکر طرح طرح سے لوگ کرتے تھے۔ لڑائی کی تکلیف برداشت کرنے میں شہید لوگ پورا صبر کرنے والے ہوتے ہیں یہاں تک کہ آخر درجہ اللہ کی راہ میں اپنی جان دیتے ہیں اس واسطے صبر کے ذکر کے ساتھ شہیدوں کا ذکر فرمایا اور شہیدوں کو مردہ کہنے سے منع کیا اور یہ جتلایا کہ شہید لوگ تمہاری آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گئے اس لئے تم ان کو مردہ کہتے ہو۔ لیکن تم کو ان کے حال کی خبر نہیں وہ زندہ ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں ان کو مردہ کہنا ایسا ہے جیسے دنیا کے کسی کھاتے پیتے جانور کو مردہ کہا جاوے۔ صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ اب قیامت سے پہلے ہر ایک شہید کی روح ایک خوبصورت سبز جانور کے پوٹے میں رہتی ہے۔ سارا دن وہ جانور جنت کے میوے کھاتا ہے اور شام کو عرش کے نیچے ایک قسم کی قندیلیں ہیں جو لٹکی ہوئی ہیں اُن میں سے ایک قندیل میں بسیرا لیتا ہے۔ اس حدیث سے شہیدوں کے قیامت سے پہلے زندہ ہونے اور غذا پانے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور قیامت کے دن شہیدوں کا حال یہ ہے کہ جب قیامت کے دن شہیدوں کو جنت میں درجے ملیں گے ان کو دیکھ کر شہید لوگ پھر دوبارہ دنیا میں آن کر اللہ کی راہ میں شہید ہونے اور جنت کے درجوں کو بڑھانے کی تمنا کریں گے۔ جس کا ذکر صحیح بخاری اور مسلم ترمذی وغیرہ کی انسؓ بن مالک کی روایت میں تفصیل سے ہے۔

صحیح مسلم میں صہیب رومی سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعمت کے وقت شکر اور تکلیف کے وقت صبر کرے تو ایماندار شخص کو ہر حالت میں بھلائی پہنچ سکتی ہے۔ حاصل مطلب حدیث کا یہ ہے کہ انسان کی دنیا میں دو ہی حالتیں ہیں یا تو وہ صاحب نعمت ہوگا یا صاحب مصیبت نعمت کی حالت میں اگر شکر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکی نعمتوں میں زیادتی کریگا اور اگر وہ صاحب مصیبت ہوگا اور صبر کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہے جس سے اُسکی مصیبت کو دنیا و عقبےٰ میں وہ راحت سے بدل دیگا۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اوپر کی آیتہ میں شکر کا ذکر فرما کے اللہ تعالیٰ نے اس آیتہ میں صبر کا ذکر اسی مناسبت سے فرمایا کہ انسان کی دونو حالتیں ایک جگہ ہوجاویں اور دونو حالتوں میں جو کچھ اسکو کرنا چاہیئے اسکا حکم بھی اسکو معلوم ہوجاوے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط

اور البتہ آزماوینگے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں کی سے اور جانوں کی سے اور پھلوں کی سے

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

اور خوشخبری دے صبر کرنیوالوں کو وہ لوگ جب پہنچتی ہے انکو مصیبت کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ تعالیٰ کے ہیں اور تحقیق ہم اسکی طرف پھر جانیوالے ہیں

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

یہ لوگ اوپر انکے ہے درود پروردگار ان کے سے اور رحمت اور یہ لوگ وہ ہیں راہ پانے والے

اوپر کی آیتہ میں یہ جو فرمایا تھا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اُس مناسبت سے ان آیتوں میں چند ایسی تکلیفوں کا ذکر فرمایا جن تکلیفوں میں صبر کی ضرورت ہے خوف سے

مطلب دشمنوں کا خوف ہے بھوک سے مطلب محتاجی اور قحط ہے۔ مال کا نقصان جیسے کسی تجارت میں گھاٹا ہو جاوے۔ جان کا نقصان جیسے رشتہ داروں کا مر جانا۔ میوہ کا نقصان باغ کے پیڑوں میں پھل کا نہ آنا۔ تفسیر ابن جریر میں علی بن طلحہ کی روایت سے حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے جسمیں حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان دونوں آیتوں کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے بندوں کو اس طرح کی تکلیفوں سے آزماتا ہے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے تاکہ تکلیف کے وقت صبر کرنے والوں اور بے صبری کرنے والوں کا حال کھل جاوے اور آخر کی آیتہ میں صبر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور مہربانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اس وعدہ کے خوشخبری کے وقت صبر کرنے والوں کو سنا دیجاوے تاکہ اس وعدہ کو سنکر صبر کرنیوالے خوش ہوں اور بے صبر لوگوں کے دل میں بھی تکلیف کے وقت صبر کرنے کی رغبت پیدا ہو۔ اوپر ایک جگہ یہ بات گزر چکی ہے کہ علی بن طلحہ کی سند تفسیر کے باب میں بہت صحیح ہوتی ہے۔ اس واسطے امام بخاری نے کتاب بخاری کی کتاب التفسیر میں اس سند کو جگہ جگہ لیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کا یہ مطلب ہے کہ حالت زندگی میں ہم اللہ کے بندے اور اسکی مرضی کے تابعدار ہیں۔ اپنی مرضی کے موافق دنیا میں ہم کو جس طرح سے وہ رکھے گا ہم اس حالت سے خوش ہیں اور مرنے کے بعد اسنے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت مغفرت کا وعدہ کیا ہے اسپر ہمارا پورا بھروسہ ہے

هم المهتدون۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ تکلیف کے وقت صبر کرنے والے لوگوں سے قرآن کی نصیحت کے موافق ایسا سیدھا راستہ پایا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے۔

سورہ الزمر میں آویگا کہ ہر نیکی کا ثواب دس سے لیکر سات سو تک ہے۔ مگر تکلیف کے وقت صبر کرنے والوں کو قیامت کے دن جو ثواب دیا جاوے گا وہ اندازہ اور حساب سے باہر ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو سعیدؓ خدری اور ابو ہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ مُسلمان آدمی کو دُنیا میں جو تکلیفیں پہونچتی ہیں اگر وہ مُسلمان آدمی اُن تکلیفوں پر صبر کرے تو اُسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اِس حدیث کو ان آیتوں اور سورہ الزمر کی آیتوں سے ملایا جاوے تو یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ تکلیف کے وقت صبر کرنے والے لوگوں کے صبر کا دُنیا میں تو یہ نتیجہ ہے کہ اُن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آخرت میں ایسے لوگوں سے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور مہربانی کا وعدہ کیا ہے جس وعدہ کے موافق قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو اتنا ثواب دیگا جو اندازہ اور حساب سے باہر ہے۔ معتبر سند سے صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے جو روایت ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو طرح طرح کی تکلیفوں سے اِس لیئے دُنیا میں آزماتا ہے کہ اُن کو آزمایش کے وقت صبر کی توفیق دے اور صبر کے اجر میں اُن کا درجہ

بے حساب اجر دے کر بڑھا دے۔

اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کس مصلحت سے دنیا میں اپنے نیک بندوں کو طرح طرح کی تکلیفوں سے آزماتا ہے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے حق میں صلوٰۃ کا لفظ فرما دے جیساکہ ان آیتوں میں ہے تو اُسکے معنے مغفرت کے ہوتے ہیں۔ ترمذی ابنِ ماجہ وغیرہ میں صحیح روایتیں جن میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں سب سے بڑھکر اللہ کے رسولوں کو تکلیفیں پونہچتی ہیں تاکہ اُن تکلیفوں پر صبر کرنے سے آخرت میں اُن کو ثواب زیادہ ملے۔ پھر آدمی جس قدر دیندار ہوتا ہے اُسی قدر اُسکو دُنیا میں تکلیفیں زیادہ پونہچتی ہیں تاکہ اُس کا اجر بڑھے۔ اور جو لوگ دینداری میں کچے ہوتے ہیں اُن کو زیادہ تکلیفیں دنیا میں نہیں پونہچتیں تاکہ وہ دین کو بالکل چھوڑ نہ دیں۔ اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں زیادہ تکلیفوں میں گرفتار رہتا ہے تو یہ حالت اُس کی دینداری کی نشانی ہے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

تحقیق صفا اور مروہ نشانیوں اللہ تعالےٰ کی سے ہیں پس جو کوئی حج کرے گھر کا یا عمرہ کرے پس نہیں گناہ اوپر اُسکے

اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

یہ کہ طواف کرے بیچ اُن دونو کے اور جو کوئی خوشی سے بھلائی کرے پس تحقیق اللہ تعالےٰ قدردان ہے جاننے والا

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ
اسلام سے پہلے انصار میں کے جو لوگ مناۃ بت کی پوجا کرتے تھے وہ اُن بتوں کو
نہیں مانتے تھے جو صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے تھے۔ جس طرح اِسلام سے پہلے
یہ لوگ صفا اور مروہ کے دوڑنے کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ اِسی طرح اسلام کے بعد
بھی ان لوگوں کو صفا اور مروہ کے دوڑنے میں تامل ہوا۔ اُسپر اللہ تعالےٰ نے یہہ
آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو عبادات حج جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے
سکہائی گئی ہیں صفا اور مروہ کا دوڑنا بھی اُن عبادات میں سے ہی اور شرح محمدی
میں ملتہ ابراہیمی کی پیروی کا حکم ہے۔ ملتہ ابراہیمی کے بگڑ جانے کے بعد دونوں پہاڑوں پر
جو بُت رکھدیے گئے تھے زمانہ اسلام میں اُن بتوں کے اُٹھ جانے کے بعد
ملتہ ابراہیمی کے موافق ان دونوں پہاڑوں کے بیچ میں دوڑنا کچھہ گناہ نہیں ہی۔
عبادات حج کے بیان میں جو صحیح روایتیں ہیں اُن میں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کا صفا اور مروہ کا دوڑنا بھی ہے اِس واسطے اس کے سنت ہونے
میں تو کچھہ شک نہیں ہی لیکن اس کے فرض ہونے اور نہ ہونے میں صحابہ کے
زمانہ سے اختلاف چلا آتا ہے۔ مثلاً عبداللہؓ بن عباس ابن الزبیرؓ اور انسؓ بن
مالک اس کے فرض ہونے کے قائل نہیں ہیں اور عبداللہؓ بن عمر جابرؓ اور حضرت
عائشہؓ اس کے فرض ہونے کے قائل ہیں۔ صحابہ کے اِس اختلاف کے سبب سے
حنفی شافعی مالکی حنبلی چاروں مذہبوں میں بھی اختلاف ہی جسکی تفصیل فقہ کی کتابوں

میں ہے۔ صفا مروہ کے دوڑنے کا فرض ہونا صاف لفظوں سے جن روایتوں میں ہے وہ مسند امام احمد میں ہے۔ جن کا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے ذمہ صفا اور مروہ دوڑنا لکھدیا ہے لیکن عبداللہ بن المومل اور موسےٰ بن عبیدہ یہ دو راوی اِن روایتوں کی سند میں ضعیف ہیں۔ یہ جو آخر آیتہ میں فرمایا کہ جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے اسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے نیک عملوں کی بڑی قدر کرتا ہے۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ ثواب کے درجے عمل کرنیوالوں کی نیت کا پھل ہے۔ جسکی نیت پوری بخیر ہوگی۔ وہ پورے سات سو درجہ کا ثواب پاوے گا ورنہ کچھ کمی ہو جاوے گی۔ فرشتے اُس تکلیف سے واقف نہیں جو انسان کو روزہ کی حالت میں بھوک پیاس سے ہوتی ہے۔ اِس لیئے اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک قدردانی ہی کہ اسنے روزہ کا ثواب فرشتوں کے لکھنے پر موقوف نہیں رکھا بلکہ یہ فرمایا کہ روزوں کا ثواب میں خود اپنی ذات سے دوں گا۔ چنانچہ اوپر جن صحیح روایتوں کا حوالہ گزرا اُنمیں یہ بھی تفصیل سے ہی۔ اِن روایتوں کو آیتہ کے ساتھ ملایا جاوے تو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے نیک عملوں کی جو قدردانی کرتا ہی اُس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖؗ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ

اے لوگو کھاؤ اُس چیز سے کہ بیچ زمین کے ہے حلال پاکیزہ اور مت پیروی کرو قدموں شیطان کی

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہی ظاہر ہے سوائے اسکے نہیں کہ حکم کرتا ہے تمکو ساتھ برائی کے اور بیحیائی کے اور یہ کہ کہو تم اوپر اللہ کے

مشرکین مکہ نے رسم و رواج کے طور پر بعضے جانوروں کو اپنے اوپر حرام ٹھیرا رکھا تھا مثلاً وہ جانور جن کو وہ سانڈ بنا کر چھوڑ دیتے تھے یا وہ جن کے کان چیر کے چھوڑا کرتے تھے۔ سورۃ المائدہ میں اور سورۃ الانعام میں اس کا ذکر تفصیل سے آوے گا۔ سورۃ النور کی آیتوں میں آوے گا کہ حضرت عائشہؓ پر جھوٹا بہتان لگانے والوں کے جب نام معلوم ہو گئے تو اُن میں حضرت ابو بکر صدیق کے بھانجے مسطح بن اثاثہ کا بھی نام تھا اسپر حضرت ابو بکر صدیق نے یہ قسم کھائی کہ اب تک وہ مسطح کے ساتھ جو سلوک کیا کرتے تھے آیندہ نہ کرینگے۔ اُسپر اللہ تعالےٰ نے سورۃ النور کی آیتوں میں فرمایا خوشحال لوگوں کو یہ قسم نہ کھانی چاہیئے کہ وہ غریب رشتہ داروں کے سلوک سے ہاتھ روک لیویں بلکہ ان خوشحال لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں کا قصور معاف کر کے اُن کے ساتھ سلوک سے پیش آویں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبد الرحمنؓ بن سمرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بات پر قسم کھالیوے اور قسم کھا لینے کے بعد قسم والی بات سے اور کوئی دوسری بات اچھی نظر آوے تو ایسے شخص کو چاہیئے کہ قسم کا کفارہ دیکر اُس اچھی بات پر عمل کرے جیسے ابو بکر صدیق نے مسطح کے سلوک سے ہاتھ روک لینے کی قسم کھائی تھی۔ اور غریب رشتہ داروں سے سلوک کرنا ایک اچھی بات تھی کہ

اجر کی بات تھی اس لیئے اللہ تعالےٰ نے یہ حکم دیا کہ اس قسم پر اُن کو قایم نہیں رہنا چاہیئے سورۃ المائدہ میں آوے گا کہ قسم کے کفارہ کی چار صورتیں ہیں یا ایک غلام کا آزاد کرنا۔ یا دس محتاجوں کو کھانا کھلانا۔ یا اُن کو کپڑا بنا دینا۔ یا تین روزے رکھنا۔ کفارہ قسم کے اُتارے کو کہتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش میں کے ایک شخص کو جسے اسرائیل کہتے تھے دھوپ میں کھڑا ہوا تھا آپ نے اس کا حال پوچھا تو لوگوں نے کہا اس نے نذر مانی ہے کہ یہ سارا دن کسی سے بات نہ کرے گا۔ اور روزہ رکھکر سارا دن دھوپ میں کھڑا رہیگا۔ آپ نے چپکا رہنے اور دھوپ میں کھڑا رہنے سے تو منع کیا اور روزے کے پورا کرنے کا حکم دیا۔ سورۃ النور کی آیتوں اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی اس روایت کو آیت یا ایہا الناس کُلوا کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ مشرکین مکہ نے کھانے کے حلال کچھ جانوروں کو حرام ٹھیرالیا تھا اس لیئے اس آیت میں تو حلال چیزوں کے کھانے کا فقط حکم ہے لیکن سورۃ النور کی آیتوں اور حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ سوا کھانے کی چیزوں کے اور کسی حلال چیز کو بھی کوئی مسلمان آدمی قسم کھاکر یا نذر مان کر اپنے اوپر حرام ٹھیرا لیوے تو اُسکو اُس قسم یا نذر پر نہیں قایم رہنا چاہیئے۔

ایسی قسم کا تو کفارہ ہے جس کا ذکر اوپر گزرا اور ایسی نذر کے باب میں اکثر علما کا یہ مذہب ہو کہ اس کا کچھ کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ ابو اسرائیل کے قصہ کی صحیح حدیث میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو اسرائیل کو کفارہ کا کچھ حکم نہیں دیا۔ صحیح مسلم میں عیاض رضؓ بن حمار سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو چیزیں میں نے اپنے بندوں پر حلال کی تھیں شیطان کے بہکانے سے وہ چیزیں اُنہوں نے اپنے اوپر حرام کرلی ہیں۔ اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ دُنیا کا کام چلانے کی حکمت سے اللہ تعالےٰ نے جو چیزیں لوگوں پر حلال کی ہیں شیطان کے بہکانے سے اُنہوں نے وہ چیزیں اپنے اوپر حرام کرلی ہیں۔ نادانی سے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے باپ آدم کے زمانہ سے شیطان ان کا دشمن ہے اسی طرح کے دھوکے سے اُسنے آدم کو گیہوں کھلایا۔ اور جنت سے نکلوایا۔ اور یہ بھی شیطان کا بہکاوا ہے کہ جن چیزوں کو اُنہوں نے اپنی طرف سے حرام ٹھہرا لیا ہے اُنکا حرام ہونا اللہ کی طرف سے بتلاتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ بات ان کی بالکل جھوٹ اور نادانی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہی چیزیں حرام ہیں جن کے حرام ہونے کا حکم اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ وحی کے احکام الٰہی میں جب ان چیزوں کے حرام ہونے کا حکم نہیں ہے تو ان چیزوں کو اللہ کے حکم سے حرام بتلانا بڑی

نادانی اور نرا جھوٹ ہے۔ حلال چیزوں کی ستھرائی اور حرام چیزوں میں ستھرائی کے نہ ہونے کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ انسان کی عقل اسکے جاننے سے عاجز ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کھاؤ پاکیزہ اُس چیز سے کہ دیا ہم نے تم کو اور شکر کرو واسطے اللہ کے اگر ہو تم اسی کی عبادت کرتے

غذائے حلال ہر مسلمان کے لیئے دنیا میں بہت بڑی چیز ہے۔ کوئی عبادت کوئی دعا بغیر غذائے حلال کے بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ صحیح مسلم ترمذی اور مسند امام احمد میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے بدون پاک چیز کے اور کوئی چیز بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ بعضے لوگ رات دن طرح طرح کی دعائیں اللہ سے مانگتے ہیں اور جب اُن کی دعا قبول نہیں ہوتی تو مایوس ہوکر یہ کہتے ہیں کہ ہماری دعا کیوں نہیں قبول ہوتی یہ نہیں جانتے کہ اُن کی غذا حلال کی نہیں پھر حرام غذا سے اُنکی زبان میں یہ تاثیر کہاں سے آسکتی ہے کہ اُن کی دعا یا عبادت کے جو لفظ اُن کی زبان سے نکلتے ہیں وہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوں اس لیئے اِس آیتہ میں اللہ تعالےٰ نے عام مسلمانوں کو قد افلح المؤمنون میں اپنے رسولوں کو غذائے حلال کی تاکید فرمائی ہے تاکہ غذائے حلال سے رسولوں کے کلام میں تو یہ تاثیر پیدا ہو کہ وہ اُمت کو جو نصیحت کریں وہ اُمت کے لوگوں کے دل میں جم جاوے اور مسلمانوں کی زبانیں غذائے حلال کے سبب سے یہ تاثیر ہو کہ دعا یا عبادت کے طور پر جو کچھ اُن کی زبان سے

نہ نکلے وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ اُسمیں لوگ
رزق حلال کے کمانے کی کوشش چھوڑ دینگے۔ مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں
جس طرح اور خرابیاں دین میں پیدا ہو جاویں گی اُن میں سے ایک خرابی یہ بھی
ہو گی کہ رزق حلال کے کمانے کی کوشش لوگ نہ کرینگے۔ یہ وہی آخری زمانہ ہے جسکی
پیشین گوئی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کیونکہ اس زمانہ میں
شاید سَو میں سے دس ایسے ہوں گے جن کو رزق حلال کمانے کا خیال ہو گا ایسے
زمانہ میں ہر مسلمان دیندار آدمی کو رزق حلال حاصل کرنے کی پوری کوشش کرنی
چاہیئے تاکہ اُسکی دعا اور عبادت رایگاں نہ جاوے۔ اس آیتہ میں شکر کا جو ذکر ہے
اُسکی تفسیر صحیح بخاری اور مسلم کی مغیرہؓ کی روایتہ کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہے کہ آدمی کا
خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہنا ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہے
ان کنتم ایاہ تعبدون۔ اِسکا مطلب یہ ہے کہ اے لوگو اگر تم اللہ تعالے کے فرمان بردار
بندے ہو تو رزق حلال کے کمانے کا اور اُسکو کھا کر اُسکی شکر گزاری میں
خالص دل سے اللہ تعالےٰ کی عبادت میں لگے رہنے کا جو تم کو حکم دیا گیا ہے
اُسکے موافق پورا پورا عمل کرو۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ

سوائے اسکے نہیں کہ حرام کیا اوپر تمہارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اُسکے غیر اللہ کے

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پس جو کوئی بے بس ہو نہ حد سے نکلجانیوالا اور نہ چھیننے والا پس نہیں گناہ اوپر اسکے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِس آیتہ میں ارشاد ہے کہ رسم کے طور پر یا قسم کھا کر یا نذر مان کر اللہ کی حلال ٹھیرائی ہوئی چیزوں کو بعضے لوگ اپنی طرف سے حرام ٹھیرا لیتے ہیں اللہ تعالے کے نزدیک وہ چیزیں حرام نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی چیزیں حرام ہیں جن کا ذکر اِس آیتہ میں ہے۔ فقط مردار کا لفظ فرمایا ہے۔ لیکن سورۃ المائدہ میں مردار کی تفصیل فرمائی ہے۔ کہ مردار خواہ اپنی موت سے ہو یا گلا گھونٹنے سے یا لکڑی مارنے سے یا اوپر سے گر پڑنے سے یا ایک جانور کے دوسرے جانور کو سینگ مارنے سے یا درندہ جانور کے کھا جانے سے۔ سورۃ المائدہ میں اسکی تفصیل زیادہ آوے گی۔ اِس آیتہ میں تو فقط خون کا لفظ ہے مگر سورۃ المائدہ میں اسکی تفسیر فرمادی ہے کہ وہ خون حرام ہے جو ذبح کے وقت رگوں میں سے نکل کر بہا ہے۔ مسند امام احمد ابن ماجہ بیہقی دارقطنی وغیرہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردار میں سے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اسی طرح خون میں سے دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں۔ اِس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زیدؓ بن اسلم اگرچہ ضعیف ہے لیکن صحیح بخاری اور مسلم کی ابن ابی اوفیؓ کی روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ کے ٹڈیوں کے کھانے کا اور آپ کے منع کرنے کا اسی طرح جابرؓ کی صحیح بخاری اور مسلم کی روایتہ میں سمندر کے

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مچھلی مری ہوئی کا گوشت کھانے کا جو حکم ہے اُس سے
عبد اللہؓ بن عمرؓ کی روایۃ کی پوری تائید ہوجاتی ہے کیونکہ ٹڈی اور مری ہوئی مچھلی کا
حلال ہونا تو ابن ابی اوفی اور جابرؓ کی روایتوں سے نکل آتا ہے اور کلیجی تلی جما ہوا
خون ہے بہتا ہوا نہیں اس لیئے اِن دونوں چیزوں کا حلال ہونا آیۃ سے نکل
آتا ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کی سند کو صحیح قرار دیکر ابوزرعہ وغیرہ نے یہ کہا ہے
کہ صحیح سند سے یہ عبد اللہؓ بن عمرؓ کا قول ہے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی
حدیث نہیں ہو لیکن اُصول حدیث میں یہ بات قرار پاچکی ہو کہ کسی صحابی کا ایسا قول جس میں اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی کسی بات کا ذکر ہو وہ قول صحابی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حکم میں
ہوتا ہو۔ صحیح مسلم ترمذی ابنِ ماجہ اور مسند امام احمد میں عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہو جسمیں اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ایک کھال دباغت سے پاک ہوسکتی ہے۔

اِس حدیث میں سُور کی کھال کے ناپاک ہونے کا کچھ حکم نہیں ہے اِس واسطے
امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے بعضی روایتیں ہیں کہ دباغت سے سُور کی کھال پاک
ہوجاتی ہے۔ دباغت اُس طریقہ کو کہتے ہیں جس سے جانوروں کی کھال کو پاک و
صاف کرکے کام میں لایا جاتا ہے۔ صحیح مسلم ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بریدۃؓ اسلمی
سے روایۃ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چوسر کھیلنے والا
شخص جب تک چوسر کھیلتا ہو تو اُس کے ہاتھ سُور کے خون میں ڈوبے رہتے ہیں۔
جن علماء نے سور کی ساری چیزوں کو حرام ٹھیرایا ہے۔ اِس روایۃ سے اُنکی پوری تائید ہوتی ہو۔

یہ جو فرمایا جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ کسی جانور کے ذبح کے وقت سوا اللہ کے اور کسی کا نام لیکر اُس جانور کو ذبح کیا جاوے۔ جس طرح مشرکین مکہ اپنے بتوں کا نام لیکر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ آیتہ کا یہ مطلب تو جمہور مفسرین کے قول کے موافق ہے مگر جمہور مفسرین کے معنے کے علاوہ شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی میں آیتہ کے مطلب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مثلاً جو مسلمان سید احمد کبیر کے نام کی جو گائے ذبح کرتے ہیں جب ان لوگوں سے یہ کہا گیا کہ اِس جیتی گائے کے عیوض بازار سے گوشت لیکر تم اپنا کام چلاؤ تاکہ معلوم ہو کہ اِس گائے کے ذبح کے وقت تم اللہ کا نام دل سے لیتے ہو سید احمد کبیر کی تعظیم اُس وقت تمہارے دل میں نہیں ہوتی تو اُن لوگوں نے اِس بات کو منظور نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے دل میں ذبح کے وقت خالص اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں ہوتی۔ اِس لیئے اِس ذبح کو ذبح شرعی نہیں کہہ سکتے۔ صحیح بخاری مسلم اور ترمذی میں نعمانؓ بن بشیر سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرام حلال تو اکثر لوگ جانتے ہیں مگر حلال حرام کے بیچ میں بہت سی ایسی مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے ایسی چیزوں سے مسلمان آدمی کو بچنا چاہیئے۔ اِس صحیح حدیث سے شاہ عبدالعزیزؒ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ جس قسم کے جانوروں کا ذکر اُنھوں نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اُن کا ذبح ضرور ایک مشتبہ چیز ہے جس سے بچنے کا حکم اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے

اوپر کی حدیث میں دیا ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے جس میں اُنھوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص حلال چیز کو چھوڑ کر حرام چیز کی طرف دوڑے وہ بے حکم ہے اور جو بے بسی میں حرام پیٹ بھر کر کھاوے۔ وہ زیادتی کرنے والا ہے۔

آخر آیتہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے آپ کو بخشنے والا اس لیئے فرمایا کہ اُس نے بے بسی کے وقت حرام چیز کے کھانے کے مواخذہ کو بخش دیا۔ اور مہربان اسلئے فرمایا کہ اُسنے مہربانی سے بے بس آدمی کی جان بچانے کا یہ انتظام کر دیا ہے کہ جس بے بسی سے آدمی کی جان کا خوف ہو ایسی حالت میں حرام چیزوں کی حرمت بقدر جان بچانے کے اُٹھالی۔

اوپر جن حرام چیزوں کا ذکر ہے اُن کی خرید فروخت بھی حرام ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم کی جابرؓ کی روایتہ میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ اگرچہ اب عیسائی لوگ سُور کو حرام نہیں سمجھتے لیکن توراۃ کے حصہ استثنا کے باب ۱۴ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عیسائی مذہب میں سُور حرام ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو لکھا گیا اوپر تمہارے برابری کرنا بیچ مارے گیوں کے آزاد بدلے آزاد کے اور غلام

بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ

بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے پس جو کوئی معاف کیا جاوے واسطے اُسکے خون بھائی اُسکے سے کچھ پس پیچھے لگنا ہے ساتھ

وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى

اور ادا کرنا طرف اسکی ساتھ نیکی کے یہ آسانی ہے پروردگار تمہارے کی طرف سے اور رحمت پس جس نے زیادتی کی

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

پیچھے اسکے پس واسطے اسکے عذاب ہے درد دینے والا اور واسطے تمہارے بیچ برابری کے زندگی ہے اے عقل والو تو اتم بچو

اسلام سے پہلے قصاص اور خون بہا میں طرح طرح کی خرابیاں تھیں کبھی ایک شخص کے بدلہ میں دو شخصوں کو مارتے تھے کبھی غلام شخص کے بدلہ میں آزاد شخص کو مارتے تھے کبھی ایک عورت کے ہاتھ سے دوسری عورت ماری جاوے تو عورت کے بدلہ میں مرد کو مارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان خرابیوں کو رفع کرنے کے لئے قصاص اور خون بہا کا یہ انتظام فرمایا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ مقتول شخص کے وارثوں کو اختیار ہے کہ وہ قاتل کے قصاص پر راضی ہوں یا خون بہا کے لینے پر ان روایتوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ قصاص اور خون بہا کا فیصلہ مقتول کے وارثوں کی مرضی کے موافق ۔۔۔ ہوگا یہ مطلب بھی ان روایتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جب قصاص کے دعوے کا حق سب مقتول کے وارثوں کو ہے تو مقتول کے وارثوں میں سے ایک وارث بھی قصاص معاف کردے گا تو باقی کے وارثوں کو قصاص کا حق نہ رہے گا کیونکہ حق ایسی چیز نہیں ہے جس کے حصے ہو کر باقی کے وارثوں کو مل جاویں اس لئے ایک وارث بھی قصاص معاف

باقی نہ رہیگا۔ فقط خون بہا مل جاوے گا۔ اگر مقتول کے وارثوں میں کوئی نابالغ ہوگا تو قصاص کے لئے اُس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاویگا کیونکہ نابالغ کو کم عمری کے سبب سے دعوے کا حق نہیں ہے۔

الحر بالحر۔ اِس کا مطلب یہ ہی کہ جس طرح اسلام سے پہلے ایک آزاد عزت دار مقتول کے بدلہ میں دو شخصوں کو مار ڈالتے تھے اب وہ بات جائز نہیں ہی بلکہ اب ایک آزاد مقتول کے بدلہ میں اُسی ایک شخص کو قتل کیا جاویگا جو قاتل ہے۔

والعبد بالعبد۔ اس کا یہ مطلب ہی کہ پہلے جس طرح ایک قبیلہ کا غلام دوسرے قبیلہ کے غلام کو مار ڈالتا تھا اور زبردست قبیلہ کے لوگ اپنے غلام کے بدلہ میں کمزور قبیلہ کے ایک آزاد شخص کو مارا کرتے تھے اب وہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ اب غلام مقتول کے بدلہ میں غلام قاتل کو مارا جاوے گا۔

والانثیٰ بالانثیٰ۔ اِس کا یہ مطلب ہی پہلے جس طرح ایک قبیلہ کی عورت دوسرے قبیلہ کی عورت کو مار ڈالتی تھی اور زبردست قبیلہ کے لوگ اپنے قبیلہ کی عورت کے بدلہ میں کمزور قبیلہ کے ایک مرد کو مارا کرتے تھے اب وہ جائز نہیں ہے بلکہ اب مقتولہ عورت کے بدلہ میں قاتلہ عورت کو قتل کیا جاوے گا۔

صحیح بخاری اور مسلم کی عبداللہؓ بن مسعود اور ابوہریرہؓ کی روایتوں کے حوالہ سے یہ اوپر گزر چکا ہے کہ مقتول شخص کے وارثوں کو اختیار ہے کہ وہ قاتل کا قصاص چاہیں یا قصاص معاف کر کے خون بہا کے لینے پر راضی ہو جاویں۔ آگے وہی ذکر اس آیت میں

ہے کہ مقتول کا وارث اپنے بھائی مسلمان سے قصاص لینے کو معاف کر کے خون بہا
لینے پر راضی ہو جاوے تو خوشی سے وقت پر اُس خون بہا کو ادا کر دینا چاہیئے۔ ابو
داؤدؒ وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کے موافق بارہ ہزار درہم یا ایکہزار اشرفیاں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خون بہا کی مقدار ٹھیری تھی۔ صحیح بخاری میں عبداللہ
بن عباس سے روایتہ ہے کہ بنی اسرائیل میں خون بہا کا حکم قتل عمد میں نہیں تھا آیتہ
میں خون بہا کے حکم کو آسانی کا حکم جو فرمایا اُسکا مطلب اِس روایتہ سے اچھی طرح
سمجھہ میں آجاتا ہے کہ اس حکم میں قاتل کی جان بچ جانیکی آسانی ہے۔ پھر فرمایا خون بہا
کے لینے کے بعد وارثوں میں سے جو شخص یہ زیادتی کرے گا کہ قاتل کو قتل کر ڈالے گا
تو اُسپر یہ سخت عذاب ہوگا کہ اُس سے خون بہا نہیں لیا جاوے گا۔ بلکہ اُس کو قتل کیا
جاویگا اور بد عہدی کا وبال جدا اُس کے ذمتہ رہیگا۔ قصاص کو زندگی کا سبب جو فرمایا
اُس کا مطلب یہ ہے کہ قصاص لوگوں کو قتل بیجا سے روکے گا ایک شخص کے بدلہ
میں دو شخصوں کو یا غلام کے بدلہ میں آزاد شخص کو مار ڈالتے تھے وہ بات اب باقی
نہ رہے گی اور اپنی جان کے خوف سے کسی کو کوئی قتل نہ کرے گا قتل عمد وہ ہے
کہ قاتل بالقصد تلوار وغیرہ سے مقتول کو مار ڈالے قتل شبہ عمد وہ ہے کہ قاتل
مقتول کو لکڑی یا کوئی ایسی اور چیز سے مارے جس سے عادت کے طور پر آدمی
مر نہیں سکتا قتل خطا وہ ہے کہ کسی شخص نے مثلاً شکار کی نیت سے کسی جانور پر
بندوق چلائی اور گولی کسی آدمی کے لگ گئی اور وہ مر گیا امام مالکؒ قتل عمد کے قائل

نہیں ہیں۔ لیکن چند روایتوں سے قتل شبہ عمد شریعت میں پایا جاتا ہے اس واسطے اکثر صحابہ اور تابعین نے قتل کی وہی تین قسمیں ٹھیرائی ہیں جنکا ذکر اوپر گزرا قتل اور خون بہا کی زیادہ تفصیل سورۃ النسار میں آوے گی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

لکھا گیا ہے اوپر تمہارے جب حاضر ہو ایک کو تم میں سے موت اگر چھوڑ جاوے مال وصیت کرجانا واسطے ماباپ کے

وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ

اور قرابت والوں کے ساتھ اچھی طرح کے حق ہوا اوپر پرہیزگاروں کے پس جو کوئی بدلڈالے اسکو پیچھے اسکے کہ سنا اسکو

فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ

پس سوائے اسکے نہیں کہ گناہ اسکا اوپر ان لوگوں کے ہے جو بدلڈالتے ہیں اسکو تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے پس جو کوئی

مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ڈرے وصیت کرنیوالے سے کجی یا گناہ کو پس اصلاح کرے درمیان اُن کے پس نہیں گناہ اوپر اسکے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ قرابتداروں کو چھوڑ کر مرتے وقت اپنے نام نمود کے لیے غیروں کے نام وصیت کیا کرتے تھے۔ ابتدائے اسلام میں اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ میں ماں باپ اور قرابت داروں کے لیئے وصیت کو فرض ٹھیرا کر اُس دستور کو موقوف کردیا۔ پھر سورۃ النسار میں قرابت داروں کے حصے مقرر کرکے سورۃ النسار کی آیتوں سے اس آیۃ کی فرض وصیت کو منسوخ فرما کر اُس کے مستحب ہونے کا حکم باقی رکھا ہے۔ اس واسطے جمہور علمار کا یہ مذہب ہے

کہ اب وصیت مستحب ہی فرض نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہؓ بن عمر سے روایتہ ہے
کہ ہر مسلمان کو دو راتیں ایسی نہیں گذرنی چاہئیں کہ اسکی وصیت کا کاغذ اُسکے سرہانے لکھا ہوا نہ رکھا ہو
یہ حدیث بھی اُس زمانہ کی ہے جب وصیت فرض تھی۔ کیونکہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس کی
روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے ماں باپ کے حق میں وصیت فرض تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو منسوخ
فرماکر سورۃ النسار کی آیتوں میں ماں کا چھٹا اور باپ کا چھٹا حصہ مقرر فرمایا۔ مسند
امام احمد ترمذی وغیرہ میں عمروؓ ابن خارجہ اور ابوامامہ سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل
یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے
ماں باپ اور قرابت داروں کے حصے مقرر کردئے۔ اِس لیئے اب وارثوں کے
لیئے وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اِن روایتوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں
آجاتا ہے کہ عبداللہؓ بن عمر کی روایتہ میں جو وصیت کی تاکید ہے وہ سورۃ النسار کی
آیتوں کے نازل ہونے اور وارثوں کے حصے ٹہیرنے سے پہلے کی ہے۔ سورۃ النسار
کی آیتوں کے نازل ہونے کے بعد فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے عام مسلمانوں کو یہ بات سمجھادی کہ وارثوں کے حصے اللہ تعالے نے سورۃ النسار
میں ٹہیرادئے اس لیئے اب وارثوں کے حق میں وصیت کی ضرورت نہیں۔ عمروؓ ابن
خارجہ کی روایتہ کو ترمذی نے صحیح اور ابوامامہ کی روایتہ کو حسن کہا ہے۔ صحیح بخاری
اور مسلم میں سعدؓ بن ابی وقاص سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم نے مال کے تیسرے حصے سے زیادہ کی وصیت کو منع فرمایا ہے اور یہ بھی

فرمایا ہے کہ تیسرے حصّہ سے زیادہ کی وصیت میں وارثوں کے حصّوں میں کمی آجاتی ہے۔ اسلئے تیسرے حصّہ سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہی کہ وارثوں کے حصّے ٹھیر جانے سے وارثوں کے نام کی وصیت تو منسوخ ہو گئی غیروں کے نام کی وصیت مستحب کے طور پر جو باقی ہے وہ مال کے تیسرے حصّے سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ وصیت کے حکم کے بعد فرمایا کہ وصیت کے سننے والوں میں سے یا گواہوں میں سے جو کوئی وصیت کو بدل ڈالیگا تو اُسکا وبال اُسپر پڑے گا۔ کیونکہ وصیت کرنے والے کی وصیت کو اللہ تعالیٰ سنتا اور بدلنے والوں کے بدلنے کو وہ خوب جانتا ہے۔ اور اوپر والوں کو یہ بھی فرمایا کہ وصیت کرنے والا بھولے سے یا جان بوجھ کر وصیت میں کچھ حق تلفی کرے تو اوپر والے شریعت کے حکم کے موافق اُسمیں اصلاح کر دیں کہ اس طرح کی وصیت کا بدلنا گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کی قیامت کے دن بخشش کر دے گا کہ وہ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا ہے۔ وصیت میں حق تلفی کا کرنا بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بعضے مسلمان مرد اور عورتیں ساری عمر نیک کام کرتے ہیں لیکن مرتے وقت وصیت میں حق تلفی کر کے اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد اور یحیٰی بن معین نے شہر بن حوشب کو ثقہ کہا ہے۔ کسی شخص کے

ذمہ قرضہ ہو یا اُس کے پاس کسی کی کچھ امانت ہو تو قرضہ اور امانت کے باب میں وصیت لازم ہے۔ صحیح بخاری۔ نسائی وغیرہ میں سلمۃ بن الاکوع سے روایت ہے کہ قرضدار شخص کے جنازہ کی نماز اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نہیں پڑہا یا کرتے تھے۔ ترمذی ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں جو روایتیں ہیں اُنمیں امانت کے ادا کرنے کی بڑی تاکید ہے۔ حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قرضہ اور امانت بندوں کے حق ہیں ہیں۔ سورہ آل عمران میں آوے گا کہ یہ حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ بلکہ قیامت کے دن اِن حقوق العباد کا فیصلہ ضرور ہوگا۔ اِس واسطے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم قرض سے بچنے کی تنبیہ کے لیئے قرضدار شخص کے جنازہ کی نماز نہیں پڑہایا کرتے تھے اور امانت کی ادائی کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرنے والے شخص کو قرضہ اور امانت کی وصیت ضرور ہے تاکہ اُس کے وارث ادائی قرضہ اور ادائی امانت کا انتظام کرلیں اور مرنے والا شخص حق العباد کے مواخذہ سے بچ جاوے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو لکہا گیا اوپر تمہارے روزہ جیسا لکہا گیا تھا اوپر اُن لوگوں کے جو پہلے تم سے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى

تو کہ تم پرہیزگاری کرو روزہ دن گنتی کے پس جو کوئی ہو تم میں سے بیمار یا اوپر

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ

سفر کے پس گنتی ہے اور دنوں سے اور اوپر اُن لوگوں کے طاقت رکھتے ہیں اُسکی اور روزہ نہیں رکھتے بدلہ ہے

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا

کھانا ایک فقیر کا پس جو کوئی کرے زیادہ نیکی پس وہ بہتر ہے واسطے اُسکے اور یہ کہ روزہ رکھو تم

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ

بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے مہینہ رمضان کا وہ جو اُتارا گیا ہے بیچ اُس کے

الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ

قرآن ہدایت واسطے لوگوں کے اور دلیلیں ہدایت سے اور معجزے

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

پس جو کوئی حاضر ہو تم میں سے اِس مہینے کو پس چاہیئے کہ روزہ رکھے اسکو اور جو کوئی ہو بیمار یا اوپر سفر کے

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ

پس گنتی ہے اور دنوں سے ارادہ کرتا ہے اللہ تم ساتھ تمہارے آسانی کو اور نہیں ارادہ کرتا ساتھ تمہارے

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

دشواری کو اور تاکہ پورا کرو گنتی کو اور تو کہ بڑائی کرو اللہ تعالیٰ کی اوپر اس چیز کے کہ ہدایت کی تم کو اور تو کہ تم شکر کرو

اوپر گزر چکا ہے کہ نماز معراج کی رات مکہ میں فرض ہوئی ہے جسکا ذکر صحیح بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک کی روایت سے ہے۔ اسکے بعد ہجرت کے دوسرے سال اِس آیتہ سے رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اِسی سبب سے نماز کو اسلام کا

پہلا رکن اور رمضان کے روزوں کو اسلام کا دوسرا رکن کہتے ہیں۔ مختلف طریقوں سے پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ اِس لئے فرمایا کہ اے مُسلمانو اکیلے تم پر ہی روزے فرض نہیں ہوئے۔ بلکہ تم سے پہلی اُمتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ صحیح بخاری ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایت ہی جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور اس طرح کی اور ناجائز باتیں نہ چھوڑے گا تو فقط کھانا پینا چھوڑ کر روزہ رکھنے والے کے روزہ کی اللہ کو پرواہ نہیں۔ ان آیتوں میں روزہ کے ساتھ پرہیز گاری کا ذکر جو فرمایا اُس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روزہ میں کھانا پینا چھوڑنے کے سوا اور ناجائز باتوں سے بھی بچنا ضرور ہے ورنہ روزہ کا ثواب گھٹ جاوے گا۔ سال کے بارہ مہینے میں فقط ایک مہینے کے روزے ہیں۔ اِس واسطے اُن کو گنتی کے دن فرمایا

ابتدائے اسلام میں یہ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے آدمی روزہ رکھے چاہے روزے کے بدلہ میں ایک محتاج کو دو وقت کھانا کھلاوے پھر فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ سے اُسکو منسوخ فرما کر مسافر اور بیمار کے سوا سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا بیمار اور مسافر کا ذکر دو دفعہ فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پہلے حکم کے منسوخ ہو جانیکے بعد بھی بیمار اور مسافر کے لیئے وہی حکم ہے کہ رمضان کے جب روزے قضا ہوں کسی اور مہینے میں اُتنے ہی روزے رکھہ لیوے۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اور نیکیوں کا ثواب دس سے لیکر سات سو تک لکھنے کا حکم اللہ تعالے نے فرشتوں کو دیا ہے۔ فرشتے بھوک پیاس کی تکلیف سے واقف نہیں اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اس تکلیف کا حال خوب جانتا ہے۔ اس لیئے اللہ تعالے نے فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے کہ روزہ کا ثواب تم نہ لکھنا میں خود آپ لکھوں گا۔ روزہ کے بدلہ کھانا دینے کے ساتھ یہ جو فرمایا تھا کہ کھانا دینے سے روزہ رکھنے میں بھلائی ہے اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کھانا دینے کی صورت میں ایک محتاج کو کھانا کھلا دینے کا ثواب ہوگا اور روزہ رکھنے کی صورت میں اتنا ثواب ہوگا جس کو فرشتے لکھہ نہیں سکتے۔ خود اللہ تعالے اس بڑے ثواب کو لکھے گا۔ ترمذی ابوداؤد۔ نسائی وغیرہ میں عبد اللہؓ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک گاؤں کا رہنے والا شخص اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُسنے کہا میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے آپ نے اُس سے کہا تو اللہ کے ایک ہونے اور اُسکے رسول کے سچے ہونیکی گواہی دیتا ہے اُسنے کہا ہاں۔ آپ نے بلال سے کہا کل سے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیدیا جاوے۔

اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے کہ رمضان کے چاند کے لیئے ایک مسلمان شخص کی گواہی کافی ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھہ میں آجاتی ہے

کہ بعضے علمار گواہ سے سوائے اسلام کی اور باتیں پوچھا کرتے ہیں۔ وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتیں۔ اس مضمون کی ایک روایتہ عبداللہؓ بن عمرؓ سے ابوداؤد دارقطنی صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے جس کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ اس روایتہ سے عبداللہ بن عباس کی اوپر کی روایتہ کو پوری تقویت ہوجاتی ہے۔ امام احمد اور ایک قول میں امام شافعیؒ کا مذہب بھی اس حدیث کے موافق ہے۔ حنفی مذہب میں ابر ہو تو ایک شخص کی گواہی کافی ہے اگر نہ ہو تو دو گواہ ہونے چاہئیں۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ کہا ہے کہ اکثر علمار کے نزدیک عید کے چاند کے لیے ایک گواہ کی گواہی کافی نہیں یہ عبداللہ بن عباس عبداللہؓ بن عمر کی اُس روایتہ کی بنا پر ہے جو دارقطنی اور اوسط طبرانی میں ہے جس کا حاصِل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے چاند کے لیے ایک شخص کی گواہی کو جائز رکھتے تھے اور عید کے چاند کے لیے دو گواہوں کی گواہی کو جائز رکھتے تھے ایک شخص کی گواہی کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اس روایتہ کی سند میں ایک راوی حفص بن عمر ضعیف ہے اور سوا اس روایتہ کے اور کوئی روایتہ بھروسہ کے قابل نہیں ہے۔

صحیح مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی وغیرہ میں عبداللہؓ بن عباس کے پروردہ کریب بن ابی مسلم کا ایک قصہ ہے جس کا حاصِل یہ ہے کہ عبداللہؓ بن عباس کی ماں نے کریب کو معاویہؓ کے پاس کسی کام کے لیے بھیجا۔ اُس کام کے سبب سے

کریب کو کچھ دنوں ٹھیرنا پڑا۔ اور وہیں ملک شام میں کریب نے رمضان کا چاند دیکھا جب اُس کام کے پورا ہو جانے کے بعد کریب ملک شام سے مدینہ کو واپس آئے اور عبداللہ بن عباس سے ملے تو باتوں باتوں میں عبداللہؓ بن عباس نے کریب سے رمضان کے چاند کا حال پوچھا کریب نے جواب دیا۔ کہ ملک شام میں تو جمعہ کے دن کا روزہ ہوا۔ عبداللہؓ بن عباس نے کہا یہاں مدینہ میں تو ہفتہ کے دن کا روزہ ہوا۔ کریب نے کہا کیا اہل شام کا جمعرات کی شام کو چاند دیکھنا مدینہ کے لیے جمعہ کے روزہ کی گواہی نہیں قرار پا سکتا۔ عبداللہؓ بن عباس نے جواب دیا ہم کو تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے کہ بغیر چاند کے دیکھنے کے روزہ نہ رکھو۔ عبداللہؓ بن عباس نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے جس حکم کا حوالہ کریب کے جواب میں دیا ہے وہ عبداللہؓ بن عمر کی صحیح مسلم کی روایت ہے جس میں یہ ہے کہ بغیر چاند کے دیکھنے کے روزہ نہ رکھو۔ یہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ اکیلے عبداللہؓ بن عمر نے چاند دیکھا اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کا ذکر کیا اُس پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اِس واسطے بغیر چاند کے دیکھنے کے روزہ نہ رکھنے کی روایت کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ روزہ رکھنے کے لیے سب مسلمانوں کو چاند دیکھنا چاہیے۔ بلکہ اِس روایت کا یہی مطلب ہو کہ بستی بھر کے مسلمانوں میں سے کچھ لوگ بھی چاند دیکھ لیویں تو ساری بستی کے لوگوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہو۔

حدیث کے اِس مطلب کی بنا پر علماء کے دو گروہ ہو گئے ہیں بعضے تو کہتے ہیں کہ جب ایک بستی کے لوگ چاند دیکھ لیویں اور دوسری کسی بستی میں ان کی معتبر اطلاع آجاوے تو دوسری بستی کے لوگوں پر بھی روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس طرح بستی کے بعضے لوگوں کے چاند کے دیکھنے سے بستی کے باقی کے لوگوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ بعضے کہتے ہیں جب دو بستیاں ایسی پاس ہوں جس کا طلوع غروب ایک ہو تو ایک بستی کے لوگوں کا چاند دیکھنا دوسری بستی کے لیئے گواہی ہو گی۔ اور اگر دوسری بستیاں ایسی دور ہیں کہ اُنکے طلوع غروب میں فرق ہے تو ایک بستی کا چاند دوسری بستی میں گواہی قرار نہیں پاسکتا۔ اس قول کو نووی نے صحیح کہا ہے۔ ہندوستان میں ایسی دو بستیاں جن کے طلوع غروب میں فرق ہے۔ بمبئی اور مدراس ہے۔ کہ اُن کے طلوع اور غروب میں آدھے گھنٹہ کے قریب کا فرق ہے۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد و مسند امام احمد وغیرہ میں انس رضؓ بن مالک کعبی سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت رمضان کے روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک محتاج کو کھانا کھلاوے تو جائز ہے۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ امام احمدؒ یہ کہتے ہیں کہ حمل اور دودھ پلانے سے فارغ ہونے کے بعد ایسی عورتوں کو قضا کے روزے بھی رکھنے چاہئیں۔ ترمذی نے اِس حدیث کو حسن کہا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیویں

رمضان کو مکہ کی فتح ہو کر آخر رمضان تک اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
مکہ میں ٹھیرے مگر یہ باقی کے دس روزے آپ نے نہیں رکھے۔ اس لیئے یہ
بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جو مسافر بغیر قیام کی مدت کے ٹھیرانے کے
عارضی طور پر کہیں ٹھیر جاوے تو اُسکو رمضان کے روزوں کی قضا جائز ہی۔

صحیح بخاری میں ابو سعیدؓ خدری اور جابرؓ سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل
یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے سفر میں ہم
لوگ روزہ دار بھی تھے اور بے روزہ بھی تھے۔ اور ایک دوسرے کو بُرا نہیں سمجھتے
تھے۔ اس سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ سفر کی حالت میں روزے
کا رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں۔ اب یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ کس قدر
مسافت کا سفر ایسا سفر ہے جس میں مسلمان آدمی کو رمضان کے روزوں کے
نہ رکھنے کی اجازت ہی۔ قرآن شریف میں تو اس مسافت کا کہیں ذکر نہیں ہے۔
بلکہ قرآن شریف نے تو مسافت کے عمل کرنیوالے لوگوں کی عادت پر چھوڑا ہے
کیونکہ بعضے ملکوں میں تو پانی اور ضرورت کی چیزوں کے نہ ملنے کے سبب سے
دوسرے ملکوں کا چھوٹا سفر بڑا معلوم ہوتا ہے اور بعضے ملکوں کا حال اس کے
برخلاف ہی۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی فعلی حدیثیں تو اس میں بہت
ہیں لیکن جب اصول حدیث میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ فعلی حدیث سے قولی
حدیث مقدم ہے تو اس باب میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی قولی

حدیث کا تلاش کرنا ضروری ہی۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دو
قولی روایتیں اِس باب میں ہیں ایک تو صحیح بخاری اور مسلم میں چند صحابہ کی روایتہ
سے ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات دن کی مسافت
کو سفر فرمایا ہے۔ دوسرے صحیح بخاری میں عبداللہؓ بن عمر کی روایتہ سے ہے
جس میں آپ نے تین رات دن کی مسافت کو سفر فرمایا ہے۔ امام شافعی اور
امام مالک کا مذہب پہلی روایتہ کے موافق ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کا مذہب دوسری
روایتہ کے موافق ہی۔ اب اگر اُصول حدیث کے اِس قاعدے کو لیا جاوے کہ
جو روایتہ صحیح بخاری اور مسلم دونو کتابوں میں ہے وہ ان دونو کی اکیلی روایتہ سی
مقدم ہے تو پہلی حدیث پر عمل کرنا اولے ہی اور اگر اس احتیاط کو برتا جاوے
کہ تین رات دن کی مسافت میں ایک رات دن کی مسافت بھی آ جاتی ہے
تو دوسری حدیث کے موافق عمل کیا جا سکتا ہے۔ جس روایتہ میں اللہ کے
رسول کا کوئی کام بیان کیا جاوے اُسکو اُصول حدیث میں فعلی حدیث کہتے
ہیں۔ اور جسمیں آپ حکم کے طور پر کوئی بات فرماویں اُسکو قولی حدیث کہتے ہیں۔
ظہر عصر اور عشا کی چار رکعتوں کی دو رکعتیں جسقدر مسافت کے سفر میں رہجاتی ہیں وہ سفر بھی اس قدر مسافت کا جس کا ذکر
اوپر گزر اِلا آیتو نہیں تو فقط اتنا ہی فرمایا کہ رمضان وہ برکت کا مہینہ ہی کہ جسمیں قرآن شریف اُترا سورۃ القدر میں یہ ذکر
آویگا کہ رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں ایک وہ رات جس کو شب قدر کہتے ہیں اُس رات میں قرآن شریف
لوح محفوظ سے دُنیا کے آسمان پر اُترا اور پھر بائیس تیئیس برس تک دُنیا کے آسمان پر سے ضرورت

کے وقت ہر طرح کے احکام کی آیتیں نازل ہوتی رہیں جس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں آوے گا۔ نسائی بیہقی مستدرک حاکم وغیرہ میں معتبر سند سے عبداللہؓ بن عباس کی جو روایتیں ہیں اُن میں قرآن شریف کے رمضان میں اُترنے کا یہ مطلب تفصیل سے ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم کی ابو سعیدؓ خدری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شبِ قدر رمضان کے آخری دس دن کی طاق راتوں میں سے کسی رات کو ہوتی ہے صحیح مسلم میں عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دُنیا میں ہونے والا تھا وہ سب اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اِسی کو قضا و قدر کہتے ہیں۔ قدر کے معنے اندازہ کے ہیں۔ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے دُنیا کے پیدا ہونے کے بعد کا اندازہ جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اُس کو قدر کہتے ہیں اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق جو کچھ دُنیا میں ہو رہا ہے اُس کو قضا کہتے ہیں۔ لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کا اختیار اور ارادہ چھین کر اُس کو دُنیا میں پیدا کیا ہے۔ بلکہ لوح محفوظ میں تو یہ لکھا گیا ہے کہ انسان کو ارادہ اور اختیار دیکر دُنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو کتنے آدمی اپنے اختیار اور ارادہ سے دنیا میں نیک کام کرینگے اور کتنے آدمی بُرے کام کرینگے اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ ایک چیز کے موجود ہونے سے پہلے صحیح اندازہ سے اسکا

حال لکھ لینا اور بات ہے اور کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا اور بات ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھا ہے کہ انسان کو ارادہ اور اختیار دیکر دنیا میں پیدا کیا جاوے گا تو کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔

لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ شعب الایمان بیہقی تفسیر ابن حاتم مستدرک حاکم میں سورۃ الدخان کی آیتہ فیہا یفرق کل امر کی تفسیر میں عبداللہؓ بن عباس سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے دُنیا کے اندازہ کے طور پر جو کچھ لکھا گیا ہے اُس میں سے سال بھر کے کاموں کی تفصیل شب قدر میں لوح محفوظ سے نقل کیجا کر سال بھر کا انتظام چلانے کے لئے فرشتوں کو دیدیجاتی ہے اس واسطے اس رات کو شب قدر کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ سال بھر کے دُنیا کے کاموں کے اندازہ کی یہ رات ہے۔ حاکم نے عبداللہؓ بن عباس کی اس روایتہ کو صحیح کہا ہے۔ زیادہ تفصیل شب قدر کی سورۃ الدخان سورۃ القدر اور سورۃ القدر میں آوے گی حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتوں میں قرآن شریف کے رمضان میں اُترنے کا جو ذکر ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں سارا قرآن لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اُترا اور پھر سورہ بنی اسرائیل کی آیتوں کے موافق ضرورت کے وقت ٹھہر ٹھہر کے

احکام کی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسے اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح اچھی زمین کو مینہہ کے پانی سے فائدہ پُہنچتا ہے اسی طرح جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم ازلی میں نیک ٹھیر چکے ہیں اُنکو قرآن کی نصیحت سے فائدہ پُہنچتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم ازلی میں بد ٹھیر چکے ہیں اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائگاں ہے جس طرح بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائگاں جاتا ہے۔ ان آیتوں میں قرآن کا عام لوگوں کی ہدایت کے لیئے نازل ہونا جو فرمایا اُس کا مطلب اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے عام لوگوں کی ہدایت کے لیئے نازل فرمایا ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں بد قرار پا چکے ہیں ان کے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی ہی رائگاں ہے جس طرح بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائگاں جاتا ہے۔

جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی قدرتوں کا ذکر ہے اُن کو اللہ کی وحدانیت کی کھُلی کھُلی نشانیاں فرمایا اور جن آیتوں میں جنتی اور دوزخیوں کا ذکر ہے اُن کو ہر ایک گروہ کا فیصلہ فرمایا۔ یہ جو فرمایا اے مُسلمانوں اللہ تعالےٰ تمہارے دین کے کاموں میں آسانی چاہتا ہے تمکو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ تفسیر ابن

جریر میں علی بن ابی طلحہ کی سند سے عبداللہ بن عباس کا قول ہے جس میں انہوں نے آسانی کی تفسیر اوپر کی آیتہ کو قرار دیا ہے جس میں مریض اور مسافر کو رمضان کے روزے قضا کرنے کا حکم ہے۔ گنتی کے پورا کرنے کا مطلب وہی قضا کے روزوں کی گنتی کا پورا کرنا ہے۔ بعضے سلف نے اللہ کی بڑائی کا مطلب عید کی تکبیروں کو قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہی ہے کہ آدمی خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت میں لگا رہے۔ خالص دل کی عبادت وہ ہے جسمیں دنیا کا دکھاوا نہ ہو۔ صحیح عبادت وہ ہے جسمیں کوئی بدعت نہ ہو۔ شریعت میں جس دینی بات کا پتہ نہ لگے اسکو بدعت کہتے ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

اور جب سوال کریں تجکو بندے میرے مجھہ سے پس تحقیق میں نزدیک ہوں جواب دیتا ہوں پکارنیکا پکارنیوالے کو جب پکارتا ہے مجکو

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

پس چاہیئے کہ قبول کریں حکم میرے کو اور چاہیئے کہ ایمان لاویں ساتھہ میرے تو کہ وہ بھلائی پاویں

ترمذی ابن ماجہ نسائی اور مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تین شخص منصف حاکم روزہ دار اور مظلوم کی دعا رائگاں نہیں جاتی۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ روزوں کے ذکر میں دعا کا ذکر اس لیئے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم

کے جتلانے سے یہ بات لوگوں کو معلوم ہوجاوے کہ روزہ دار آدمی کی دعا رائگاں نہیں جاتی صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ثوبان سے جو روایتیں ہیں اُن میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی تقدیر میں اگر کوئی بُرائی لکھی ہو تو وہ دعا کے اثر سے ٹل جاتی ہے۔ حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دعا کرنیوالا احکام شریعت کا پابند ہو۔ غذا اُسکی حلال کی ہوگی۔ دعا کے قبول ہونے میں جلدی کا نہ کرنا جو بات شریعت میں منع ہے اُسکی دعا نہ مانگنا۔ دعا کے قبول ہونے کی یہ شرطیں حدیث میں ہیں معتبر سند سے یہ شرطیں مسند امام احمد وغیرہ میں ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ جو دعا ان شرطوں کی پابندی سے کیجاوے گی وہ ضرور قبول ہوگی۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ

حلال کی گئی واسطے تمہارے رات روزے کی رغبت کرنی طرف بیبیوں اپنی کے وہ پردہ ہیں واسطے تمہارے

لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ

اور تم پردہ ہو واسطے اُنکے جانا اللہ تم نے یہ کہ تھے تم میں خیانت کرنیوالے جانوں اپنی پر پس پھر آیا اوپر تمہارے اور معاف کیا تم سے

فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

پس اب ملاکرو اُن سے اور ڈھونڈو جو لکھا ہے اللہ تعالے نے واسطے تمہارے اور کھاؤ اور پیو یہانتک کہ ظاہر ہو جاوے

الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ

واسطے تمہارے تاگا سفید تاگے کالے سے فجر سے پھر پورا کرو روزے کو رات تک اور مت ملو ان سے

وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا

اور تم اعتکاف کرنے والے ہو بیچ مسجدوں کے یہ ہیں حدیں اللہ کی پس مت نزدیک جاؤ اُن کے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ نشانیاں اپنی واسطے لوگوں کے تو کہ وہ بچیں

صحیح بخاری ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں براءؓ بن العازب سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ابتدائے اسلام میں احتیاط کے طور پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا خود بھی یہ معمول تھا اور لوگوں کو بھی اس معمول کی پابندی تھی کہ عشا کی نماز سے پہلے جس کسیکو جو کچھ کھانا پینا ہوتا تھا وہ کھا پی لیتا تھا۔ عشا کی نماز کے بعد پھر کھانا پینا۔ بیوی کے پاس جانا سب کچھ حرام ہو جاتا تھا اور یہ بھی حکم تھا کہ عشا کی نماز سے پہلے اگر کسی کی آنکھ لگ جاتی تو عشا کی نماز سے پہلے ہی یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ براءؓ بن العازب کی اوپر کی روایت میں ایک صحابی قیس بن صرمہ کا قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ روزہ کھول کر بغیر کھانا کھائے کے ایک دفعہ سو گئے اور دوسرے دن روزہ پر روزہ رکھنے کے سبب سے دوپہر کے وقت اُن کو غش آ گیا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور سب صحابہ نے قیس بن صرمہ کی اس حالت پر بڑا افسوس کیا۔ معتبر سند سے امام احمد میں کعبؓ بن مالک سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس عشا کے بعد سب چیزوں کی ممانعت کے زمانہ میں سو جانے کے بعد پھر رات کو اُٹھ کر بعضے صحابہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنے کی جراءت کی۔ ان تکلیفوں کے رفع کرنے کے لیئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جن چیزوں کا ذکر اس آیت میں ہے۔ حلال کا لفظ فرما کر اللہ تعالےٰ

نے ان چیزوں کی ممانعت اُٹھادی ہے جس سے ظاہر میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اِن چیزوں کے حلال ہونے سے پہلے یہ چیزیں کسی قرآن کی آیتہ سے حرام کی گئی تھیں۔ لیکن اصل میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث فعلی سے اِن چیزوں کی ممانعت ہوئی تھی چنانچہ برار بن العازب کی روایتہ کے حوالہ سے اِس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ اِس لئے قرآن سے حدیث کے منسوخ ہوجانے کی جس طرح اور مثالیں ہیں اُسیطرح کی ایک مثال یہ بھی ہو۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہؓ بن مسعود سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرنے سے غیر عورت کی طرف نظر ڈالنے سے آدمی کی نگاہ خوب نیچی ہوجاتی ہے۔ آیتہ میں مرد کو عورت کا لباس اور عورت کو مرد کا لباس جو فرمایا اُس کا مطلب اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح لباس سے مرد اور عورت کا تن بدن ڈھک کر اُن کے تن بدن پر ایک پردہ پڑجاتا ہے۔ اسی طرح نکاح کے بعد جائز نگاہ کرنے سے مرد اور عورت کی آنکھوں پر ایک پردہ پڑجاتا ہے۔ آیتہ میں جس کام کو چوری سے کرنے کا ذکر ہے یہ وہی چوری سے کرنے کا کام ہے جس کا ذکر کعبؓ بن مالک کی روایتہ کے حوالہ سے اوپر گزرا کہ عشا کے بعد سب چیزوں کی ممانعت کے زمانہ میں سوتے اُٹھکر رات کو بعضے صحابہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنے کی جرأت کی۔ سیاہ دھاری کا مطلب رات کا اندھیرا ہے اور سفید

دھاری کا مطلب صبح صادق کی سفیدی۔ ایک سفیدی آسمان کے طول میں سفید
ستون کی طرح بہت رات سے ہو جاتی ہے اُسکو صبح کاذب کہتے ہیں
اِس سے روزہ دار کا کھانا پینا بند نہیں ہوتا۔ روزہ دار کا کھانا پینا صبح صادق سے
بند ہوتا ہے جو آسمان کے کنارے پر آسمان کے عرض میں پیدا ہوتی ہے اور پیدا
ہوتے ہی پھیلتی جاتی ہے۔ پھر اونچی جگہ پر اُس کا عکس پڑتا ہے۔ اِسمیں کسیقدر سرخی
بھی ہوتی ہے۔ صبح صادق تک روزہ رکھنے والے شخص کو اپنی بیوی سے صحبت
کرنے کی اجازت جو آیتہ میں ہے اُسکا مطلب صحیح مسلم کی حضرت عائشہ کی حدیث
سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے اللہ
کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ پچھلی رات کو میں اپنی بیوی سے صحبت
کرتا ہوں اور ناپاکی کی حالت میں مجکو صبح صادق ہو جاتی ہے۔ اور پھر صبح کو نہا کر
میں روزہ رکھتا ہوں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے
جواب میں فرمایا۔ میں بھی تو کبھی ایسا ہی کیا کرتا ہوں۔ اس شخص سے اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ میں بھی تو کبھی کبھی ایسا ہی کیا کرتا ہوں
اس کا ذکر صحیح بخاری اور مسلم کی عائشہؓ اور مسلم اور اُم سلمہؓ کی روایتوں میں تفصیل
سے ہے۔ ان روایتوں کے سننے سے پہلے ابوہریرہ یہ فتوے دیا کرتے تھے
کہ جس شخص کو ناپاکی کی حالت میں صبح ہو جاوے تو وہ شخص اس دن روزہ نہ رکھے
لیکن ان روایتوں کے سننے کے بعد اُنہوں نے اس فتوے کو چھوڑ دیا چنانچہ

صحیح بخاری وغیرہ میں اسکا ذکر تفصیل سے ہے۔ صبح صادق کے کہانے پینے میں سحری کا کھانا بھی آگیا۔ صحیح مسلم میں عمروؓ بن العاص سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہلِ کتاب کے روزوں میں اور ہمارے روزوں میں یہ فرق ہے کہ اُن کے روزوں میں سحری نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہؓ بن عمر سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مشرق کی طرف سیاہی آجاوے اور سورج غروب ہو جاوے تو روزہ کہولنے کا وقت ہو گیا۔ اِس سے ثم اتموا الصیام الے اللیل کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ کہولنے کی جلدی کی تعریف کی ہے۔

ترمذی ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ میں عبداللہ بن عمر کی حفصہ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے جو شخص روزہ کی نیت نکرے تو اُسکا روزہ نہیں ہوتا۔ ترمذی نے امام بخاری کے قول کے حوالہ سے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر کا قول ہے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں عائشہؓ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم دن کو آن کر پوچھا کرتے تھے کہ کچھ کھانا ہے۔ اگر یہ کہدیا جاتا تھا کہ کھانا تو کچھ نہیں ہے تو آپ روزہ کی نیت کر لیا کرتے تھے۔ اِس روایتہ کو اوپر کی آیتہ سے ملایا جاوے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ نفلی روزہ میں

صبح صادق سے نیت کا کرنا ضروری نہیں ہے۔

بیہقی اور دارقطنی میں عائشہؓ کا ایک قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے روزہ کی نیت کر کے پھر روزہ توڑ ڈالا تھا۔ اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنکر حضرت عائشہؓ کو حکم دیا تھا کہ اس روزہ کے بدلہ میں قضا کا ایک روزہ رکھ لینا۔ بیہقی اور دارقطنی نے اس قصہ کی روایتہ کے بعد یہ کہا ہے کہ نفلی روزہ کی قضا کی روایتہ اچھی طرح ثابت نہیں ہے اِن روایتوں کے ملانے سے یہ مطلب نکلا کہ نہ صبح صادق سے نفلی روزہ کی نیت ضروری ہے نہ یہ بات ضروری ہے کہ صبح صادق کے بعد نفلی روزہ کی نیت کرلی جاوے اور پھر شام تک وہ روزہ پورا نہ کیا جاوے تو اُسکے بدلہ میں قضا کا روزہ رکھا جاوے۔

لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نفلی روزہ کی قضا کے قائل ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روزہ کی نیت کرنے کے بعد کوئی شخص بہولے سے کچھ چیز کھا پی لے اور پھر روزہ یاد آتے ہی کھانے پینے سے ہاتھہ کھینچ لے تو اُسکا روزہ نہیں جاتا اُسکو چاہیئے کہ شام تک اپنا روزہ پورا کرلے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے دوسری روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر رمضان میں روزہ کی نیت کر کے کوئی شخص دن کو اپنی بیوی سے صحبت کرلے تو اُسمیں بہول چوک کی گنجائش نہیں ہے اِس لیئے یہ شخص ایک غلام آزاد کرے۔ اگر غلام کے آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے روزے رکھے

اگر روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ قضا کا ایک روزہ بھی رکھے۔

ترمذی ابوداؤد صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ روزہ میں اگر اپنے آپ قے ہو جاوے تو روزہ نہیں جاتا ہاں اگر روزہ دار شخص اپنے ارادہ سے قے کرے تو روزہ جاتا رہتا ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام کیا ہے۔ لیکن حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

ترمذی ابوداؤد ونسائی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوداؤد وغیرہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ میں ارادہ سے قے کی اور پھر اس روزہ کو شام تک پورا نہیں کیا۔ ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ اس روایت سے ابوہریرہ کی اوپر کی روایت کو پوری تقویت ہو جاتی ہے روزہ میں تیل ڈالنے کی ممانعت کی روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح نہیں ہے اس واسطے اکثر علماء کا مذہب ہے کہ سر میں تیل ڈالنے سے روزہ میں کچھ خلل نہیں پڑتا۔ ابوداؤد ونسائی مسند امام احمد میں جو صحیح روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ گرمی کے روزہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر پانی ڈالا کرتے تھے۔ اس سے اکثر علماء کا مذہب ہے کہ روزہ میں نہانا منع نہیں ہے۔ لیکن حنفی مذہب میں روزہ کی حالت میں نہانا مکروہ ہے۔

روزوں کے احکام کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے کسی خاص جگہ میں بیٹھنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم کی عائشہؓ اور عبداللہؓ بن عمر کی روایتوں کے موافق سنت یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنا چاہیئے۔ صحیح بخاری ابوداؤد نسائی وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دس دن تک اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔

صحیح مسلم میں ابوسعید خدری سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں صحابہ سے فرمایا کہ میں نے شب قدر کی تلاش میں رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر مجکو غیب سے جتلایا گیا کہ شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اب تم میں سے جس کسی کو اعتکاف کرنا ہو وہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرے۔

صحیح بخاری اور مسلم کی عائشہؓ اور عبداللہؓ بن عمر کی روایتوں کے حوالہ سے اوپر یہ جگہ گزرا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت ہے۔ اُن روایتوں کو ابوسعید خدری کی اِس روایت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ جب تک اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب سے یہ نہیں جتلایا گیا تھا کہ شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے تو آپ نے رمضان کے پہلے اور

دوسرے عشرہ میں اعتکاف کرکے شبِ قدر کی تلاش کی پھر جب آپ کو غیب سے یہ جتلادیا گیا کہ شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے تو آپ نے اپنے اعتکاف کے لئے بھی رمضان کا آخری عشرہ ٹھیرالیا اور صحابہ کو بھی اِس عشرہ میں اعتکاف کرنے کی رغبت دلائی۔

معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے لوگوں کی عمر ساٹھ اور ستر برس کے مابین میں ہوگی۔ ایسے لوگ کم ہوں گے جنکی عمر اس سے زیادہ ہوگی۔

سورۃ القدر میں آوے گا کہ شبِ قدر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ایسی بڑی ایک نعمت ہے کہ اِس ایک رات کی عبادت اور دنوں کے ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی سال چار مہینے ہوئے۔ اِس حساب سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر اُمت محمدیہ کا کوئی ساٹھ ستر برس کی عمر کا پانے والا شخص رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں کی عبادت میں لگا رہا۔ اور ان طاق راتوں میں شبِ قدر ہوکر اسکی عبادت اور شب قدر میں اُسکی مطابقت پڑگئی تو یہ سمجھ لو کہ گویا اُس شخص کی ساری عمر عبادت میں گزری۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پانچ راتوں کی عبادت سے ساری عمر کی عبادت کا ثواب مل جانا یہ عقبےٰ کی بہت بڑی تجارت ہے اس سے کسی مسلمان کو غافل نہیں رہنا چاہیئے۔

تفسیر ابن جریر میں علی بن طلحہ کی سند سے عبد اللہ بن عباس نے ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب مسلمان کو رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کرنے کی اجازت مل گئی تو بعضے لوگوں نے اعتکاف کی حالت کو بھی اس اجازت میں شامل سمجھا اس لئے یہ لوگ جب حاجت ضروری کے اعتکاف میں سے اپنے گھر جاتے تو اپنی بیویوں سے صحبت بھی کرتے۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے آیتہ کے اس ٹکڑے میں فرمایا کہ اعتکاف کی حالت میں ہر مسلمان کو اپنی بیوی سے صحبت کا کرنا منع ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبےٰ کے ثواب کا دل سے یقین کر کے عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے جو شخص رمضان کی راتوں میں نفل نماز پڑھے گا اُس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاوینگے۔ اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ شب قدر کی تلاش کے لئے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھکر نفلی نماز پڑھنے کے علاوہ رمضان کی باقی راتوں میں نفلی نماز پڑھنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بعضے علماء نے کہا ہے کہ اس معافی میں صغیرہ کبیرہ سب گناہ شامل ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اس معافی میں کبیرہ گناہ شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز روزہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں امام بخاری نووی وغیرہ نے رمضان کی راتوں میں نفلی نماز کی رغبت دلانے کی حدیثوں سے یہ مطلب نکالا کہ ان حدیثوں کی رغبت میں تراویح بھی شریک ہے کیونکہ رمضان کی راتوں کی تراویح بھی نفلی نماز ہے۔ تراویح کے معنے راحت اور آرام کے ہیں۔ رمضان کی راتوں میں جماعت سے جو نفلی نماز پڑھی جاتی ہے اُس میں دو دو رکعتوں کے بعد لوگ آرام لیتے تھے اس واسطے اس نماز کا نام تراویح ہوگیا۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک رمضان میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کے پیچھے کچھ صحابہ بھی اس میں آن کر کھڑے ہو گئے دو راتوں تک تو آپ نے ان لوگوں کی امامت کی اور تیسری رات آپ اپنی اعتکاف کی جگہ سے باہر نہیں آئے اور صبح کو لوگوں سے کہا کہ اس نماز کے فرض ہوجانے کے خوف سے میں رات کو اعتکاف کی جگہ سے باہر نہیں آیا۔ اس حدیث سے رمضان کی راتوں میں نفلی نماز کا جماعت سے پچھلی رات کو پڑھنا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد جو لوگ تہجد کی نماز کو نہیں اُٹھتے تھے وہ رمضان کی راتوں میں سونے سے پہلے مسجد نبوی میں الگ الگ نفل پڑھا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ کو اُن لوگوں کا

امام بنا کر ایک جگہ جماعت سے نفل نماز پڑھنے کی ان کو اجازت دیدی جس کا ذکر صحیح بخاری میں عبدالرحمٰنؓ بن عبدالقادر کی روایتہ سے ہے۔

اِس روایتہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اِس طریقہ کو فرمایا کہ یہ ایک اچھی بدعت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کے مقابلہ میں گمراہ کرنے والی بدعت تو یہ نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفل نماز کا جماعت سے پڑھنا رمضان کی راتوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اتنی بات اِس طریقہ میں نئی ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے جماعت کے نفل پچھلی رات میں تھے اور یہ نفل اول رات میں ہیں۔ اِسواسطے حضرت عمرؓ نے آخر کو یہ بھی فرمایا کہ جِس پچھلی رات کی نماز کے پڑھنے سے پہلے یہ لوگ سوجاتے ہیں وہ نماز اِس اول رات کی نماز سے افضل ہے۔

عبدالرحمٰنؒ بن عبدالقاری کی اِس روایتہ میں نہ رکعتوں کی گنتی ہے نہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ کو رمضان میں سارا قرآن ختم کرنے کی ہدایت کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتوں کی گنتی مقرر کر کے قرآن کے پارے تراویح کے نام کی نماز میں رمضان میں جو پڑھے جاتے ہیں اِس طریقہ کا پتہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں لگتا بلکہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی گنتی تو وہی گیارہ رکعت کی ہے جس کا ذکر عائشہؓ کی صحیح بخاری وغیرہ کی روایتوں میں ہے۔ اِن گیارہ رکعتوں میں آٹھ نفل ہیں۔

اور تین وتر چنانچہ صحیح ابن حبان کی جابرؓ کی روایتہ میں یہ تفصیل آئی ہے۔بیہقی میں عبداللہؓ بن عباس کی روایتہ میں بیس رکعت کی جگہ جو گنتی ہے اسکی سند میں ایک راوی ابوشیبہ بن ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے۔جس طرح دو مکانوں کے بیچ میں ایک دیوار اٹھادینے سے ان دونوں مکانوں کی حد الگ الگ ہوجاتی ہے۔اسی طرح حرام حلال کے احکام سے حرام حلال کی حد شریعت میں مقرر ہوگئی کہ اتنی چیزیں حرام ہیں اور اتنی حلال ہیں۔اسی واسطے حرام حلال کے احکام کو اللہ کی حدیں فرمایا۔ان حدوں کے پاس جانے سے جو منع فرمایا اُس کا مطلب صحیح بخاری مسلم میں نعمانؓ بن بشیر کی اُس روایتہ سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے جو ایک جگہہ اوپر گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرام حلال کے بیچ میں بعضی چیزیں ایسی مشتبہ ہیں کہ مسلمان شخص کو اُن چیزوں کے حرام حلال ہونے میں شبہ پڑ جاتا ہے ایسی چیزوں سے بچنا مسلمان شخص کو حرام سے دور رکھتا ہے اِس حدیث کو فلا تقربوہا کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ حرام کی حد کے پاس نہ جانا اِس طرح ہے کہ مسلمان شخص شبہ کی چیزوں سے بھی بچتا رہے کیونکہ جو شخص شبہ کی چیزوں سے نہ بچے گا وہ ضرور کبھی نہ کبھی حرام کی حد پر قایم نہ رہکر حرام میں پھنس جاوے گا جو مواخذہ کے قابل ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عمرؓ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی شخص کو ایک گھوڑا خیرات کے طور پر دیا تھا اُس شخص نے اچھی طرح نہیں رکھا۔

جس سے وہ دبلا ہو گیا اُس گھوڑے کا یہ حال دیکھکر حضرت عمر کو یہ خیال ہوا کہ اب اُس شخص سے اُس گھوڑے کو خرید لیا جائے تو وہ اُسکو سستی قیمت سے دیدیگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ ذکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو اُس گھوڑے کے خریدنے سے منع کیا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو اُس گھوڑے کے خریدنے سے اِس لئے منع کیا کہ جو ایسا شخص ایسے گھوڑے کو عمرؓ کے پاس دیکھتا کہ اُسکو اُس گھوڑے کی خریداری کا حال معلوم نہ ہوتا تو وہ شخص یہ گمان کرتا کہ عمرؓ نے خیرات میں دیا ہوا گھوڑا پھر واپس لے لیا اور خیرات کی دی ہوئی چیز کا پھر واپس لینا حرام ہے جس کا ذکر اِس روایتہ کے آخر میں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ شبہ کی چیزوں کی مثال اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایسے شبہ کی چیزوں سے بچنا تقوے کی نشانی ہے۔ اِسی واسطے آخر آیتہ میں تقوے کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ حرام حلال کی پوری پابندی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کہتے ہیں۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ

اور مت کہاؤ مال اپنے درمیان اپنے ساتھ باطل کے اور مت پہنچ لیجاؤ اُن کو طرف حاکموں کی تو کہ کہاؤ ایک ٹکڑا

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ

مال اور لوگوں کے سے ساتھ گناہ کے اور تم جانتے ہو

اوپر کی آیتہ میں کہانے پینے کا ذکر تھا۔ اللہ تعالے نے اُس ذکر میں یہ قید

لگادی کہ اُن چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت ہے جن کو شریعت نے حلال کیا ہے ایک شخص دوسرے شخص کا مال ناجائز طریقہ سے ہرگز نہ کھاوے۔ ناجائز صورتیں یہی ہیں جیسے کسی کی امانت رکھکر مکر جاوے یا جوا کھیل کر کسیکا مال جیت لیوے۔ یا کسی کا کچھہ مال چرا لیوے۔ بعضی صورتیں خرید و فروخت کی بھی ایسی ہیں جو آیتہ کے حکم میں داخل ہیں۔ جیسے ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز خریدے اور اُس چیز پر پورا قبضہ کرنے سے پہلے کسی تیسرے شخص کے ہاتھ اُس چیز کو بیچ ڈالے اِس طرح کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔ جس کے ناجائز ہونے کا ذکر حکیم بن حزام کی ترمذی ابوداؤد نسائی، مسند امام احمد صحیح ابن حبان میں ہے۔ ترمذی اور ابن حبان نے اُس روایتہ کو صحیح کہا ہے۔ یا جیسے کسی شخص کے پاس باغ ہو اور وہ اپنے باغ کے پھل دار درختوں کے پھلوں کو پکنے سے پہلے بیچ ڈالے اسکی ممانعت صحیح بخاری اور مسلم کی عبداللہ بن عمر کی روایتہ میں ہے۔

عربی زبان میں اولار کنوئیں میں ڈول ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اب کنوئیں میں ڈول جس طرح پانی میں ڈوب کر چھپ جاتا ہے رشوت دینے والے حاکموں کو اسی طرح رشوت چھپا کر دیتے ہیں اسواسطے حاکموں کی رشوت کو کنوئیں میں ڈول ڈالنے کی تشبیہہ دیکر فرمایا کہ ناجائز مال کھانے کے جھگڑوں کو حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ حاکموں کو رشوت دیکر ان مالی جھگڑوں کے غلط فیصلے حاصل کرکے دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھا جاؤ۔

آخر آیتہ میں فرمایا کہ اگرچہ اُن جھوٹے جھگڑوں کو تمہارا دل جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں پھر بھی دُنیا کے لالچ سے جو کچھ تم کرتے ہو وہ بڑے وبال کی بات ہے۔ ترمذی ابوداؤد اور مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جنمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت کے دینے والے اور لینے والے دونوں کو اللہ تعالےٰ کی لعنت کے قابل فرمایا ہے۔ ابوہریرہؓ کی اس روایتہ کو ابن حبان نے صحیح اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اللہ کی لعنت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی لعنت کیا ہوا شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو ظاہر بات ہے کہ جو شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا وہ دوزخ میں جانیکے قابل ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں اُم سلمہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بشریت کے سبب سے جھوٹی گواہی پر یا کسی شخص کی چرب زبانی پر میں کسی کو ایسی چیز دلانے کا اگر فیصلہ کردوں گا جس چیز کا وہ شخص مستحق نہیں ہے تو یہ یاد رہے کہ اُس شخص کے لیئے قیامت کے دن وہ چیز آگ کا ٹکڑا ہے۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم کا ظاہر کا فیصلہ باطن کے ناحق کو حق نہیں کرتا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا

پوچھتے ہیں تجھکو چاند نکلنے کو کہ وہ وقت ہیں واسطے لوگوں کے اور واسطے حج کے اور نہیں بھلائی یہ کہ آؤ تم گھروں میں پیٹھ انکی سے

وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

لیکن بھلائی واسطے اُس شخص کے ہے کہ پرہیزگاری کرے اور آؤ گھروں میں دروازوں انکے سے اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے تو کہ تم فلاح پاؤ۔

تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض صحابہ نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ حضرت چاند کا یہ کیا حال ہو کہ شروع مہینہ میں بالکل پتلا ہوتا ہی پھر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہی۔ اور تیس کا چاند ہونے والا ہوتا ہے تو دو راتیں اور اونتیس کا چاند ہونے والا ہوتا ہے تو ایک رات بالکل نکلتا ہی نہیں۔ اسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی حاصل آیتہ کا یہ ہے کہ سورہ یونس اور سورہ یٰسین کی آیتوں کے موافق چاند کی اٹھائیس منزلیں اور بارہ برج مقرر ہیں اُن میں سے چاند جب ایک منزل طے کرتا ہے تو ایک رات ہوتی ہے اور پورے برج اور پوری منزل طے کرتا ہے تو ایک مہینہ ہوتا ہے۔ اور سب برجوں کے بارہ پھیرے جب کرلیتا ہے تو ایک سال ہوتا ہے۔ اِس مہینہ اور سال پر لوگوں کے دین و دنیا کے ہزاروں کام منحصر ہیں۔ جیسے لین۔ دین۔ عمر حیض و عدت موسم حج۔ چاند کی منزلیں اللہ تعالے نے اس حکمت سے مقرر کی ہیں کہ اول کی چودہ منزلوں میں چاند بڑھتا جاتا ہے اور آخر کی چودہ منزلوں میں گھٹتا جاتا ہے جس سے شروع مہینہ اور آخر مہینہ معلوم ہوسکتا ہے۔ سورہ توبہ میں آوے گا کہ اہل مکہ نے مہینوں کا اصل حساب چھوڑ کر ایک فرضی حساب ٹھیرا رکھا تھا جس سے سوا ذالحجہ کے اور کسی مہینہ میں حج کا موسم قرار دے لیتے تھے چاند کا اصلی حساب بتلا کر اللہ تعالے نے اُس فرضی حساب کو غلط ٹھیرا دیا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابی بکرہ سے روایت ہی

جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں
اہلِ مکہ کے اُس فرضی حساب کو بڑی تاکید سے موقوف کر دیا۔ ان ابی بکرہ کا
نام نفیع بن الحارث ہے۔ طائف میں اسلام لائے اور پھر بصرہ میں رہنے
لگے ۵۱ھ میں انکا انتقال ہوا۔ حدیث کی سب کتابوں میں ان سے روایتہ ہو
اہل اسلام میں مہینہ اور سال کا حساب جیسا صحیح ہے ایسا کسی قوم میں نہیں۔
کیونکہ اہلِ اسلام آنکھوں سے چاند دیکھکر مہینوں کا حساب کرتے ہیں اور پھر بارہ
مہینے کا سال قرار دیتے ہیں۔ اور قوموں کے مہینوں اور سال کے حساب میں
آنکھوں کے سامنے کی کوئی چیز نہیں ہے فقط حسابی عمل ہے جسمیں غلطی کا گمان
ہوسکتا ہے۔

صحیح بخاری مسلم ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں
انکا حاصل یہ ہے کہ قریش نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے چاند کے دو
ٹکڑے ہوجانیکا معجزہ چاہا اور اللہ تعالے کے حکم سے اُس معجزہ کا ظہور ہوگیا اس
حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ چاند
سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا معجزہ بھی متعلق ہے۔ صحیح
بخاری میں براء رضہ بن العازب سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام سے
پہلے اہل مکہ اور اُن کی دیکھا دیکھی اہل مدینہ نے یہ رسم ٹھیرا رکھی تھی کہ احرام باندھنے
کے بعد گھر کے دروازہ سے گھر میں نہیں جاتے تھے بلکہ یا تو گھر کی دیوار پر سیڑھی

لگا کر یا گھر کی پچھلی دیوار میں نقب لگا کر گھر میں جایا کرتے تھے۔ آخر آیتہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سے مسلمانوں کو منع کیا اور فرمایا کہ یہ کوئی نیک بات نہیں ہے نیک بات تو شریعت میں یہی ہے کہ جن باتوں کے کرنیکا شریعت میں حکم ہے اُن کو کرو اور جن باتوں سے بچنے کا حکم ہے اُن سے بچو کہ اسیکا نام تقوےٰ ہے اور قیامت کے دن جب تم اللہ کے سامنے جاؤ گے تو اسی تقوے کے سبب سے تمہاری نجات ہوگی۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

اور لڑو بیچ راہ اللہ تعالیٰ کے اُن لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور مت زیادتی کرو تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا زیادتی

ہجرت سے پہلے مسلمانوں کی جماعت کم تھی اس لئے مخالف اسلام لوگوں سے اسوقت تک مسلمانوں کو لڑنے کا حکم نہیں تھا۔ ہجرت کے بعد جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اہل مدینہ کے سبب سے مسلمانوں کی جماعت بڑھ گئی تو اس آیتہ میں لڑائی کا یہ حکم نازل ہوا۔ اس آیتہ میں یہ جو فرمایا کہ جو تم سے لڑیں اُن سے لڑو۔ عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق حافظ ابن کثیر نے اُس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ عورتیں بچے بڈھے جو تم سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں اُن سے نہ لڑو اور اُن کو نہ مارو۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے جو روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث سے

اُس مطلب کی پوری تائید ہوتی ہے۔ جو مطلب عبداللہؓ بن عباس کے قول کے
موافق حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ آخر آیتہ میں زیادتی کرنیکی
جو مانعت ہے اُس کا مطلب بھی اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے
کہ جب شریعت میں عورتوں اور بچوں کا قتل لڑائی میں منع ہے تو لڑائی کیوقت
عورتوں اور بچوں کا قتل کرنا ایسی زیادتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ چنانچہ
عبداللہؓ بن عمر کی حدیث جو اوپر گزر چکی اُسمیں ہے کہ ایک لڑائی میں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکہا کہ وہ قتل کی ہوئی مری ہوئی
پڑی تھی۔ یہ حال دیکہکر آپ بہت ناخوش ہوئے۔ بعضی تفسیروں میں یہ جو لکہا ہے
کہ لڑائی کے حکم کے بعد لڑائی کے حکم سے پہلے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ
وسلم کے مکہ کے قیام کے زمانہ میں مخالف اسلام لوگوں کی سختیوں سے
درگزر کرنے کی جتنی آتیں نازل ہوئی تہیں لڑائی کے حکم سے وہ سب آتیں
منسوخ ہیں۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ابوسعیدؓ خدری
سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایماندار شخص اگر کوئی بات خلاف شریعت
دیکھے اور ضعف اسلام کے سبب سے ہاتھہ پیر کی قوت سے اُس خلاف شریعت بات کو مٹانیکی طاقت
نہ ہو تو زبانی نصیحت سے کام لیوے اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہو کہ دل سے اس
خلاف شریعت بات کو بُرا جانے۔ اِس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے کہ ضعف
اسلام کے زمانہ میں درگزر کی آتیں ہمیشہ درگزر کے لائق ہیں۔ لڑائی کے
حکم سے منسوخ نہیں ہیں۔ کیونکہ منسوخ حکم کے موافق عمل کرنا کسی زمانہ

میں جائز نہیں ہے۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

اور مارڈالو تم اُن کو جہاں پاؤ اُن کو اور نکال دو اُن کو جہاں سے نکالدیا تم کو اور کفر سخت تر ہے خون سے

اوپر کی آیتہ میں صف بندی ہو کر دونو طرف سے ہتیار چلکر جو لڑائی ہوتی ہے اُسکا ذکر تھا جیسے بدر وغیرہ کی لڑائی اِس واسطے اوپر کی آیتہ میں وقاتلو فرمایا۔ جو دونوں طرف سے ہتیار چلنے کے معنے میں ہے اور اِس آیتہ میں ایسی لڑائی کا ذکر ہے کہ جس میں مخالف اسلام لوگوں کے کچھ آدمی کہیں مل جاویں تو اُنکو مار ڈالا جائے۔ اِس لیئے اِس آیتہ میں واقتلوہم فرمایا۔ یہ ایسی لڑائی ہے جیسے ابوسفیان کے قافلہ کے لوٹنے کے ارادہ سے مسلمانوں کا لشکر گیا تھا جسپر آخر کو بدر کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اِس قافلہ کے لوٹنے کے ارادہ کا قصہ بدر کی لڑائی کے قصہ میں تفصیل سے آوے گا۔ یہ جو فرمایا نکال دو اُن کو جہان سے اُنہوں نے تم کو نکالا۔ یہ فتح مکہ کی پیشین گوئی ہے۔ کیونکہ فتح مکہ کے وقت کچھ مشرک مارے گئے اور کچھ مکہ سے نکلکر نجران کو چلے گئے جس کا ذکر فتح مکہ میں آوے گا۔ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ حرم کی حد کے اندر کسیکو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ حرم کی حد کے اندر کسیکو قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے جس کو اللہ چاہے گا تو قیامت کے دن بغیر توبہ کے بھی معاف کر دیگا۔ لیکن تم لوگوں نے حرم کے اندر بت پرستی کا شرک جو پھیلا رکھا ہے یہ ایسا بڑا گناہ ہے کہ بغیر توبہ کے

قیامت کے دن کبھی معاف نہ ہوگا۔ سورۃ النساء میں اسکی تفصیل زیادہ آوے گی
صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ رضؓ بن عمر ابن العاص سے روایت ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ دین کی لڑائی میں شریک ہونے کے لئے جو لوگ اللہ کے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تو آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ
تم میں سے جس کسی کے ماں باپ زندہ ہوں تو وہ اُن کی خدمت کرے کہ اُسکی
یہی دین کی لڑائی ہے۔ حاصل مطلب اِس حدیث کا یہ ہے کہ دین کی لڑائی فرض
کفایہ ہے اور ماں باپ کی خدمت فرض عین ہے۔ فرض عین کو چھوڑ کر فرض کفایہ
میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ فرض کفایہ وہ ہے کہ بستی کے کچھ لوگ اُسکو
ادا کریں تو ساری بستی کے ذمہ سے وہ فرض ادا ہو جاتا ہے جیسے جنازہ کی نماز
اور فرض عین وہ ہے جو ہر شخص پر اُسکا ادا کرنا لازم ہے جیسے پانچوں وقت کی
نماز۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ آجکل ضعف اسلام کے
سبب سے دین کی لڑائی تو نہیں ہے مگر جس شخص کے ماں باپ زندہ ہوں اور
وہ عقبےٰ کے اجر کی [illegible] سے اُن کی خدمت کرے تو عقبےٰ میں اسکو بہت بڑا اجر ملیگا

وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ
اور مت لڑو اُن سے نزدیک مسجد حرام کے یہاں تک کہ لڑیں تم سے بیچ اسکے پس اگر لڑیں تم سے پس مارو
فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اُن کو ۔ اسی طرح سے ہے سزا کافروں کی ۔ پس اگر باز رہیں پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اوپر کی آیتوں میں عام طور پر دین کی لڑائی کا حکم تھا اِس آیتہ میں حرم کی حد کے اندر کی لڑائی کا اسطرح حکم ہے کہ حرم کی حد کے اندر کے رہنے والے مشرک لوگ اگر لڑائی کی ابتدا کریں تو اُن سے لڑو ورنہ حرم کی عزت اور حرمت میں خلل ڈالکر اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کرو۔ بعضے علماء نے یہ جو کہا ہے کہ سورہ توبہ کی آیتوں میں عام طور پر دین کی لڑائی کا جو حکم ہے اُس سے یہ آیتہ منسوخ ہے۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت صبح سے عصر تک اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حرم کی حد کے اندر لڑائی جاری رکھی اور پہر فرمایا اللہ تعالے نے اپنے رسول کو حرم کے اندر لڑائی کی جو اجازت دی تھی وہ اجازت کی مدت ختم ہو گئی۔ اب حرم کی حد کے اندر قیامت تک لڑائی حرام ہے۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب اِس آیتہ کا حکم قیامت تک باقی رہے گا تو پہر اس طرح کا حکم کسی دوسرے حکم سے کیونکر منسوخ ہو سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں عمروؓ بن العاص سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شرک سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو اللہ تعالے اُس شخص کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے اِس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ یہ حرم کے اندر رہنے والے مشرک جب تک شرک سے باز نہ آوینگے تو اُن کی یہی سزا ہے کہ اُن کو قتل کیا جاویگا اور جب اُن میں کا کوئی شخص شرک سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل

ہوگا تو اللہ تعالےٰ ایسا غفور رحیم ہے کہ وہ ایسے شخص کے سب پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا

اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے کفر اور ہووے دین واسطے اللہ کے پس اگر باز رہیں

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

پس نہیں زیادتی کرنا مگر اوپر ظالموں کے

تفسیر ابن جریر میں علی بن طلحہ کی سند سے عبداللہؓ بن عباس کا جو قول ہے اوس میں اونہوں نے فتنہ کی تفسیر شرک سے کی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں جو روایتیں ہیں اوسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک یہ مشرک لوگ شرک کو چھوڑ کر کلمہ گو نہ بن جاویں اوسوقت تک مجکو ان سے لڑنے کا حکم ہے اس حدیث سے عبداللہؓ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ جو اس حدیث کا مطلب ہے وہی مطلب عبداللہ بن عباس کے قول کا ہے جسکا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جب تک مشرک لوگ شرک کو چھوڑ کر کلمہ گو نہ بن جادیں اوسوقت تک ان سے لڑنا چاہیے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہؓ بن مسعودؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب سورۃ الانعام کی آیتہ الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم نازل ہوئی تو صحابہ نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب قیامت کے دن امن

اون ظالموں کو ملیگا جنکا ایمان ظلم وزیادتی کی آمیزش سے پاک ہوگا تو ہمارے لیئے

بڑی خرابی ہے کیونکہ ہم میں بہت لوگ ایسے ہیں جو اپنے غلام لونڈی پر کبھی کبھی ظلم

وزیادتی کر بیٹھتے ہیں اسپر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیتہ میں ظلم کے

معنے شرک کے ہیں۔ حاصل مطلب اسکا یہ ہے کہ ظلم کے معنے ناانصافی کے ہیں

اور جب اللہ تعالےٰ نے انسان کو انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔

تو اس سے بڑھکر اور کیا ناانصافی ہوسکتی ہے۔ کہ مشرک لوگ اللہ تعالےٰ کی تعظیم

اور عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ

ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ ان مشرکوں سے اوسوقت تک لڑائی ہے جبتک یہ شرک

کی ناانصافی میں گرفتار رہیں۔ پھر جب اُنھوں نے شرک سے توبہ کرلی تو ان کا

شمار ناانصافوں میں نہیں رہا اسلیئے اب ان سے لڑائی بھی نہیں رہی کیونکہ دین

کی لڑائی سے اللہ کے دین کا غلبہ جو مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا۔

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا

مہینہ حرمت والا بدلے مہینے حرمت والے کے ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے پس جو کوئی زیادتی کرے اوپر تمہارے پس زیادتی کرو

عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝

تم اوپر اُسکے مانند اسکے کہ زیادتی کی اوپر تمہارے اور ڈرو اللہ سے اور جانو یہ کہ اللہ تعالےٰ ساتھ پرہیزگاروں کے ہے۔

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی روایتوں سے صحیح بخاری اور مسند امام احمد میں

صلح حدیبیہ کا جو قصہ ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال ذیقعدہ کے

مہینہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کی نیت سے مکہ کا قصد کیا اور
مکہ کے قریب جو ایک جگہ حدیبیہ ہے وہاں جب آپ کا مقام ہوا تو مشرکین مکہ نے
وہاں آنکر آپ کو روکا پھر بڑے جھگڑے کے بعد صلح اس بات پر ہوئی کہ اس سال
تو آپ بغیر عمرہ کے مدینہ کو واپس چلے جاویں اور آیندہ پھر آنکر عمرہ کریں۔ اس صلح کا
نام صلح حدیبیہ ہے۔ اس صلح کی زیادہ تفصیل سورہ انا فتحنا میں آویگی۔ اب اس صلح
کے موافق خیبر کی لڑائی سے واپس آنے کے بعد ۷ھ ہجری میں جب آپ نے عمرہ
کے ارادہ سے مکہ کے سفر کی تیاری کی تو صحابہ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ مشرکین
مکہ نے اگر صلح کو قائم نہ رکھا اور اسپر لڑائی پیش آئی تو یہ لڑائی ذیقعدہ میں ہوگی جس
لڑائی میں خرابی یہ ہے کہ رجب ذیقعدہ ذیحجہ محرم ان چاروں مہینوں میں لڑائی منع
ہے۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ صلح حدیبیہ
کے وقت جب یہ مشرک تم سے اس ذیقعدہ کے مہینہ میں خفیف سی لڑائی لڑکر تم کو
عمرہ سے روک چکے ہیں جس سے اُنھوں نے اس مہینہ کی حُرمت تمھارے احرام کی
حُرمت اور حرم کی حُرمت کو قائم نہیں رکھا تو اُسکے بدلہ کے طور پر اگر اس مہینہ میں
تم لڑوگے تو کچھ اندیشہ کی بات نہیں ہے مگر اتنا کرنا کہ جسقدر تم پر کسی کی طرف سے
زیادتی ہو اتنا ہی اُس سے بدلہ لینا بدلہ کی حد سے بڑھکر زیادتی سے پرہیز کرنا کہ
اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب الشروط میں یہ تفصیل
موجود ہے کہ مسود بن مخزمہ اور مروان بن الحکم نے حضرت علیؓ عمرؓ عثمانؓ مغیرہ بن شعبہؓ

اور بہت سے صحابہ سے سُنکر یہ روایتہ کی ہے اسلئے بعضے علماء نے مسور بن مخرمہ کے صحابی نہ ہونے کا اور مروان کے حدیبیہ کے سفر میں موجود نہ ہونیکا شبہ جو پیدا کیا ہے۔ وہ شبہ امام بخاری کی تفصیل سے رفع ہو جاتا ہے نووی اور حافظ ابن کثیر نے یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ مسور بن مخرمہ صحابی ہیں اونھوں نے بہت سی حدیثیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

اور خرچ کرو بیچ راہ اللہ تعالیٰ کے اور مت ڈالو ہاتھوں اپنے کو طرف ہلاکت کی اور نیکی کرو تحقیق اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیکی کرنیوالوں کو

صحیح بخاری میں حذیفہ بن ایمان کی روایتہ سے مختصر طور پر جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی گئی ہے اوسکی تفصیل ابو ایوب انصاری کی روایتہ میں ہے۔ جس کو ترمذی ابو داؤد نسائی ابن حبان حاکم وغیرہ نے روایتہ کیا ہے حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کیا ہے۔ اس روایتہ میں ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ جب ہم انصار لوگ چند لڑائیاں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں لڑ چکے تو ایک دن ہم لوگوں نے خفیہ یہ مشورہ کیا کہ اگر ہم لوگ اب چند لڑائیوں میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاویں تو مدتوں گھر سے باہر رہنے میں طرح طرح کے غیر معمولی خرچ جو پڑے ہیں اون سے ہلکے ہو جانے کی صورت نکل سکتی ہے۔ اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا اسطرح کے اللہ کی راہ کے خرچ سے ہاتھ کو روکنا آدمی کو

ہلاکت میں ڈالدیتا ہے۔ کیونکہ دس سے لیکر سات سو تک کے ثواب سے عقبےٰ میں ایسا شخص جدا محروم رہتا ہے اور دنیا میں ایسے وسوسوں سے قسمت سے زیادہ ایسے آدمی کو کچھ نہیں مل جاتا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں جو چند روایتیں ہیں اُنمیں نیک عمل کے دس سے لیکر سات سو تک کے اجر کا ذکر تفصیل سے ہے۔ پھر فرمایا ایسے بُرے وسوسوں سے آیندہ بچو اور جہاں تک ہو سکے نیکی کرو اور یاد رکھو کہ اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے

صحیح بخاری اور مسلم میں زیدؓ بن خالد سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی دین کی لڑائی پر جانے والے شخص کی کچھ مدد لڑائی کے سامان میں کرے گا تو اُسکو بھی لڑائی پر جانے والے شخص کی برابر اجر ملیگا۔ اِس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عذر کے سبب سے دین کی لڑائی پر نہ جا سکے تو اُسکو چاہیئے کہ لڑائی پر جانے والوں کی کچھ مدد لڑائی کے سامان میں کر دے تاکہ اُسکو بھی دین کی لڑائی میں شریک ہونے کا ثواب مل جاوے۔ یہ زیدؓ بن خالد جہنی قبیلہ جہنیہ میں کے ہیں صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے لشکر اسلام میں یہ شریک تھے۔ صحیح بخاری مسلم اور حدیث کی اور کتابوں میں ان سے روایتیں ہیں۔ احسان کے معنے ایک تو کسی کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کے ہیں جس طرح سورۃ القصص میں قارون کی قوم نے قارون کو نصیحت کے طور پر کہا احسن کما احسن اللہ الیک جس کا مطلب یہ ہے کہ :

قارون جس طرح اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے کہ تجھکو بے انتہا دولت اور خوشحالی دی ہے اسی طرح تجھکو بھی چاہیئے کہ تو اللہ کی مخلوقات کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہا کر اور ایک معنے احسان کے نیک عمل میں بھلائی اور خوبی پیدا کرنے کے ہیں۔ نیک عمل میں بھلائی اور خوبی پیدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ نیک عمل کرتے وقت انسان یہ جانے کہ میں اللہ کے روبرو کھڑا ہو کر اللہ کو دیکھ رہا ہوں اور اگر یہ مرتبہ انسان میں نہ ہو تو کم سے کم اتنا تو ضرور جانے کہ اللہ تعالےٰ اسکو دیکھ رہا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کی وہ روایت جسمیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک عرب کی صورت میں آن کر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے دین کی کئی باتیں پوچھی ہیں۔ اُس روایتہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب احسان کے معنے پوچھے ہیں تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے احسان کے یہی آخری معنے بتائے ہیں۔ آیتہ میں بھی احسان کے یہی معنے ہیں کہ اے مسلمانوں خالص عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے نیک عمل کرو کہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے قیامت کے دن ایک ایسی خالص نیت کی نیکی کا جب وہ سات سوگنا ثواب دیگا اُسوقت تم کو اللہ تعالےٰ کی محبت کی قدر معلوم ہوگی۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط

اور پورا کرو حج کو اور عمرے کو واسطے اللہ تعالیٰ کے

اگرچہ بعضے مفسروں کا قول ہے کہ اسی آیتہ سے حج فرض ہوا ہے۔ لیکن جمہور

مفسرین کا قول یہ ہے کہ سورہ آل عمران کی آیۃ وللہ علی الناس حج البیت سے
حج فرض ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ جس وقت
آدمی کے پاس سفر حج کے قابل خرچ موجود ہو جاوے تو فی الفور اُسی وقت اُس پہ
حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام شافعی امام محمد اور امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ جب سنہ ۶
میں حج فرض ہوا اور سنہ ۱۰ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا
تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سفر حج کا خرچ موجود ہوتے ہوئے فی الفور
حج فرض نہیں ہوتا۔ بعضی روایتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ سفر کا خرچ موجود ہوتے ہوئے
بلا عذر جو شخص حج کو نہ جاوے گا تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے گا۔ اگرچہ ان
روایتوں کے صحیح ہونے میں علما کو طرح طرح سے کلام ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اس کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر ان وا قعوں کو
صحیح بھی مانا جاوے تو یہ روایتیں اُن لوگوں کی شان میں ہیں جو سفر حج کے چھوڑ دینے کو حلال جانتے
ہیں سنہ ۶ میں حج کے فرض ہو جانے کے بعد سنہ ۱۰ میں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا
اس سے حافظ ابن حجر کے فیصلہ کی پوری تائید ہوتی ہے۔ اس آیتہ میں حج اور عمرہ کا ذکر ایک ساتھ
ہے۔ اس سے اگرچہ بعضے علماء کا یہ مذہب ہے کہ عمرہ فرض ہے لیکن سورۂ آل
عمران کی جس آیتہ سے حج فرض ہوا ہے اس میں عمرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح
حضرت عمرؓ کی صحیح مسلم کی روایتہ جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک عرب
کی صورت میں آن کر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے
نماز روزہ زکوٰۃ کے ساتھ فقط حج کا ذکر کیا ہے۔ عمرہ کا ذکر نہیں صحیح
بخاری اور

مسلم میں عبدؓ اللہ بن عمر سے جو روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے اسلام کی بنیاد پانچ باتوں کو بتایا ہے اوسمیں بھی فقط حج کا ذکر ہے۔ اس سے
یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ فرض نہیں ہے سنت ہے۔ حاصل کلام یہ ہی
کہ اس آیتہ میں عمرہ کے فرض ہونے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس آیتہ میں یہ حکم ہے
کہ حج اور شروع کرنے کے بعد عمرہ کو پورے ارکان کے ساتھ ادا کیا جاوے۔
ارکان حج کے پانچ ہیں۔ احرام باندہنا طواف کرنا عرفات میں جاکر وقت مقررہ
پر ٹھیرنا صفامروہ کا دوڑنا۔ سر کے بال منڈوانا یا بال کتروانا۔ عورت کو فقط سر کے
کچھ بال کتروانا۔ عمرہ میں عرفات میں جاکر ٹھیرنا نہیں ہے باقی کے چار رکن ہیں۔ صحیح
ابن خزیمہ میں اور بغیر سند کے صحیح بخاری میں عبدؓ اللہ بن عباس سے روایتہ ہے
جسمیں وہ فرماتے ہیں سنت یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندہا جاوے۔
سنت کے لفظ کے ساتھ صحابہ جو روایتہ کریں اصول حدیث کے موافق وہ روایتہ
حدیث نبوی کے حکم میں ہوتی ہے۔ دارقطنی میں اور بغیر سند کے بخاری میں عبداللہ بن عمر سے
روایتہ ہے کہ حج کے مہینے شوال سے شروع ہو کر دسوین ذیحجہ تک ہوتے ہیں۔
اسلام سے پہلے اہل مکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کو اچھا نہیں جانتے تھے اسواسطے
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ذیعقدہ کے مہینہ میں عمرہ کرکے اہل مکہ کی
اس رسم کو مٹایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرہ
کرنے کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی روایتوں میں ہے۔ احرام یہ ہے

کہ حج یا عمرہ کے سنت شروع کرنے کی نیت کرے اور زبان سے لبیک کہے اس کے بعد اپنی بیوی سے صحبت کرنا سرکا ڈھانکنا خوشبو کا ملنا ناخن کتروانا خشکار کھیلنا سر کے بالوں کا منڈانا یا کتروانا مرد کو سیا ہوا کپڑا پہنا عورت کو موںھہ پر کپڑا اڑانا یہ باتیں حرام ہو جاتی ہیں۔

ہر بستی کے لئے احرام باندھنے کی جگہ مقرر ہے۔ اہل ہند کے لئے احرام کی جگہ یلملم پہاڑ ہے جو مکہ سے دو منزل ہے۔ صحیح مسلم ابن ماجہ ابوداؤد وغیرہ میں جو حضرت عائشہ کی روایۃ ہے اوسمیں ہر ایک بستی کے احرام کی جگہ کا ذکر تفصیل سے ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں امت کے لوگوں کو نکاح کرنے نکاح کا وکیل بننے نکاح کا پیغام بھیجنے ان سب باتوں سے منع کیا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہے جسمیں یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں میمونہؓ سے نکاح کیا۔ ان مختلف روایتوں کا فیصلہ علماء نے یہی کیا ہے کہ امت کے لوگوں کو حالت احرام میں وہ سب باتیں منع ہیں جنکا ذکر حضرت عثمانؓ کی روایۃ میں ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا حالت احرام میں میمونہؓ سے نکاح کرنے کا جو ذکر ہے وہ اسطرح اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے جسطرح چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں لانا آپ کی

خصوصیات میں سے ہے میمونہ رض حضرت عباس رض کی سالی بیوہ ہوگئی تھیں ان کے پہلے خاوند کا نام ابی رہم تھا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رض سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی ضباعہ کے پاس تشریف لائے ضباعہ نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا ارادہ حج کا ہے لیکن مجھکو بیماری کا دورہ ہوا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ تم اس شرط سے حج کا سفر کرو کہ جہاں بیماری کا دورہ ہوگا وہیں رک جاؤنگی۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جس شخص کو کسی بیماری کا دورہ ہوتا ہو وہ کس شرط سے حج کا سفر اختیار کرے۔ آگے کی آیتوں میں آویگا کہ جو شخص حج کے سفر کا ارادہ کرکے راستہ میں کسی عذر سے رک جاوے تو مقدور کے موافق قربانی کرے۔ احرام کے بعد کسی شخص کے سر میں جوئیں پڑجاویں تو وہ سر کے بال منڈا کر اسکے بدلہ میں ایک بکری کی قربانی کرے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلاوے یا تین روزے رکھے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سفر میں ایک صحابی کعب رض بن عجرہ کے سر میں جوئیں پڑگئی تھیں اوپر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا جسکا ذکر اوپر کیا گیا۔ یہ کعب رض بن عجرہ مدنی صحابہ میں بڑے صاحب روایتہ صحابی ہیں عبد اللہ رض بن عباس اور عبد اللہ رض بن عمر نے ان سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔ صحیح بخاری میں انس رض بن مالک سے اور صحیح مسلم میں جابر رض سے جو روایتیں ہیں۔ ان میں ہے کہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم بغیر احرام کے مکہ میں

داخل ہوئے۔ اس سے اکثر علمانے یہ بات نکالی ہے کہ حج اور عمرہ کی نیت سے سوا اور کسی کام کی نیت سے کوئی شخص حد حرم کے اندر جاوے تو اسکو احرام کی ضرورت نہیں حج میں تین طواف ہیں پہلا طواف قدوم کا طواف کہلاتا ہے۔ قدوم سفر سے آنے کو کہتے ہیں۔ سفر حج سے مکہ میں آگے ہی حج کی عبادت یا عمرہ کی عبادت پہلے پہل اسی طواف سے شروع ہوتی ہے اسلئے اس کو طواف قدوم کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو اسی طواف قدوم سے شروع کیا۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ حج اور عمرہ کی عبادت اسی طواف قدوم سے شروع ہوتی ہے۔ طواف حجر اسود سے اس طرح شروع ہوتا ہے کہ حجر اسود کو ہاتھ لگا کر اور ہاتھ کو بوسہ دیکر اور حجر اسود کے پاس آدمیوں کی بھیڑ نہ ہو تو خود حجر اسود کو بوسہ دیکر طواف اس طرح شروع کرے کہ بیت اللہ کو بائیں ہاتھ کی طرف رکھ کر بیت اللہ کے گرداگرد ساتھ دفعہ پھرے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حیض والی عورت کو طواف منع ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ سے جو روایتہ ہے اوس میں طواف کی یہ صورت تفصیل سے ہے۔

یہ اوپر گزر چکا ہے کہ سنہ ۶ھ میں جو صلح حدیبیہ ہوئی اوس میں یہ بات ٹھیری تھی کہ اب سنہ ۶ھ میں تو اللہ کے رسول اور انکے ساتھی مدینہ کو واپس جاویں

اور سنہ ۷ھ میں پھر آنکر سنہ ۶ھ کے عمرہ کی قضا ادا کریں اسکے موافق سنہ ۷ھ میں
جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عمرۃ القضا کے ارادہ سے مکہ کو
واپس آئے تو مشرکین مکہ نے صحابہ کو دیکھکر یہ کہا کہ مدینہ کے بخار نے ان لوگوں
کو بالکل کمزور کر دیا اب یہ لوگ لڑنے کے قابل نہیں رہے۔ مشرکین مکہ کی یہ بات
سُنکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ اس عمرۃ القضا کے
طواف میں سات پھیرے یوں کئے جاویں کہ اول کے تین پھیروں میں دوڑ کر چلنا
چاہیے تاکہ ان مشرکین کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ مدینہ کے بخار نے تم کو کچھ بھی
کمزور نہیں کیا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عباس سے جو روایت ہے اسمیں
یہ قصہ تفصیل سے ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس قصہ کے بعد سے اب سنت یہ ہے
کہ طواف کے سات پھیروں میں اول کے تین پھیرے دوڑ کر کئے جاویں اور باقی کے
چار پھیرے معمولی چال سے۔ عورتوں کے طواف میں یہ بات نہیں ہے ان کے
ساتوں پھیرے معمولی چال کے ہیں جمہور علماء کے نزدیک اگر یہ طواف
قدوم ترک ہو جاوے تو اسکے بدلہ میں قربانی لازم نہیں ہے۔ وہ طواف جو باقی
رہے اُن کا ذکر آگے آتا ہے طواف کے بعد صفا اور مروہ پر جا کر سات دفعہ دوڑے
صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے
اُس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا طواف قدوم کے بعد صفا مروہ
کے دوڑنے کا ذکر ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک صفا مروہ کا دوڑنا حج کا رکن ہے

صحیح بخاری اور مسلم میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صفا اور مروہ کے سات پھیرے دوڑنے کا جو ذکر ہے بعضے علمائے شافعیہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانے اور پھر مروہ سے صفا تک پلٹ کر آنے سے ایک پھیرا ہوتا ہے۔ لیکن اسکو امام نووی نے اپنی کتاب الایضاح میں غلط ٹھیرایا ہے اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اسی کو ثابت کیا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانے میں ایک پھیرا ہوتا ہے اور مروہ سے صفا تک آنے میں دوسرا پھیرا ہوتا ہے۔ جس شخص نے عمرہ کی نیت سے احرام باندھا تھا وہ صفا مروہ کے دوڑنے کے بعد حجامت بنوا کر یا بال کترواکر احرام کھول ڈالے۔ کیونکہ طواف قدوم صفا مروہ اور حجامت بنوانے یا بال کتروانے کے بعد اسکا عمرہ پورا ہو گیا۔

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

پس اگر بند کئے جاؤ تم پس جو کچھ میسر ہو قربانی سے

اس آیۃ میں یہ حکم ہے جو شخص احرام کے بعد کسی دشمن کے روکنے یا کسی بیماری کے سبب سے مکہ کو نہ پہنچ سکے تو ایسا شخص مقدور کے موافق قربانی کرے۔ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قربانی حد حرم کے اندر ہونی چاہیئے یا حد حرم کے باہر بھی یہ قربانی ہو سکتی ہے۔ لیکن مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم کی صحیح بخاری کی روایتہ جو اوپر گزر چکی ہے کہ حدیبیہ کا صلحنامہ جب لکھا جا چکا تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وہیں حدیبیہ کے مقام میں قربانی کی۔ بعضے علماء یہ جو کہتے ہیں کہ حدیبیہ کا

کچھ حصہ حد حرم کے اندر ہے اِسکا جواب اور علمار نے یہ دیا ہے کہ جس جگہ پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی تھی وہ حد حرم کے باہر ہے۔

اِسی طرح بعضے علمار یہ جو کہتے ہیں کہ آیتہ میں فقط دشمن کے روکنے کا ذکر ہے کیونکہ آیتہ اُس وقت نازل ہوئی ہے جب دشمن سے مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو روکا تھا اس کا جواب اور علمار نے یہ دیا ہے۔ کہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ کی جو روایتہ ہے اُس سے بیماری بھی آیتہ کے حکم میں داخل ہے۔ یہ حضرت عائشہؓ کی وہی روایتہ ہے جس میں زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی ضباعہ کا قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضباعہ نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میرا ارادہ حج کا ہے لیکن مجھکو بیماری کا دورہ کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ضباعہ سے فرمایا کہ تم اِس شرط سے حج کا سفر کرو کہ جہاں بیماری کا دورہ ہوگا میں وہیں ٹھیر جاؤں گی اِس حدیث سے اُن علمار کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ بیماری آیتہ کے حکم میں داخل ہے کیونکہ یہ حدیث آیتہ کی تفسیر ہے۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

اور مت منڈاو اپنے سروں کو یہانتک کہ پہنچے قربانی جگہ حلال ہونے اپنی کے

اوپر کی آیتہ میں قربانی کا جو حکم تھا اس آیتہ میں اسکا موقع جتلانے کے لیے فرمایا کہ

اے مسلمانوں اس وقت تک حجامت نہ بنوانا جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر پہنچکر ذبح نہ ہو جاوے۔ صحیح بخاری میں عبداللہؓ بن عباس سے جو حتی یبلغ الہدی محلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ قربانی کا جانور اگر حرم میں بھیجا جا سکتا ہو تو وہاں بھیجدیا جاوے۔ اور جبتک وہ جانور حرم میں جا کر ذبح نہ ہو جاوے اُس وقت تک احرام قائم رکھا جاوے اور اگر قربانی کا جانور حرم میں نہ بھیجا جا سکتا ہو تو قربانی کرنے والا شخص جس جگہ پر روکا گیا ہو وہیں قربانی کرے۔

صحیح بخاری ابوداؤد اور مسند امام احمد میں مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں پہلے قربانی کی اور پھر حجامت بنوائی۔ یہ حدیث آیتہ کی عملی تفسیر ہے۔ کیونکہ آیتہ میں جو حکم تھا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے موافق عمل کر کے اُمت کو وہ حکم سمجھا دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر قربانی کے جانور کا حرم میں بھیجنا ممکن نہ ہو تو قربانی کرنے والا شخص جہاں رُکا ہے حجامت بنوانے سے پہلے وہیں قربانی کرے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ

پس جو کوئی ہو تم میں سے بیمار یا اُسکو ایذا ہو سر اسکے سے پس بدلا ہے روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے

اس آیتہ میں یہ حکم ہے کہ احرام کے بعد اگر کوئی شخص سفر کے راستہ میں بیمار ہو جاوے یا اُسکے سر میں جوئیں پڑ جائیں تو وہ شخص احرام کھولڈالے۔ آیتہ میں تو اس احرام

کے کھولڈالنے کے بدلہ کا ذکر مختصر طور پر ہے لیکن صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی

ابن ماجہ وغیرہ میں کعبؓ بن عجرہ صحابی کے سر میں جوئیں پڑ جانیکا جو قصہ ہے اوسمیں

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص ایک بکری کی قربانی

کرے اور اگر قربانی کا مقدور نہو تو تین روزے رکھے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلاوے

حاصل کلام یہ ہے کہ آیۃ میں احرام کھولڈالنے کے بدلہ کا ذکر مختصر طور پر جو تھا۔

یہ حدیث اسکی تفسیر ہے۔

فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

پس جب امن میں ہو تم پس جو کوئی فائدہ اٹھاوے عمرہ سے ساتھ حج کے پس جو کچھ میسر ہو قربانی سے

صحیح بخاری اور مسلم میں جابرؓ اور عائشہؓ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے

کہ حجۃ الوداع کیوقت ہم سب صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور چوتھی ذیحجہ کو مکہ میں

پونہچکر جب ہم طواف قدوم اور صفا مروہ کے دوڑنے سے فراغت پاچکے تو اللہ کے

رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کے پاس قربانی کے جانور

ہوں وہ تو دسویں ذیحجہ تک قربانی کے ذبح ہوجانے کا انتظار کرے اور باقی کے

سب لوگ اس حج کے احرام کو عمرہ کا احرام ٹھیرا کر احرام کھولڈالیں اور ایک بکری

کی قربانی کریں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے موافق جن لوگوں

کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے اونہوں نے احرام کھولڈالا اور ایک بکری

کی قربانی کردی اور آٹھویں ذیحجہ کو پھر حج کا احرام باندھا۔

یہ روایتیں آیۃ کی تفسیر میں جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص حج کا احرام باندھکر
آٹھویں ذیحجہ سے پہلے مکہ میں پونہچ جاوے اور دسویں ذیحجہ کی قربانی کے ارادہ سے
اوسنے قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لے ہوں تو وہ حج کے احرام کو عمرہ کا احرام ٹہراکر
آٹھویں ذیحجہ تک طواف قدوم اور صفا مروہ کے دوڑنے کے بعد آٹھویں ذیحجہ
تک احرام کھولڈالے اور حج کے احرام کو عمرہ کا احرام ٹہیرانیکا فائدہ جو اوسنے
حاصل کیا ہے اوس فائدہ کے بدلہ میں ایک بکری کی قربانی کرے۔ حج کی اس قسم
کو تمتع کہتے ہیں جسکے معنے عمرہ سے فائدہ حاصل کرنے کے ہیں۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

پس جو کوئی نہ پاوے پس روزے تین دن کے بیچ حج کے اور سات روزے جب پھرو تم یہ دس ہوئے پورے

اوپر کی آیۃ میں قربانی کا حکم تہا اس آیۃ میں یہ حکم ہے کہ جو شخص قربانی کا مقدور
نہ رکھتا ہو وہ دس روزے اسطرح رکھے کہ تین روزے مکہ میں رہنے تک رکھے
اور سات روزے سفر حج کے پھر جانے کے وقت رکھے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں
جو روایتیں ہیں اونمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کی تفسیر یہ فرمائی
کہ اس طرح کا آدمی سفر حج سے پھر کر جب اپنے گھر اپنے بال بچوں میں پونہچ جاوے
اوسوقت سات روزے رکھے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تفسیر سے
یہ بات اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے کہ آیۃ میں اذا رجعتم مختصر طور پر جو ہے اوسکا
مطلب یہ ہے کہ جب آدمی سفر حج سے پھر کر اپنے بال بچوں میں پونہچ جاوے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط

یہ واسطے اس شخص کے ہے کہ نہ ہوا ہل اسکے رہنے والے مسجد حرام کے

اوپر شروع آیتہ میں عمرہ سے فائدہ اوٹھانے اور حج کے احرام کو عمرہ سے بدلنے کا جو حکم تھا آیتہ کے اس ٹکڑے میں اوس حکم کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ یہ حکم فقط اُن حاجیوں کے لیے ہے جو دُور دُور سے احرام باندھکر آٹھویں ذیحجہ سے پہلے مکّہ میں پہونچ جاتے ہیں اور آٹھویں ذیحجہ تک احرام کی حالت میں رہکر تکلیف اوٹھاتے ہیں حرم کی حد کے اندر کے رہنے والے لوگ پہلے ہی سے آٹھویں ذیحجہ کو احرام باندھتے ہیں اسلئے انکو اس حکم سے کچھ فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ صحیح بخاری اور مسلم کی جابرؓ اور عائشہؓ کی روایتوں کے حوالہ سے حرم کے اندر کے آٹھویں ذیحجہ کے احرام کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ صحیح مسلم ابوداؤد اور مسند امام احمد میں انسؓ بن مالک سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ دسویں ذیحجہ کو جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم عرفات سے منیٰ میں آئے تو آپ نے پہلے قربانی کی اور پھر حجامت بنواکر احرام کھول ڈالا۔ ان روایتوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ حرم کی حد کے اندر کے لوگوں کا احرام تیسرے دن کھل جاتا ہے اسلئے اونکو حج کا احرام عمرہ کے احرام سے بدلنے کی ضرورت نہیں اسواسطے آیتہ کے اس ٹکڑے میں یہ حکم ہے کہ عمرہ سے فائدہ اٹھانے کا اور حج کے احرام کو عمرہ کے احرام سے بدلنے کا حکم اون حاجیوں کے لئے ہے جو دُور دُور سے احرام باندھکر

آٹھویں ذیحجہ سے پہلے مکہ میں پونہچ جاتے ہیں اور آٹھویں ذیحجہ تک احرام کی حالت میں رہکر تکلیف اُٹھاتے ہیں۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جانو یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنیوالا ہے۔

اس آیتہ میں یہ حکم ہے کہ حج کے باب میں جو احکام نازل ہوئے ہیں اونکے مخالف عمل کرنے سے ہر مسلمان کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے نافرمان لوگوں کیلیئے جو عذاب ٹھیرایا ہے وہ بہت سخت ہے۔ صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا ہے کہ دوزخ کے عذاب کی سختی کا جو حال مجھکو معلوم ہے اگر وہ حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو وہ ہنسنا چھوڑدیں اور ہر وقت رویا کریں۔ یہ حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتہ میں دوزخ کے عذاب کی سختی کا حال جو مختصر طور پر ہے اوسکی تفسیر اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے۔ کعبہ کی عمارت جو ابراہیم علیہ السلام نے بنائی تھی جسکا ذکر قرآن میں ہے اوس عمارت کے مرمت طلب ہو جانے سے قوم عمالقہ نے پھر قوم جرہم نے پھر قصی بن کلاب نے پھر قریش نے پھر عبد اللہؓ بن زبیر نے پھر عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج نے یہ عمارت بنائی جو ابتک موجود ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی عمارت بنائی تھی تو حضرت عبد اللہؓ بن عباس کے

قول کے موافق جو قسطلانی میں ہے جبرئیل علیہ السلام کے بتانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے گرداگرد حرم کی حد بھی قائم کر کے پتھر گاڑ دیئے تھے پھر اسمٰعیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد اون پتھروں کی پھر قصی بن کلاب نے پھر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عمرؓ نے پھر معاویہ نے پھر سب سے آخر میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج نے تعمیر کعبہ کے وقت ان پتھروں کو مضبوط کیا وہی پتھر اب تک موجود ہیں۔ انہی پتھروں کو حرم کی حد اور ان پتھروں کی اندر کی زمین کو حرم کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے مکہ کو آتے وقت جب مکہ چار میل رہجاتا ہے تو حرم کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ یمن سے مکہ آتے وقت مکہ سے چھ میل پر۔ جعرانہ سے مکہ آتے وقت مکہ سے نو میل پر۔ طائف سے مکہ کو آتے وقت مکہ سے آٹھ میل پر۔ جدہ سے مکہ کو جاتے وقت مکہ سے دس میل پر حرم کی حد کے پتھر گڑے ہوئے ہیں۔ حرم کی حد کے اندر نہ کسی کو قتل کیا جاتا ہے نہ وہاں کوئی پیڑ کاٹا جاتا ہے نہ کسی جانور کا شکار کھیلا جاتا ہے نہ گھانس کاٹی جاتی ہے قسطلانی شرح صحیح بخاری میں حرم کی حد اور حرم کی تفصیل زیادہ ہے۔ مدینہ منورہ کے گرداگرد بارہ میل کے گھیرے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ کے حرم کی حد ٹھیرائی ہے۔ مدینہ کے گرداگرد کالے پتھروں کی زمین ہے جسکو لابہ کہتے ہیں وہی مدینہ منورہ کے حرم کی حد ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ اور مسلم میں جابرؓ سے روایتیں ہیں جنمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مدینہ منورہ کے دونوں طرف کالے پتھروں کی درمیان کی زمین کو میں مدینہ منورہ کے حرم کی حد اسی طرح ٹھہراتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے حرم کی حد ٹھہرائی ہے۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ مکہ کی حرم کی حد کے اندر کا جو حکم ہے وہی مدینہ کا ہے۔ سورۂ محمد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کے لوگوں کو ایک غیب کی خبر سے آگاہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگو تم کو کبھی دولت اور حکومت مل جاوے تو تم سے یہ بات بھی کچھ دور نہیں ہے کہ تم اللہ کے ملک میں طرح طرح کے فساد ڈالدو۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عمرو بن عوف انصاری سے جو روایت ہے اسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ محمد کی اُس آیت کی تفسیر کے طور پر جو فرمایا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ مجھکو اپنی امت کی تنگدستی کے زمانہ کا کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ بڑا اندیشہ تو اُن کے اُس زمانہ کا ہے کہ جب اُن کو پچھلی امتوں کی طرح دولت اور حکومت ملیگی تو اُنمیں طرح طرح کے فساد کھڑے ہوجاوینگے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سچا ہے یزید اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں اس غیب کی خبر کا ظہور اس طرح ہوا کہ مکہ اور مدینہ کے گرد اگرد جو حرم کی زمین ہے اُسکی عزت اور حرمت کا تو کیا ذکر ہے خود مکہ اور مدینہ کی عزت اور حرمت بھی اس زمانہ میں بالکل اٹھ گئی جس کا پورا قصہ تو تاریخ الخلفاء کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے مگر اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد پہلے تو

اہل مدینہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ لیکن پھر اُسکی طرح طرح کی بداعمالی کا حال سنکر وہ بیعت غلط ٹھیرادی اور عبداللہؓ بن زبیر نے پہلے ہی سے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور امن کے خیال سے مکہ میں جاکر رہنے لگے۔

یزید نے اہل مدینہ اور عبداللہؓ بن زبیر کا جب یہ حال سُنا تو بہت بڑا لشکر مدینہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ پہلے اہل مدینہ پر حملہ کرنا اور مدینہ کے قبضہ میں آجانے کے بعد مکہ جاکر عبداللہؓ بن زبیر پر چڑھائی کرنا۔ مدینہ میں اس لشکر اور اہل مدینہ سے سخت لڑائی ہوئی۔ قریش اور انصار کے تین سو چھ آدمی قتل ہوئے۔ مدینہ خوب لوٹا گیا۔ اہل مدینہ کی ایک ہزار کے قریب ناکتخدا لڑکیوں کی پاکدامنی خاک میں مل گئی۔ مدینہ جب یزید کے قبضہ میں آگیا تو یزید کا لشکر مکہ کو گیا اور عبداللہؓ بن زبیر سے لڑائی شروع ہوئی۔ ابھی یہ لڑائی جاری تھی کہ یزید کا انتقال ہوگیا۔ یزید کے انتقال کے بعد یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کی خلافت پر بیعت ہوئی اور چالیس دن میں اُس کا بھی انتقال ہوگیا۔ اسکے بعد یزید کے خاندان میں سے خلافت نکلکر مروانیوں میں آئی۔ اور عبدالملک بن مروان کی خلافت قائم ہوئی۔ عبدالملک نے چالیس ہزار کا لشکر حجاج کو دے کر عبداللہؓ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے مکہ کو بھیجا۔ یہ لڑائی بھی سخت ہوئی۔ کعبہ کی چھت جل گئی۔ پردہ جل گیا۔ آخر ایک نہایت سخت گھیرے کے بعد عبداللہؓ بن زبیر شہید ہوئے۔ اور مکہ عبدالملک کی فوج کے قبضہ میں آگیا۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

حج کے مہینے ہیں معلوم پس جو کوئی مقرر کرے بیچ اُنکے حج پس نہ رغبت کرنا طرف عورتوں کے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا بیچ حج کے

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ

اور جو کروگے تم بھلائی سمجھا جانتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ اور خرچ راہ کا لیا کرو پس تحقیق بہتر فائدہ خرچ کا بچنا ہے سوال گناہ سے اور ڈرو مجھ سے اے صاحب عقل کے

جس طرح نماز اور روزہ کے وقت مقرر ہیں اسی طرح احرام حج کے مہینے بھی مقرر ہیں۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ سنت کے موافق حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھنا چاہیے اصول حدیث کی یہ ایک ٹھیری ہوئی بات ہے کہ جس روایت کو کوئی صحابی سنت کا حوالہ دیکر روایت کرے تو صحابی کا ایسا قول اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حکم میں ہوتا ہے اسواسطے عبداللہؓ بن عباس کے اس قول کو حدیث نبوی کہنا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عبداللہؓ بن عمر کا قول ہے کہ حج کے مہینے شوال سے شروع ہو کر دسوین ذیحجہ تک ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت اوپر گزر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دسوین ذیحجہ کو جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم عرفات سے منی میں آئے تو پہلے آپ نے قربانی کی اور پھر حجامت بنوا کر احرام کھولڈالا۔ اس حدیث سے عبداللہؓ بن عمر کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ عبداللہؓ بن عمر یہ جو کہتے ہیں کہ دسوین ذیحجہ تک حج کے مہینے ختم ہوتے ہیں وہی مطلب انسؓ بن مالک کی حدیث کا ہے۔ سوائے امام مالکؒ کے اور علما کا مذہب بھی عبداللہ بن عمر کے

قول کے موافق ہے مگر امام مالکؒ سے ایک روایۃ یہ ہے کہ آخر ذیحجہ تک حج کے مہینوں کی مدت ختم ہوتی ہے بعضے علمائے مالکی نے امام مالکؒ کی اس روایۃ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ جو ناجائز ہے اسکی مدت آخر ذیحجہ تک ہے لیکن اور علمانے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ اسلام سے پہلے مکہ کے مشرک لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کو ناجائز جانتے تھے اسلام کے بعد جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ذیقعدہ میں کئے تو اب حج کے مہینوں میں عمرہ کے ناجائز ہونے کا مذہب کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے اور بخاری میں عائشہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے جو روایتیں ہیں اونمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ذیقعدہ کے چار عمرونکا ذکر تفصیل سے ہے۔

آگے فرمایا جو کوئی ان حج کے مہینوں میں احرام باندھکر حج اپنے ذمہ لازم کرے اسکو اپنی بیوی سے صحبت کرنے اور خلاف شریعت باتوں سے اور آپس کے ہر طرح کے لڑائی جھگڑوں سے پرہیز کرنا ضرور ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کے زمانہ میں اون باتوں سے بچے گا جنکا ذکر اس آیۃ میں ہے۔ تو حج کے بعد اوسکے سب گناہ ایسے معاف ہوجاوینگے کہ گویا وہ شخص اپنی ماں کے پیٹ سے حج کے بعد پیدا ہوا ہے۔ جن باتوں کی ممانعت حج کے زمانہ میں

گئی ہے اونسے بچنے کا فائدہ اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ پھر
فرمایا جن باتوں سے بچنے کا حکم آیتہ میں ہے اونسے بچنے کا نیک کام یا حالت
احرام میں اور کوئی نیک کام تم کروگے تو وہ اللہ کو سب معلوم ہے قیامت کے
دن ان سب نیک کاموں کا ثواب اللہ تم کو دیگا۔

احرام کی حالت میں جن بڑی بڑی باتوں سے بچنے کا حکم آیتہ میں ہے انکے
علاوہ کچھ چھوٹی باتیں اور ہیں جو احرام کی حالت کے لباس سے علاقہ رکھتی
ہیں ان کا ذکر حدیث میں ہے چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم کی عبدؓ اللہ بن عمر کی
روایتہ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آیتہ کی تفسیر کے طور پر فرمایا
کہ حالت احرام میں کوئی شخص سیا ہوا کپڑا نہ پہنے سر پر عمامہ نہ باندھے خوشبودار
کپڑا اور پاؤں میں جراپیں نہ پہنے عورت ہاتوں میں دستانے نہ پہنے۔ سورۃ
النحل کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا ہے
اوسکا حاصل یہ ہے کہ قرآن کی کوئی آیتہ مختصر طور پر نازل ہو تو اے رسول
اللہ کے اُس آیتہ کی تفسیر بیان کرکے آیتہ کا مطلب امتہ کے لوگوں کو اچھی طرح
سمجھادیا کرو۔ عبدؓ اللہ بن عمر کی اوپر کی روایتہ جو احرام کی حالت کے لباس کے
بیان میں ہے سورۃ النحل کی آیتوں کے حکم کے موافق آیتہ کی تفسیر ہے اس
حکم کے موافق اس طرح کی ہر ایک حدیث کا خلاصہ اوس آیتہ کی تفسیر میں بیان
کردیا گیا ہے تاکہ آیتہ اور حدیث کو ملا کر آیتہ کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاوے

آیتہ کے آگے کے ٹکڑے میں حج کے سفر کا خرچ حاجیوں کو اپنے پاس رکھنے کا جو حکم ہے صحیح بخاری نسائی اور ابو داؤد میں آیتہ کے اس ٹکڑے کی شان نزول عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے یہ بیان کی گئی ہے کہ کچھ لوگ بغیر خرچ کے حج کو چلے جاتے تھے اور پھر لوگوں سے سوال کرکے انکو تنگ کرتے تھے اوسپر اللہ تعالےٰ نے آیتہ کا یہ ٹکڑا نازل فرمایا۔ حاصل مطلب اس آیتہ کے ٹکڑے کا یہ ہے کہ اے لوگو حج کے سفر کا خرچ ساتھ رکھنا اسلئے تمھارے حق میں بہتر ہے کہ وہ تمہیں خلاف شریعت سوال سے بچاویگا اور خرچ کا ساتھ نہ لینا اسلئے تمھارے حق میں برا ہے کہ اس سے تم خلاف شریعت سوال کرکے عقبیٰ کے عذاب کے قابل ٹھہر جاؤگے۔ خلاف شریعت کاموں سے بچنے کو تقوےٰ کہتے ہیں۔ ان لوگوں کے سوال کو خلاف شریعت اور اوس سے بچنے کو تقوےٰ اسلئے فرمایا کہ یہ لوگ حقیقت میں ایسے محتاج نہیں تھے جنکو شریعت کے طور پر سوال جائز ہو جاتا بلکہ انہوں نے جان بوجھکر حج کے سفر کا خرچ اپنے گھر چھوڑ دیا سو اسواسطے زبردستی کے محتاج بنکر انھوں نے سوال کیا جو شریعت میں جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خلاف شریعت سوال کے ذریعہ سے کچھہ کھاویگا اوسکی وہ کمائی دوزخ کی آگ کے انگارے ہیں اب یہ اوس شخص کو اختیار ہے کہ خلاف شریعت سوال کی عادت کو جاری رکھکر اپنے لئے دوزخ کی

آگ کے انگاروں کو بڑھاوے یا اُس عادت کو چھوڑ کر اون انگاروں کو گھٹاوے۔ خلاف شریعت سوال کرنے والے لوگوں کا جو انجام قیامت کے دن ہوگا وہ اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے۔ ترمذی میں شدادؓ بن اوس سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کرے اور عقل سے بے بہرہ وہ شخص ہے جو مرتے دم تک دنیا کے جھگڑوں میں لگا رہے اور عقبےٰ کی بہبودی کی اُمید رکھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ یہ شدادؓ بن اوس انصار کے قبیلہ خزرج کے صحابہ میں ہیں انصار میں یہ بڑے بولنے والے اور صاحب فصاحت مشہور تھے آخر آیتہ میں عقلمندوں کو اللہ سے ڈرنے کا جو حکم ہے اس حدیث سے اوسکا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ فقط دنیا کمانیکی عقل اچھی رکھتے ہیں اونکو تو حدیث میں عقل سے بے بہرہ ٹھیرایا ہے اسلئے عقلمند آیتہ میں اونہی لوگوں کو فرمایا ہے جو موت سے پہلے موت کے بعد کا کچھ سامان کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم اسواسطے دیا گیا ہے کہ جب یہ لوگ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہینگے تو عقبےٰ کے سامان کرنیکی جو انمیں عقل ہے وہ زیادہ تیز اور چست ہوجاویگی

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

نہیں اوپر تمہارے گناہ یہ کہ ڈھونڈو فضل پروردگار اپنے کے سے

صحیح بخاری میں عبداللہؓ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اسلام سے پہلے حج کے موسم میں مکہ کے پاس تین بازار لگا کرتے تھے جنمیں ہر طرح کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔

اسلام کے بعد لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ حج کے سفر میں یہ خرید و فروخت جو ہم کرتے ہیں اس سے ہمارے حج میں کچھ خرابی نہ پڑ جاتی ہو۔ اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرما کر لوگوں کے اُس شبہ کو رفع فرمایا۔ عبداللہؓ بن عباس احرام سے پہلے اور احرام کے بعد کسی حال میں لوگوں کو خرید و فروخت سے منع نہیں کیا کرتے تھے۔ خرید و فروخت میں جو کچھ نفع ہو جاتا ہے اُسکو آیتہ میں اللہ کا فضل فرمایا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہؓ بن عمر سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ بازار میں غلہ اور ترکاریوں کے کچھ ڈھیر اس طرح بھی فروخت ہوتے تھے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے غلہ یا ترکاری کے ڈھیر کو خرید لیتا تھا اور اُس ڈھیر کو ڈھیر والے کی دُکان سے اُٹھانیکے پہلے کسی قدر فائدہ سے تیسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالتا تھا۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حال سُنا تو اس طرح کی خرید و فروخت سے لوگوں کو منع فرمایا اور فرمایا یہ پہلا خریدار اُس ڈھیر کو اُٹھا کر اپنے گھر یا دوکان پر جب تک نہ لاوے تو اُس ڈھیر پر اُس کا قبضہ نہیں شمار کیا جاویگا۔ اس لئے قبضہ سے پہلے اُس نے اس ڈھیر کو جو بیچ ڈالا یہ جائز نہیں ہے۔

اور اس ڈھیر کو بیچنے میں اس شخص کو جو فائدہ ہوا ہے وہ بھی جائز نہیں ہے۔ یہ حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتہ میں خرید فروخت کے فائدہ کو اللہ کا فضل جو فرمایا ہے یہ اُسی فائدہ کے حق میں ہے جو جائز خرید فروخت سے حاصل کیا جاوے جو فائدہ کسی ناجائز خرید فروخت سے حاصل کیا جاوے گا اُسکو اللہ کا فضل نہیں کہا جاوے گا۔

خریدار اپنے قبضہ سے پہلے کسی چیز کو بیچ ڈالے تو اُسمیں سود کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اِس لیئے اللہ تعالےٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا۔ سود کی صورت کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید نے بکر سے کسی چیز کا ایک ڈھیر پانچ روپے کو خریدا اور قیمت ادا کر دی پھر اپنی دوکان پر لانے سے پہلے اُس ڈھیر کو خالد کے ہاتھ چھہ روپے کو بیچ ڈالا۔ اور قیمت وصول کر لی تو اس چھہ روپے میں پانچروپے تو اُن پانچروپے کے معاوضہ کے ہیں جو زید نے بکر کو دیئے تھے اور ایک روپیہ بلا کسی معاوضہ کے زید کے پاس آیا یہی صورت سود کی ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ

پس جب پھرو تم عرفات سے پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کو نزدیک مشعر الحرام کے اور یاد کرو اسکو

كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○

جیسا ہدایت کیا تم کو اور تحقیق تھے تم پہلے اس سے البتہ گمراہوں سے

مکہ سے رات بسنے کے راستہ پر ایک جگہ حد حرم کے باہر ہے جس کا نام عرفات

ہے۔ حج میں عرفات کا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے وقت جب
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حج کے مسئلے بتائے تو تین دفعہ
تاکید سے آپ نے فرمایا کہ حج میں بڑی چیز عرفات میں جانا اور وہاں کا ٹھیرنا ہے
مسند امام احمد ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی مستدرک حاکم صحیح ابن حبان وغیرہ میں عبدالرحمن رض
بن یعمر سے جو روایتیں ہیں اُن میں عرفات کے ٹھیرنے کی تاکید کا ذکر تفصیل سے ہے
اُن روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ذی الحجہ کی دسویں رات کی صبح صادق سے پہلے جو کوئی
عرفات میں پہنچ گیا اُس کا حج ہو جاوے گا۔ نہیں تو حج کا عمرہ رہ جاوے گا۔ ان
روایتوں کو ترمذی حاکم اور حافظ ابن کثیر نے صحیح کہا ہے۔ یہ عبد الرحمن رض بن یعمر
کوفی صحابہ میں ہیں صحیح مسلم ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ میں جابر رض سے جو روایتیں
ہیں اُن میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام عرفات حج میں
ٹھیرنے کی جگہ ہے۔ جس کو جہاں جگہ مل جاوے وہاں ٹھیر جاوے۔ صحیح بخاری میں
عائشہ رض سے روایت ہے جس میں وہ فرماتی ہیں اسلام سے پہلے مکہ کے لوگ عرفات
کو نہیں جاتے تھے اس واسطے اسلام کے بعد قرآن کی ان آیتوں میں عرفات
کے جانے کی تاکید آئی ہے۔ اگرچہ مسند امام احمد اور ابوداؤد کی عبداللہ رض بن
عمر کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھکر
منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے لیکن اس روایت کی سند میں علماء کو کلام ہے
اس واسطے صحیح وہی ہے جو جابر رض کی صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول

صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ سے سورج نکلنے کے بعد عرفات کو روانہ ہوئے۔

مستدرک حاکم میں مسورؓ بن مخرمہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں خطبہ پڑھا اور اسمیں فرمایا کہ مشرکین مکہ عرفات سے کچھ دن سے چلے جاتے تھے۔ لیکن اب اسلام کے بعد غروب آفتاب کے بعد عرفات سے جانا چاہیئے۔

حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ مسورؓ بن مخرمہ کی اس روایت سے اُن علماء کے قول کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ مسورؓ بن مخرمہ نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ہے مگر کوئی حدیث اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی۔

صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد عرفات میں جاکر ٹھیرے۔ مستدرک حاکم کے حوالہ سے مسورؓ بن مخرمہ کی یہ روایت اوپر گزر چکی ہے کہ عرفات سے پلٹنے کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔ ان سب روایتوں کے ملانے سے حاصل مطلب یہ ہوا کہ نویں ذیحجہ کو زوال کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک عرفات میں جہاں جگہ مل جاوے وہاں ٹھیرنا بہتر اور اولےٰ ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ وقت ہاتھ نہ آوے تو دسویں رات ذیحجہ کی صبح صادق سے پہلے ہی اگر ایسا شخص عرفات میں جاکر تھوڑی دیر ٹھیر جاوے گا تو اُسکا حج ہو جاوے گا۔ نووی نے بعضے علماء کا یہ قول جو بیان کیا ہے

کہ عرفات میں رات کا ٹھیرنا کافی نہیں ہے یہ قول عبد الرحمن بن یعمر کی اوس
حدیث کے مخالف ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایتہ ہے
جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارا مزدلفہ ٹھیرنے اور دعا
مانگنے کی جگہ ہے جہاں جسکو جگہ ملجاوے وہاں ٹھیر جاوے یہ حدیث فاذکروا اللہ
عند المشعر الحرام کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ سارا مزدلفہ ٹھیرنے
اللہ کا ذکر کرنے اور دعا مانگنے کی جگہ ہے لیکن مزدلفہ کے دونوں پہاڑوں کے
بیچ میں جو جگہ ہے جسکا نام مشعر الحرام ہے وہاں اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کا مانگنا
بہتر ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ
جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ آئے تو وہاں پہلے
مغرب اور عشا ملا کر پڑہی اور پھر صبح تک لیٹے رہے اور صبح کی نماز کے بعد
مشعر الحرام میں جا کر دعا مانگی۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہی
کہ اصل ٹھیرنے مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑہنے اور تھوڑی دیر لیٹنے کی جگہ تو
مزدلفہ ہے صبح کی نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مزدلفہ کے دونوں پہاڑوں کے
بیچ میں جانا اور دعا مانگنا کافی ہے۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ اس جگہ کا نام مشعر الحرام
ہے مشعر کے معنے نشانی کے ہیں۔ اور حرام کے معنے ان تمام چیزوں کے حرام
ہو جانے کے ہیں جو حرم کی حد کے اندر حرام ہیں عرفات سے پلٹنے کے وقت
اس جگہ سے حد حرم شروع ہو جاتی ہے اسواسطے اس جگہ کا نام مشعرام ہو گیا

جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ حرم کے اندر کی حرام ہونیکی چیزونکی نشانی ہے۔ اسلام سے پہلے مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے اسواسطے یہ لوگ جو دُعا مانگتے تھے وہ فقط دُنیا کی بھلائی مانگتے تھے آخر آیۃ مین اسیکو فرمایا کہ اسلام کی ہدایت سے پہلے تم لوگ عقبے کی بھلائی کو بالکل بھولے ہوئے تھے اب اسلام کے بعد جو دُعا مانگو وہ ایسی مانگنا جسمیں عقبے اور دُنیا دونو جگہ کی بھلائی کی تمنا ہو۔

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پھر پھرو جہان سے پھرتے ہیں لوگ اور بخشش مانگو اللہ تعالے سے تحقیق اللہ تعو بخشنے والا مہربان ہے

اُوپر کی آیۃ میں عرفات سے پلٹنے کے وقت مشعر الحرام کے پاس دعا کرنیکا جو حکم تھا اوس حکم میں اگرچہ عرفات کے جانیکا بھی حکم تھا کیونکہ جو شخص پہلے کسی جگہ جاویگا جب ہی اسکو اس جگہ سے پلٹنے کا حکم دیا جا سکتا ہے لیکن صحیح بخاری کے حوالہ سے عائشہ کی یہ روایۃ اوپر گزرچکی کہ اسلام سے پہلے قریش عرفات کو نہیں جایا کرتے تھے بلکہ مکہ سے مزدلفہ تک جاکر پلٹ آیا کرتے تھے اسواسطے اسلام کے بعد اونکی تاکید کے لئے عرفات کے جانے کا دوبارہ یہ حکم اس آیۃ میں دیا اور فرمایا کہ جسطرح اور سب لوگ عرفات میں جاکر ٹھیرتے ہیں اور پھر مزدلفہ کو عرفات سے پلٹنے کے وقت آتے ہین تم بھی ایسا ہی کیا کرو اور ابتک تم نے عرفات کا جانا چھوڑ کر اپنے حج کو عمرہ کر دینے کا قصور جو کیا ہے اللہ تعالی سے اوسکی معافی چاہو کہ اللہ اپنے بندونکی توبہ استغفار سے بہت خوش ہوتا ہے

اور وہ بڑا غفور رحیم ہے توبہ استغفار کرنے سے وہ اپنے بندوں کے قصور معاف
کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جسمیں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں میں سے کسی کا اونٹ کھو یا جا کر پھر
ملجاتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اپنے بندونکی توبہ سے اوس اونٹ
والے شخص کے خوش ہونے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ
سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا جو لوگ
زمین پر بستے ہیں اگر یہ لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے انکو اجاڑ کر انکی جگہ اور ایسے
لوگ پیدا کرتا کہ وہ گناہ کرکے توبہ کرتے اور اللہ تعالےٰ اپنی غفور رحیمی کی صفت
کو کام میں لاکر اونکے گناہوں کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالےٰ کو گناہ گار بندونکی
توبہ سے جسقدر خوشی ہوتی ہے اوسکی اور اللہ تعالےٰ کی غفور رحیم ہونے کی تفسیر
ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک فضلؓ
بن عباس اور جابرؓ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ مشعر الحرام میں دعا
کرنے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو کر جب وادی محشر کے
مقام پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پونہچے جو مزدلفہ اور منیٰ کے بیچ میں
ہے تو آپ نے صحابا سے کہا کہ یہاں سے شیطان کے مارنے کی کنکریاں چن لو
یہ ہر ایک کنکری چنے کے برابر یا چنے سے کچھ چھوٹی ہونی چاہیئے اس سے بڑی
کو علماء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ منیٰ پونہچنے کے بعد آپ نے سات کنکریاں بڑے

شیطان کو ماریں اور ہر کنکری کے مارتے وقت تکبیر کہی۔ دسویں ذیحجہ کو فقط اس بڑے شیطان کو کنکریاں ماری جاتی ہیں اسلئے ان کنکریوں کے مارنے کے بعد آپ نے قربانی کی اور حجامت بنوائی۔ دسویں ذیحجہ کی کنکریوں کا مارنا حج کا رکن ہے بغیر اسکے حج پورا نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہؓ بن عمر سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دسویں ذیحجہ کو کنکریاں مارنے قربانی کرنے اور حجامت بنوانے کے بعد اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم طواف زیارت کے لئے مکہ کو تشریف لیگئے اور طواف اور صفا مروہ سے فارغ ہونے کے بعد پھر منی کو آگئے یہ طواف حج کا رکن ہے بغیر اسکے حج پورا نہیں ہوتا۔ اس طواف کے بعد وہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو حالت احرام میں حرام تھیں۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ

پس جب کر چکو تم عبادتیں اپنی پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کو جیسا یاد کرنا ہے تمہارا باپوں اپنے کو یا نہایت زیادہ یاد کرنا پس بعضے لوگوں میں ہے وہ شخص ہے

مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ

کہ کہتا ہے کہ رب ہمارے دے ہم کو بیچ دنیا کے اور نہیں واسطے اسکے بیچ آخرت کے کچھ حصہ اور بعضے انمیں سے وہ شخص ہے کہ کہتا ہے اے رب ہمارے

اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

دے ہم کو بیچ دنیا کے نیکی اور بیچ آخرت کے نیکی اور بچا ہم کو عذاب آگ کے سے یہ لوگ واسطے انکے حصہ ہے اس چیز سے جو کمایا انہوں نے اور اللہ تعالیٰ جلد

حج کی عبادتیں جو اوپر بیان کی گئیں جیسے احرام طواف وغیرہ انکو مناسک کہتے ہیں اسلام سے پہلے قریش کی یہ عادت تھی کہ حج کی عبادتوں سے فارغ

ہونے کے بعد اپنے مرے ہوئے بڑے بوڑہوں کی تعریف کے شعر پڑھا کرتے
تھے اللہ تعالےٰ نے انکی اس عادت کو ناپسند کیا اور فرمایا ان شعروں کے
پڑہنے کی جگہ اگر تم لوگ اللہ کی یاد کیا کرو اور ان شعروں کے پڑہنے سے بھی
زیادہ اللہ کی یاد میں لگے رہو تو اس سے عقبے میں تم کو بہت بڑا ثواب ملیگا۔
صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ کی یاد میں لگے رہنے والے مرد اور عورتوں کو قیامت کے دن
ایسے درجے جنت میں ملینگے جن سے وہ بہت سے جنتی لوگوں سے درجہ میں
بڑہ جاوینگے اللہ کی یاد میں لگے رہنے کا جو ثواب قیامت کے دن ملنے والا ہے
اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آسکتا ہے۔ ترمذی ابوداؤد
میں نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا دعا بھی عبادت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عاجزی سے اللہ کو یاد کرنا بھی عبادت
ہے دعا میں عاجزی اور اللہ کی یاد دونوں باتیں موجود ہیں اسواسطے دعا بھی
عبادت ہے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے نعمانؓ بن بشیر قبیلہ خزرج
کے انصاری مشہور صحابا میں ہیں۔ معاویہ کے وقت میں یہ کوفہ کے حاکم بھی تھے یعنی حج
عبادتوں کے ذکر میں دعا کا ذکر آیتہ میں جو فرمایا اوسکی تفسیر اس حدیث سے
اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دعا بھی ایک عبادت ہے اسلئے
حج کی عبادتوں میں اسکا ذکر آیا۔ آیتہ میں دعا مانگنے والے دو طرح کے فرمائے

ایک تو وہ لوگ ہیں جو عقبے سے بالکل غافل اور دنیا کی راحت کے جینے کو دنیا میں
پیدا ہونے کا انجام جانتے ہیں اسلئے جب وہ دعا مانگتے ہیں تو دنیا کی خوشحالی
کی مانگتے ہیں۔ ان لوگوں کا انجام یہ فرمایا کہ دنیا کی جو کچھ خوشحالی انکی قسمت
مین ہے وہ انکو ملجاویگی اور عقبے کی خوشحالی سے یہ لوگ محروم رہینگے۔ دوسرے
وہ لوگ ہیں جو دنیا اور عقبے کی نعمتوں میں سے کچھ حصہ اپنی کمائی کے بدلہ میں
پاوینگے لیکن سورۂ بنی اسرائیل میں ان لوگونکی انجام کی تفصیل زیادہ آویگی
جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ عقبے کی خوشحالی اور دوزخ کے عذاب سے امن
میں رہنے کی دعا مانگتے ہیں اونکی دعا کے قبول ہونیکی یہ تین شرطین ہیں۔
(۱) اس دعا کا مانگنے والا شخص ایماندار ہو جسکا مطلب یہ ہے کہ شریعت میں
جو باتیں ایمان لایکی ہیں اونکا پورا پورا پابند ہو (۲) ایسا شخص جو نیک عمل کرے
وہ عقبے کے ثواب کی نیت سے ہو اوسمیں دنیا کے دکہاوےکا دخل بالکل نہو (۳)
دلکی کوشش سے وہ نیک عمل کیا جاوے کیونکہ اوپری دل سے نیک عمل کرنا
منافقوں کی نشانی ہے۔ سورہ النحل میں آویگا کہ جسطرح دنیا میں ہر ایک شخص کی
عمر مقرر ہے اور تاریخ پیدایش سے مرنے کی تاریخ تک دن بدن وہ عمر گھٹتی جاتی
ہے اسیطرح تمام دنیا کی عمر بھی مقرر ہے اور دنیا کی پیدایش سے پہلے صور کے
پھونکے جانے اور دنیا کے ویران ہونے تک دن بدن دنیا کی وہ عمر گھٹتی جاتی
ہے جو بمقابلہ عقبے کے بے گھٹنے والی عمر کے بہت جلدی ختم ہو جاویگی۔

سورۃ النحل کی آیتوں کو اس آیتہ سے ملانے کے بعد واللہ سریع الحساب کا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب دُنیا کی عمر دن بدن گھٹتی جاتی ہے تو وہ وقت جلدی آنیوالا ہے جسمیں اللہ تعالے تمام مخلوقات سے نیک و بد کا حساب لیگا۔ صحیح مُسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ دُنیا کی خوشحالی کے نشہ میں عقبے کو بالکل بھول گئے ہیں اس غفلت کی سزا میں جب یہ لوگ دوزخ میں ڈالے جاوینگے تو دوزخ کے فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ دُنیا کی جس خوشحالی نے تم کو دوزخ دکھایا اس دوزخ کے عذاب کے آگے تم کو دنیا کی وہ خوشحالی کچھہ یاد ہے تو یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہینگے کہ اس عذاب کی سختی کے آگے ہم کو وہ دُنیا کی خوشحالی ذرا بھی یاد نہیں۔ صحیح بخاری اور مُسلم میں ابو ہُریرہؓ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ نیک لوگوں کے لئے اللہ تعالے نے جنت میں جو نعمتیں پیدا کی ہیں وہ کسی نے نہ آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دلمیں انکا خیال گزر سکتا ہے۔ بُرے لوگوں کے عذاب اور اچھے لوگوں کی نعمتوں کا حال ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھہ میں آسکتا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ

اور یاد کرو اللہ کو بیچ دنوں گنتے ہوئے کے　پس جو کوئی جلدی کرے بیچ دو دن کے پس نہیں گناہ اوپر اُسکے اور جو کوئی

تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○

پیچھے رہے پس نہیں گناہ اوپر اُسکے یہ واسطے اُس شخص کے ہے کہ پرہیزگاری کرو اور ڈرو اللہ سے اور جانو یہ کہ تم طرف اسی کے اکٹھے کئے جاؤگے

حج کی عبادت میں ذیحجہ کی گیارہویں بارہویں تیرہویں کو منی میں ٹھیرنے اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جو عبادت ہے اسیکو ان گنتی کے دونکی اللہ کی یاد فرمایا کیونکہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی جاتی ہے اور پانچوں وقت کے فرض نماز کے بعد بھی ان دنوں میں تکبیر کہی جاتی ہے۔ کسی صحیح حدیث میں تو یہ ذکر نہیں آیا کہ فرض نماز کے بعد کی تکبیریں کب سے شروع ہوتی ہیں اور کب ختم ہوتی ہیں۔ ہاں صحیح سند سے علیؓ اور عبداللہؓ مسعود کے قول کی جو روایتیں ہیں اون میں نویں ذیحجہ کی صبح سے تیرہویں کی عصر تک ان تکبیروں کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ مذہب حنفی میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب بھی اسیکے موافق ہے۔

صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب حج کی عبادتوں کے ادا کرنے میں مصروف تھے تو شیطان تین دن اونکو ان تین مقاموں پر نظر آیا جہاں اب شیطان کے کھڑے ہونے کی تینوں جگہ پر علامتیں بنادیگئی ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے تین دن تک جب شیطان کو دیکھا تو اسکے ساتھ کنکریاں ماریں حج کی عبادتوں میں اللہ تعالے نے ان کنکریوں کے مارنے کو حضرت ابراہیم کی سنت کے طور پر داخل کر دیا ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ جمرہ کے معنے کنکریوں کے ڈھیر کے ہیں۔ ان تینوں علامتوں کو کنکریاں جو ماری جاتی ہیں تو اونکے اردگرد کنکریوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں اسواسطے ان تینوں

علامتوں کو پہلا جمرہ اور دوسرا جمرہ اور تیسرا جمرہ کہتے ہیں۔ پہلے جمرہ کو جمرۃ العقبہ اسلئے کہتے ہیں کہ عقبہ کے معنے گھاٹی کے ہیں یہ جمرہ منی کی اوس گھاٹی کے پاس ہے جہاں انصار کے قبیلہ خزرج میں اُن بارہ شخصوں نے ہجرت سے پہلے اسلام کی بیعت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کی تھی جن بارہ شخصوں کے سبب سے مدینہ میں اسلام پھیلا ہے۔ اس بیعت کا نام بیعت العقبہ ہے۔ جسکے معنے منی کی گھاٹی کی بیعت کے ہیں۔ اس بیعت کا پورا قصہ سورہ حشر میں آویگا۔ جمرۃ العقبہ میں یہ ایک بات نئی ہے کہ اسکو اکیلے کو دسویں ذیحجہ کے صبح کے وقت سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اور باقی کے دونوں جمرونکی کنکریاں گیارہویں ذیحجہ سے تیرہویں تیرہویں تک زوال کے بعد اسطرح ماری جاتی ہیں کہ دونوں جمروں کو پہلے کنکریاں ماری جاتی ہیں اور جمرۃ العقبہ کو دونوں جمروں سے پیچھے چنانچہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے اور صحیح مسلم اور صحیح ابن خزیمہ میں جابر سے جو روایتیں ہیں اونیں اسکا ذکر تفصیل سے ہے۔ آگے فرمایا منی دو دن رہنا بھی جائز ہے اور تین دن بھی۔ اس حکم کے ساتھ تقوے کی جو قید لگائی اوسکا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا وہ منی مکہ اور وطن میں جہاں رہیگا بُرے کاموں سے بچتا اور اچھے کاموں میں لگا رہیگا اور جو شخص ایسا نہیں وہ کہیں بھی گناہوں سے نہ بچ سکتا ہے نہ اچھے کاموں میں لگتا ہے۔ جگہ جگہ کے آدمیوں کا عرفات میں اکھٹا ہونا حشر کا

ایک نمونہ ہے اسلیئے آخر آیتہ میں حشر کے اکھٹے ہونے کو یاد دلایا تاکہ عرفات کے اکھٹے ہونے کو یاد کرکے اللہ سے ڈرنے والے ہر ایک شخص کے دل میں یہ ڈر پیدا ہو کہ ایک دن عمر بھر کے نیک و بد کاموں کے حساب کے لئے ہم سب کو اللہ کے سامنے اکھٹا ہونا پڑیگا۔ صحیح بخاری مسلم ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ میں عبداللہؓ بن عباس سے جو روایتیں ہیں انمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منیٰ سے پلٹ کر جب حاجی لوگ مکہ کو آویں تو بیت اللہ سے رخصت ہونیکا ایک آخری طواف جب تک نہ کرلیں اوسوقت تک اپنے وطن کے ارادہ سے سفر نہ کریں اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ اس طواف رخصت کے بعد سب عبادتیں حج کی اسطرح ختم ہو جاتی ہیں کہ اس طواف کے بعد آدمی اپنے وطن کے پلٹنے کے ارادہ سے سفر کرسکتا ہے۔ اگر کسی عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض آجاوے تو طواف رخصت کے انتظار میں اُسکو اپنے وطن کا سفر ملتوی کر دینا ضروری نہیں ہے۔

حج کی عبادتوں کا پورا ذکر کرنے کے بعد اکثر علما اپنی کتابوں میں مزار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کے سفر کا ذکر لکھا کرتے ہیں۔ بعضے مالکی علما اس سفر کو واجب کہتے ہیں اور اپنے اس قول کی تائید میں دارقطنی صحیح ابن حبان وغیرہ کی عبداللہؓ بن عمر کی وہ روایتہ پیش کرتے ہیں جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری

زیارت نہیں کی اوسنے میرے ساتھ سختی برتی۔ یہ علما اس حدیث کو اپنے قول کی
تائید اسطرح ٹہیراتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سختی کا برتاؤ
حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے اسلئے مزار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کے ارادہ سے مدینہ منورہ کا سفر اس حرام سے بچنے کے لئے واجب ہے لیکن اس
حدیث کی اور اس مضمون کی دو تین روایتیں اور جو ہیں اونکی سند میں اکثر علما کو
طرح طرح سے کلام ہے اس سبب سے وہ اس سفر کے واجب ہونیکے قائل نہیں ہیں
بعضے حنبلی علما اس سفر کو ناجائز کہتے ہیں اور اپنے قول کی تائید میں ابوہریرہؓ کی
صحیح بخاری اور مسلم کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا سوائے مسجد الحرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے اور کسی جگہ کے سفر کیلئے سواریاں نہ
تیار کیجاویں۔ اس حدیث کی بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ سوائے ان
تین مسجدوں کے اور کسی مسجد میں نماز پڑہنے کے لئے سفر نہ کیا جاوے۔ جو علما مدینہ
کے سفر کو جائز کہتے ہیں اوپر کی روایتوں کے موافق انہوں نے حنبلی علما کو یوں
قائل کیا ہے کہ اس حدیث میں فقط مسجدوں میں نماز پڑہنے کے ثواب کا حکم ہے
اسلئے اس حدیث کو مدینہ کے سفر سے کچھ علاقہ نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا مطلب
تو یہی ہے کہ مثلاً صحیح مسلم وغیرہ کی روایتوں میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مسجد الحرام میں جو کوئی نماز پڑہے تو اوسکو لاکھ نمازوں کا اور
میری مسجد میں جو کوئی نماز پڑہے اوسکو ہزار نمازوں کا ثواب ملیگا اب جو شخص

ان دونوں مسجدوں کو چھوڑ کر کسی اور مسجد کا سفر اس اعتقاد سے کرے کہ اوس مسجد میں نماز پڑہی جاویگی تو اوسکا ثواب ان دونوں مسجدوں کی نماز سے زیادہ ملیگا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سفر سے منع فرمایا ہے کہ شریعت میں ان دونوں مسجدونکی فضیلت کا جو حکم ہے یہ سفر اس حکم کے مخالف ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ اور بریدہؓ سے جو روایتیں ہیں اونمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کے لوگوں کو قبرونکی زیارت کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ قبرونکی زیارت سے انسان کو اپنا مرنا اور قبر میں دفن ہونا یاد آتا ہے۔ تین مسجدوں میں سفر کرکے جانے کی اوپر کی ابوہریرہؓ کی حدیث اور زیارت قبور کی صحیح مسلم کی ان روایتوں کو ملا کر بعضے علما نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تین مسجدوں میں جانے کے لئے سفر کرنے کی حدیث کے موافق اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نماز پڑہنے کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرے اور مدینہ منورہ میں پوہنچکر پھر قبروں کی زیارت کے اوپر کے حکم کے موافق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار کی زیارت کرے تو اس صورت میں علما کا کچھہ اختلاف باقی نہیں رہتا۔

یہ بریدہؓ بن الحصیب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ لڑائیاں لڑے ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم کی روایتوں میں اسکا ذکر ہے حضرت عثمان کی خلافت میں خراسان کی اُن کی لڑائی مشہور ہے۔

بصرہ کی فتح کے بعد یہ وہاں رہتے تھے اسلئے انکی گنتی بصرہ کے صحابہ میں ہے

یزید کی خلافت میں انہوں نے وفات پائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے سارے اور مت پیروی کرو قدموں شیطان کی تحقیق وہ واسطے

عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

تمہارے دشمن ہے ظاہر پس اگر ڈگ جاؤ تم پیچھے اسکے کہ آئیں تمہارے پاس دلیلیں پس جانو یہ کہ اللہ غالب ہے حکمت والا

معتبر سند سے تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں اس آیتہ کی شان نزول جو بیان کیگئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہود میں کے کچھہ لوگ جو اسلام میں داخل ہوگئے تھے انہوں نے ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ توراۃ کی چند آیتوں کے موافق اسلام سے پہلے جس طرح ہم لوگ ہفتہ کے دن کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ کریں اوس پر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا اے اہل کتاب میں کے اسلام میں داخل ہونے والے ایماندار لوگو توراۃ کے عہد کے موافق جب تم اسلام میں داخل ہوئے ہو تو اس عہد کے موافق اسلام میں پورے طور پر داخل ہو کر اسلام کی ساری باتوں کو دل سے مانو جن باتوں میں یہ بات بھی داخل ہے کہ شریعت محمدی میں بجائے ہفتہ کے دن کی تعظیم کے جمعہ کے دن کی تعظیم اللہ تعالے نے ٹھیرائی ہے سورۃ النحل میں اور صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے اوسمیں اسکا ذکر تفصیل سے ہے کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم شریعت محمدی میں

منسوخ ہے اسلیئے فرمایا کہ منسوخ حکم پر عمل کرنیکا خیال دل میں لانا شیطان کی پیروی
ہے اللہ کے حکم کی پیروی نہیں ہے اور یہ تو تم کو جتلا دیا گیا ہے کہ شیطان تمھارا
دشمن ہے اللہ کی مرضی کے خلاف باتیں تم کو سکھاتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں
انسؓ بن مالک اور مستدرک حاکم وغیرہ میں عبداللہ بن عباس سے روائتیں ہیں۔
جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان آدمی کے تمام جسم میں
خون کی طرح پھرتا ہے اور خاص آدمی کا دل اوسکے ٹھکانیکی جگہ ہے جسکو اللہ
بچاوے اوسکا دل شیطان کے غلبہ سے بچتا ہے۔ دُنیا میں اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے
احکام کی پیروی چھوڑ کر شیطان کی پیروی میں جو لگے ہوئے ہیں اوسکا سبب اس
حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ شیطان ہر وقت اونکے جسموں میں
پھرتا ہے اور اونکے دلوں میں اوسنے ٹھکانا بنا رکھا ہے۔ آگے فرمایا شیطان کی
دشمنی کے جتا دینے کے بعد جو کوئی اللہ کے احکام کی پیروی چھوڑ کر شیطان کی
پیروی میں لگا رہیگا تو یہ یاد رہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کی پکڑ میں بڑا
زبردست ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے روایتہ ہے جسمیں
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نافرمان لوگوں کو جبتک
چاہتا ہے مہلت دیتا ہے اور پھر مہلت کے بعد جب اونکو عذاب میں پکڑ لیتا
ہے تو وہ عذاب کسی کے ٹالے سے نہیں ٹلتا یہ حدیث عزیز حکیم کی گویا تفسیر ہے
جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی حکمت سے نافرمان لوگوں کو پہلے تو

مہلت دیتا ہے تاکہ مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ نافرمانی سے باز آجاویں اور
پھر مہلت کے بعد اوسکی پکڑ بہت زبردست ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ
سوال کرتے ہیں تجھکو کیا خرچ کریں کہ جو کچھہ خرچ کرو تم مال سے پس واسطے ماں باپ کے اور قرابت والوں کے

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ
اور یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے اور جو کچھہ کروگے تم بھلائی سے پس تحقیق اللہ تعو ساتھہ اسکے جاننے والا ہو

تفسیر سدی کے حوالہ سے تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر میں اس آیۃ کی شان نزول یہ بیان کیگئی ہے کہ زکوۃ کے فرض ہونے سے پہلے بعضے صحابہ نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نفلی صدقہ خیرات کا حال پوچھا تھا اوس پر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ صحیح مسلم اور نسائی میں جابرؓ سے جو روایۃ ہے اوسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کی تفسیر کے طور پر یہ فرمایا ہی کہ جس شخص کے پاس کچھہ مال ہو پہلے وہ شخص اس مال کو اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے کپڑے میں خرچ کرے اور پھر اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کو دیوے اور پھر یتیم بچوں محتاجوں اور غریب مسافروں کو دیوے۔ ترمذی ابن ماجہ نسائی ابن حبان مستدرک حاکم اور مسند امام احمد میں جو روایتیں ہیں اونمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر آدمی کو جو کچھ خیرات کے طور پر دیا جاوے تو وہ اکہری خیرات ہے اور جو کچھہ قرابتدار کو دیا جاوے تو وہ

دوہری خیرات ہے۔ ترمذی نے اس روایۃ کو حسن کہا ہے۔ صحیح بخاری اور
مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب دس درجہ
سے لیکر سات سو درجہ تک ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی اپنی نیت کا پھل ہے
جسکی نیت دنیا کے دکہاوے یا دیکر احسان جتانیکی نہ ہوگی بلکہ فقط عقبےٰ کے ثواب
کی نیت سے نیک عمل کیا جاویگا تو ایسا شخص سات سو درجہ تک ثواب پاویگا نہیں
تو کچھ کمی ہو جاویگی۔ اس حدیث کو آیتہ کے ٹکڑے کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا
کہ اللہ تعالےٰ کو ہر نیک عمل کرنیوالے کی نیت کا حال خوب معلوم ہے جیسی جس کی
نیت ہوگی وہ اپنے علم غیب کے موافق اوتنا ہی ثواب قیامت کے دن نیک
عمل کرنیوالوں کو دیگا۔ صدقہ خیرات کے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قبول ہونیکی
بڑی شرط یہ ہے کہ جو مال صدقہ خیرات میں دیا جاوے وہ جائز کمائی کا ہو
چنانچہ صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ پاک ذات ہے بغیر پاک
کمائی کے کچھہ ناجائز کمائی کی خیرات اوسکی بارگاہ میں قبول نہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ

لکھا گیا اوپر تمہارے لڑنا اور وہ مکروہ ہے واسطے تمہارے اور شاید کہ مکروہ رکھو تم ایک چیز کو اور وہ بہتر ہو واسطے تمہارے اور شاید

أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

کہ دوست رکھو تم ایک چیز کو اور وہ بری ہو واسطے تمہارے اور اللہ تو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس بات پر سب علما کا اتفاق ہے کہ دین کی لڑائی ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سنے ماں باپ کی خدمت کو دین کی لڑائی سے مقدم رکھا ہے۔ اسلئے اکثر علمائے دین کی لڑائی کو فرض کفایہ کہتے ہیں کیونکہ فرض عین کی یہ شان نہیں ہے کہ اوسپر کسی دوسری چیز کو مقدم رکھا جاوے فرض کفایہ اوسکو کہتے ہیں کہ اُمت کے بعضے لوگوں کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے فرض کا بوجھ اتر جاتا ہے جیسے جنازہ کی نماز اس فرض کفایہ کے مقابلہ میں فرض عین ہے جو سب کو ادا کرنا پڑتا ہے جیسے پانچوں وقت کی فرض نماز ہے۔ لڑائی کے حکم کی تعمیل میں جان کے جانے کا خوف زخمی ہو جانیکا اندیشہ بال بچوں سے جُدا ہو جانیکا غم ان سب باتوں کے خیال سے جو لوگ لڑائی کو اچھا نہیں جانتے تھے اونکی ہمت بڑھانیکو فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو غیب کا علم نہیں ہے اسلئے تم اکثر چیزوں کی ظاہری حالت دیکھکر انہیں اچھا نہیں جانتے لیکن اللہ کے علم غیب میں اونکا انجام اچھا ہوتا ہے۔ صلح حدیبیہ کا پورا قصہ تو سورۃ الفتح میں آویگا یہاں اوس قصہ کا تھوڑا سا خلاصہ مثال کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے جس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ انسان کو غیب کا علم نہیں ہے اسلئے وہ اکثر چیزوں کی ظاہری حالت سے اون چیزوں کو برا جانتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں اونکا انجام اچھا ہوتا ہے (۱) ابو جندلؓ کے باپ سہیل بن عمرو نے ابو جندلؓ کے

پیروں میں بیڑیاں ڈالکر ابوجندل کو اسلئے قید کر رکھا تھا کہ وہ اسلام میں کیوں داخل ہوئے قریش کی طرف سے جب سہیل بن عمرو ابوجندل کے باپ صلح حدیبیہ کا صلحنامہ لکھوانے کے لئے ... مسلمانوں کے لشکر میں آئے تو ابوجندل نے بیڑیوں کی حالت میں بھی کسی طرح سے اپنے آپ کو مسلمانوں کے لشکر میں پونہچایا اور مسلمانوں سے یہ التجا کی کہ اونکو مشرکوں کی قید سے چھوڑایا جاوے لیکن صلح میں یہ شرط تھی کہ قریش میں کا جو شخص مسلمانوں میں آجاویگا تو اوسکو واپس کیا جاویگا اس شرط کے موافق اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو اونکے باپ کے حوالہ کر دیا۔ اس قصہ کی ظاہری حالت کو مسلمانوں نے بہت برا جانا لیکن اللہ تعالے کے علم غیب کے موافق اسکا انجام بہت اچھا ہوا جسکی تفصیل یہ ہے کہ ابوجندل قید سے نکل آئے اور صلح کے زمانہ میں انہوں نے کچھہ لوگ جمع کرکے مکہ اور شام کے راستہ میں ایک جگہ اپنا مقام ٹھیرایا اور قریش کا جو قافلہ ملک شام سے تجارت اور کھانیکی چیزیں لیکر آتا اوسکو وہ لوٹ لیتے اس حالت سے قریش بہت تنگ آگئے اور آخر کو بڑی منت سے قریش نے اس شرط کو منسوخ ٹھیرایا۔

(۲) اس صلح کو ظاہری حالت سے مسلمان برا سمجھتے تھے لیکن اللہ تعالی کے علم غیب میں اسکا انجام اچھا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی فوج چودہ سو تھی اس صلح کے میل جول کے زمانہ میں مشرکوں کو

قرآن شریف کے سننے کا موقع ملا اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے اور اس صلح کے دو برس کے بعد مسلمانوں کا لشکر دس ہزار ہو گیا اور اس صلح کے بگڑ جانے سے دس ہزار کا لشکر ساتھ لیکر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی جس لشکر کے مقابلہ پر اہل مکہ عاجز آگئے اور آسانی سے مکہ فتح ہو گیا۔

(۳) صلح حدیبیہ کی ان مثالوں کے موافق دین کی لڑائی کی بھی ایک مثال ہے۔ کہ شروع میں مسلمانوں کو یہ لڑائی بُری معلوم ہوئی مگر اللہ تعالے کے علم غیب کے موافق اسکا انجام ایسا اچھا ہوا کہ اس لڑائی کے سبب سے مدت دراز تک مسلمانوں کو ایک بہت بڑی بادشاہت ملگئی تاریخ الخلفا کے دیکھنے سے جسکا حال اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ ابو جندل کا نام عبداللہ ہے۔ فتح مکہ کے وقت انکے باپ سہیل بن عمرو بھی مسلمان ہو گئے اور بڑے پکے مسلمان مشہور تھے۔ قریش میں یہ بڑے بولنے والے شخص کہلاتے تھے۔ صحیح بخاری میں یہ صلح حدیبیہ کا قصہ تفصیل سے ہے جسکا خلاصہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ضعف اسلام کے سبب سے مسلمانوں میں یہ قوت نرہے کہ وہ خلاف شریعت بات کو دین کی لڑائی سے مٹا سکیں تو وہ خلاف شریعت بات کو وعظ و نصیحت سے مٹا دیں اگر وعظ و نصیحت کی بھی قوت نہو تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے کہ اس خلاف شریعت بات کو دل سے برا جانیں۔ اب یہ تو ظاہر ہے

کہ اس ضعف اسلام کے زمانہ میں دین کی لڑائی کی قوت مسلمانوں میں بالکل
نہیں ہے اسلئے اس زمانہ کے مسلمانوں پر دین کی لڑائی فرض کفایہ بھی نہیں ہے
اتنا وعظ و نصیحت سے خلاف شریعت بات کو مٹانیکا یا اوسکو دل سے برا جاننے
کا زمانہ ہے کیونکہ یہ زمانہ ایسا ہی ہے جیسا زمانہ ہجرت سے پہلے مسلمانوں پر
مکہ میں گزرا ہے۔ اور بہت سی آیتیں درگزر کی اوس زمانہ میں نازل ہوئی ہیں
اون ہی آیتوں کے موافق مسلمانوں کو اب بھی عمل کرنا چاہیے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ

سوال کرتے ہیں تجھ سے مہینے حرمت والے سے لڑنے سے بیچ اسکے کہہ لڑنا بیچ اسکے گناہ بڑا ہے اور بند کرنا راہ

اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ

خدا تعالیٰ کے سے اور کفر کرنا ساتھ اسکے اور بند کرنا مسجد حرام سے اور نکالنا لوگوں اسکے کا اس سے بہت بڑا گناہ ہے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اور کفر بہت بڑا

مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۗ

گناہ ہے قتل سے اور نہیں ٹلیں گے [illegible] تم سے یہاں تک کہ پھیر دیں تم کو دین تمہارے سے اگر کر سکیں

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

اور جو کوئی پھر جاوے گا تم میں سے دین اپنے سے پس مر جاوے اور وہ کافر ہو پس یہ لوگ کھوئے گئے عمل انکے بیچ دنیا کے

وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

اور آخرت کے اور یہ لوگ ہیں رہنے والے آگ کے وہ بیچ اسکے ہمیشہ رہیں گے۔ تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور جن لوگوں نے

هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ تعالیٰ کے یہ لوگ امیدوار ہیں مہربانی خدا تعالیٰ کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

عبداللہؓ بن عباس عبداللہؓ بن مسعود اور جندبؓ بن عبداللہ کے صحیح قول
کے موافق سنن بیہقی تفسیر سدی تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر میں ان آیتوں کی
شان نزول جو بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو ایک خط دیا اور سات صحابی
اونکے ساتھ کئے اور فرمایا کہ مدینہ سے دو منزل چلکر اوسکو پڑہنا عبداللہ بن جحش
نے جب وہ خط پڑھا تو اوسمیں یہ لکہا تھا کہ مشرکین مکّہ کے چار آدمی کچھہ سامان بطن
نخلہ کے راستہ سے مکہ کو لا رہے ہیں تم وہاں پونہچکر قریش کے اوس قافلہ کا
انتظار کرو اللہ چاہے تو اوس قافلہ میں سے کچھہ سامان ہاتھ آویگا بطن نخلہ طائف
اور مکّہ کے بیچ میں ایک مقام ہے جس دن عبداللہ بن جحش بطن نخلہ پونہچے تو
اونکے ساتھیوں میں سے سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اس سبب سے
بطن نخلہ کو نہ پونہچ سکے کہ ان دونوں صحابیوں کے اونٹ جنگل میں کہیں بھاگ
گئے تھے وہ اپنے اونٹوں کی تلاش میں پیچھے رہ گئے تھے عبداللہ بن جحش کے
بطن نخلہ پونہچنے کے بعد قریش کا وہ چار آدمیوں کا قافلہ بطن نخلہ پر آیا اور عبداللہ
بن جحش نے اون پر حملہ کیا جس سے مشرکوں کا ایک شخص عمرو بن حضرمی مارا گیا
اور ایک بھاگ گیا اور حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ ان دو شخصوں کو عبداللہ
بن جحش نے گرفتار کر لیا اور ان دونوں قیدیوں اور مال کے اونٹوں کو
ساتھ لیکر مدینہ میں آ گئے مگر جس رات کو عبداللہ بن جحش نے مشرکوں کے

قافلہ پر حملہ کیا اس رات کی شام کو رجب کا چاند ہو گیا تھا لیکن عبد اللہ بن جحش اور انکے ساتھیوں کو رجب کے چاند کا حال معلوم نہ تھا اسلیئے اُنہوں نے وہ رات جمادی الثانی کی سمجھ کر وہ حملہ کیا تھا۔ ذیقعدہ ذالحجہ محرم اور رجب یہ چار مہینے حرمت والے کہلاتے ہیں انمیں لڑائی منع ہے اسواسطے مشرکین مکہ نے بڑا غل مچایا۔ کہ مسلمانوں نے حرمت والے مہینہ میں لڑائی جائز کر لی اور ہر مسلمان کو یہ خلجان ہوا کہ اس لڑائی کے رجب میں آن پڑنے سے عقبےٰ میں اسکا اجر کچھ ملیگا یا نہیں اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں جسکے پہلے ٹکڑے میں تو مشرکوں کے غل کا یہ جواب دیا کہ تم مسلمانوں کو رجب کی حرمت کے توڑنے کا کیا اولاہنا دیتے ہو حرمت والے مہینہ ذیقعدہ میں کیا تم اللہ کے رسول اور اونکے ساتھیوں کو حدیبیہ کے مقام پر عمرہ اور مسجد حرام میں نماز پڑہنے سے نہیں روک چکے ہو اور سب سے بڑی بد ذاتی تمھاری یہ ہے کہ تم اکیلے اللہ کی عبادت سے بڑی نفرت کرتے ہو سورۃ الزمر اور سورہ ص میں اس نفرت کا ذکر تفصیل سے آویگا۔ حرم کی حد کے اندر جانوروں تک کو ستانا منع ہے تم نے مکہ میں اللہ کے رسول کو یہانتک ستایا کہ اونکو مکہ کی سکونت چھوڑنی پڑی اب ذرا غور تو کرو کہ یہ گناہ بڑے ہیں یا مسلمانوں نے انجانی سے رجب کی رات کو جمادی الثانی کی رات سمجھ کر سہا سے ایک قافلہ پر حملہ کیا جس سے انجانی میں ایک آدمی مارا گیا وہ انجانی کا گناہ بڑا ہے پھر مسلمانوں کو یہ جتلایا کہ ان مشرکوں کی پہلی بد ذاتیوں پر کیا موقوف ہے یہ تو

اب بھی تم سے یہاں تک لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ ان کا بس چلے تو یہ تم کو اسلام سے پھیر کر اپنا جیسا بت پرست بنالیں مگر یہ یاد رہے کہ جو کوئی انکے کہنے میں آنکر اسلام سے پھر جاویگا اور اسی حالت میں مرجاویگا تو اوسکے پچھلے سب نیک عمل دنیا میں رائیگاں ہو کر عقبے میں اوسکو ہمیشہ دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑیگا۔ آگے مسلمانوں کی یہ تسکین فرمائی کہ جب تم نے جمادی الثانی کا مہینہ سمجھکر انجانی سے رجب کی رات کو مشرکوں کے قافلہ پر حملہ کیا تو تم کو اللہ کی بارگاہ سے اس لڑائی کے ثواب کی امید رکھنی چاہیئے کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی روزہ میں بھولکر کچھہ کھا پی لے تو اوسکا روزہ نہیں جاتا۔ صحیح بخاری میں عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا اللہ تعالے کو اپنی غفور رحیمی کی صفت ایسی پیاری ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو تم کو زمین پر سے اوٹھا کر اور ایسے لوگ پیدا کرتا کہ وہ گناہ کرتے اور اللہ تعالے اپنی غفور رحیمی کی صفت سے اونکے گناہ معاف کر دیتا۔ ان حدیثوں سے اسلام لاکر جو کوئی پھر جاوے۔ اوسکی سزا کا حال اور بھول چوک سے جو قصور آدمی سے ہو جاوے اوسکی معافی کا حال اور اللہ تعالے کی غفور رحیمی کا حال اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے۔ ان آیتوں کے نازل ہونے تک اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو لشکر اسلام کے

حوالہ میں دینے اور مال کو تقسیم کرنے میں تامل کیا تھا آیتوں کے نازل ہونیکے بعد مال تو آپ نے تقسیم کر دیا اور دونو قیدیوں کو بدلہ لیکر چھوڑ دینے کی خواہش مشرکین مکہ نے پیش کی تو آپ نے یہ فرمایا کہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن عزوان صحیح وسالم جب مدینہ میں آجاونگے اوسوقت ہم تمہارے قیدیوں کو بدلہ لیکر چھوڑ دینگے اور اگر ہم نے سُنا کہ تم نے ہمارے دونو آدمیوں کو شہید کر ڈالا تو ہم بھی تمہارے ان دونو قیدیوں کو مار ڈالیں گے لیکن بعد اسکے جب سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن عزوان اپنے اونٹوں کو لیکر مدینہ میں آگئے تو آپ نے اون دونو قیدیوں کو بدلہ لیکر چھوڑ دیا۔ قید سے چھوٹنے کے بعد حکم بن کیسان پکے مسلمان ہوگئے اور عثمان بن عبد اللہ مکہ جاکر سفر کی حالت میں مر گیا۔ بعضے مفسروں کا قول ہے کہ ان چار مہینوں میں مسلمانوں کو اپنی طرف سے لڑائی کا شروع کرنا جائز نہیں ہے ہاں مسلمانوں پر کوئی دشمن حملہ کرے تو اوسکے حملہ کو روکنے کے لئے لڑائی جائز ہے۔ جندب بن عبد اللہ مشہور صحابی اور حدیث کی سب کتابوں میں ان سے روایتیں ہیں۔ عتبہ بن عزوان بدری مہاجرین میں سے ہیں اور صحیح مسلم میں ان سے روایتیں ہیں۔ اصول تفسیر میں یہ بات ٹھیر چکی ہے کہ شان نزول میں صحابہ کا قول حدیث نبوی کی برابر ہے اسواسطے اوپر کی شان نزول کی روایتہ بہت صحیح ہے۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا

سوال کرتے ہیں تجھ سے شراب سے اور جوئے سے کہہ ہیج ان دونوکے گناہ ہے بڑا اور فائدے ہیں واسطے لوگوں کے اور گناہ انکا بہت بڑا ہے نفع ان دونو کے سے

سورۃ المائدہ میں آویگا کہ اسلام سے پہلے مکہ کے مشرک لوگوں نے
بتوں کے تھان جو بنا رکھے تھے اون ہی تہانوں میں بیٹھکر وہ شراب پیتے تھے
اور جوا کھیلنے کے پانسے بھی یہیں رکھے رہتے تھے اسلیئے یہاں بیٹھکر شراب کے
نشہ میں یہیں جوا بھی کھیلا کرتے تھے اسیواسطے اسلام کے بعد بعضے صحابہ نے
ایک ہی سوال میں شراب اور جوئے کا حکم پوچھا اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ
نازل فرمائی اور فرمایا کہ شراب اور جوئے میں فائدہ تھوڑا ہے اور خرابیاں
بہت ہیں۔ یہ شان نزول کی روائتیں ترمذی ابو داؤد مسند امام احمد مستدرک
حاکم میں ہیں۔ ترمذی اور حاکم نے ان روایتوں کو صحیح کہا ہے۔ اس آیتہ کے نازل
ہونے تک شراب کا پینا اور جوئے کا کھیلنا حرام نہیں تھا اسلیئے شراب کی
خرید و فروخت میں جو فائدہ ہوتا تھا اور جوئے میں جیتنے والے شخص کو کچھہ مال
جو ملتا تھا اوسکو تھوڑا فائدہ اور شراب کے نشہ اور جوئے کی ہار جیت میں
اکثر جھگڑے جو ہوتے رہتے تھے اونکو خرابیاں فرمایا۔ اس آیتہ کے نازل ہونیکے
بعد نماز کے وقت شراب کا پینا حرام ہوا جسکا ذکر سورہ نساء میں آوے گا
پھر اسکے بعد شراب اور جوا دونوں قطعی حرام ہو گئے جسکا ذکر سورۃ المائدہ میں
آویگا۔ صحیح مسلم میں ابو سعید خدری سے روایتہ ہے جسمیں سورۃ المائدہ کی آیتہ
کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے
نے شراب حرام کر دی ہے اب نہ کوئی شخص شراب پی سکتا ہے نہ اوسکی

خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آسکتا ہے کہ مسلمان آدمی کو شراب کا پینا اوسکی خرید و فروخت سب کچھ حرام ہے شریعت میں شراب تو نشہ کے سبب سے حرام ہوئی اور جوا اس سبب سے حرام ہوا کہ جوئے میں ایک شخص مال کا جیتنے والا ہوتا ہے اور دوسرا ہارنے والا جیتنے والے کا ذکر تو اس سورہ کی آیتہ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کی تفسیر میں گزرچکا ہے کہ یہ جوئے میں جیتا ہوا مال جیتنے والے شخص پر حرام ہے۔ اور ہارنے والے شخص نے شریعت کے خلاف اپنا مال جو رائیگان کیا اوسکا ذکر سورۃ الانعام کی آیتہ ولا تسرفوا کی تفسیر میں آویگا اور وہاں صحیح بخاری اور مسلم کی مغیرہ بن شعبہ اور ابوہریرہ کی یہ روایتیں بھی آویں گی کہ اللہ تعالے کے دئے ہوئے مال کا اسطرح رائیگاں کرنا حرام ہے اس آیتہ میں تو فقط اتنا ہی ہے کہ شراب اور جوئے کا گناہ فائدہ سے بڑا ہے لیکن سورۃ المائدہ میں اسکی تفصیل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شراب پیکر آدمی کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ ہر ایک سے لڑنے جھگڑنے لگتا ہے اور نشہ کی حالت آدمی کو ہر طرح کی یاد الٰہی یہاں تک کہ فرض نماز سے بھی روک دیتی ہے۔ یہی حالت جوئے کی ہے کہ ہارجیت کی دھن میں آدمی بدہوش ہو جاتا ہے کسی طرح کی یاد الٰہی یا نماز کا اوسکو ہوش نہیں رہتا اور جو شخص جوئے میں اپنا مال ہار جاتا ہی وہ کھسانہ ہوکر ہر ایک سے لڑنے لگتا ہے اسواسطے ہر ایک مسلمان آدمی کو شراب

اور جوئے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالے کے کام حکمت کے ہیں ایک مدت دراز سے عرب میں شراب اور جوئے کی عادت جاری تھی اسلئے اللہ تعالے نے رفتہ رفتہ ان دونوں چیزوں کو حرام فرمایا تاکہ ایک دفعہ ہی ان دونوں چیزوں کے حرام ہونیکا حکم لوگوں کو سخت نہ معلوم ہو۔ صحیح مسلم ترمذی ابو داؤد اور مسند امام احمد میں انس رضؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسولؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کا سرکہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اکثر علما کا مذہب بھی اسی کے موافق ہے کہ کوئی چیز شراب میں ڈالکر اوسکا سرکہ نہیں بنانا چاہیئے۔ ہاں شراب کو دہوپ میں سے چھاؤں میں رکھنے سے کچھہ دنوں کے بعد اوسکا سرکہ بنجاوے تو شافعی مذہب میں جائز ہے۔ اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ شراب میں کوئی چیز ڈالکر سرکہ بنانے کو بھی جائز کہتے ہیں۔ ان اوزاعی کا نام عبد الرحمن ہے امام مالک اور سفیان ثوری کے رتبہ کے ثقہ تبع تابعیون میں انکا شمار ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ

اور سوال کرتے ہیں تجہہ سے کیا خرچ کریں کہ زیادہ حاجت سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالے واسطے تمہارے نشانیاں تو کہ تم فکر کرو

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

بیچ دنیا اور آخرت کے

اُوپر نفلی صدقہ خیرات کے ذکر میں جو آیتہ گزری اوسمیں لوگوں نے یہ بات پوچھی تھی کہ نفلی صدقہ خیرات کا مال کن لوگوں کو دیا جاوے اور اس آیتہ میں

لوگوں نے یہ بات پوچھی ہے کہ آدمی اپنے مال میں سے کسقدر مال نفلی صدقہ خیرات میں دے سکتا ہے اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ آیتہ کی یہ شان نزول نسائی ابو داؤد اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہؓ کی روایتہ سے ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے پاس کچھہ مال ہو اوسکو وہ پہلے اپنی ذات اور اپنی بیوی بچّوں کے ضروری خرچ میں لاوے پھر اس ضروری خرچ سے جو کچھہ بچ جاوے اوسکو نفلی صدقہ خیرات میں خرچ کرے۔ آیتہ میں عفو کا لفظ جو فرمایا اوسکی تفسیر اس حدیث سے اچھّی طرح سمجھہ میں آسکتی ہے کیونکہ جس طرح لفظ عفو کے معنے معافی قصور کے ہیں اسی طرح ضروری خرچ سے جو کچھہ بچ جاوے اوسکو بھی عفو کہتے ہیں اسلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ عفو کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ جس آدمی کے پاس کچھہ مال ہو وہ پہلے اپنی ذات اور اپنے بیوی بچّوں کے ضروری خرچ میں لاوے پھر اس ضروری خرچ کے بعد جو کچھہ بچ جاوے اوسکو نفلی صدقہ خیرات میں خرچ کرے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح مسلم ابو داؤد نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں اور چند روایتیں ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ بیوی بچّوں کا خرچ ہر شخص کے ذمہ فرض ہے اسواسطے کسی ایماندار شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نفلی صدقہ خیرات کو فرضی خرچ مقدم رکھے اللہ تعالے نے لفظ عفو سے اس مطلب کو آیتہ میں

مختصر طور پر ادا فرمایا تھا اسلئے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے چند حدیثوں میں آیتہ کی وہ تفسیر فرمائی ہے جسکا ذکر اوپر گزرا۔

آگے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جسطرح یہ نفلی صدقہ خیرات کا حکم لوگوں کو سمجھایا ہے اسی طرح سب ضروری احکام اونکو سمجھائے ہیں تاکہ وہ اپنی دُنیا کی حالت اور آخرۃ کی حالت کو اچھی طرح سمجھہ جاویں۔ علی بن طلحہ کی سند سے تفسیر ابن کثیر میں عبداللہؓ بن عباس کا قول ہے جسمیں اُنہوں نے آیتہ کے اس آخری ٹکڑہ کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ دُنیا کی حالت انسان کی یہ ہے کہ دنیا میں اوسکو بہت کم رہنا ہے اور عقبےٰ کی حالت اوسکی یہ ہے کہ وہاں اوسکو ہمیشہ رہنا ہے اسواسطے عقبےٰ میں بڑے درجہ کی امید رکھنے والے آدمی کو چاہیئے کہ ضروری خرچ سے بچے ہوئے مال کو خاص عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے ہر ایک نیک کام کا ثواب دس سے لیکر سات سو تک کمائے۔

صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایتیں ہیں جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ پاک ذات ہے اسلئے بغیر نیک کمائی کے کسی ناجائز کمائی کے مال کی خیرات اوسکی بارگاہ میں قبول نہیں ہے اب نیک کمائی میں سے جو کوئی ایک روپیہ خالص آخرۃ کے ثواب کی نیت سے اللہ کی راہ میں خیرات دیگا وہ پورے سات سو روپے کی خیرات کا ثواب پاویگا ورنہ ثواب میں کچھہ کمی ہو جاویگی۔ ان روایتوں سے سات سو درجہ

تک کے ثواب کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ثواب کا درجہ آدمی کی نیت کا پھل ہے۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ

اور سوال کرتے ہیں تجھ سے یتیموں کا کہہ سنوارنا واسطے اُن کے بہتر ہے اور اگر ملا لو اُن کو تو بھائی ہیں تمہارے اور اللہ خوب

يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

جانتا ہے مفسدوں کو سنوارنے والے سے اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ البتہ محنت دیتا تم کو تحقیق اللہ زبردست غالب ہے حکمت والا

ابوداؤد نسائی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے جس روایۃ کو حاکم نے صحیح کہا ہے اس آیۃ کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کی پرورش میں تیمیم بچے تھے جب اون لوگوں نے تیمیم بچوں کا مال ناجائز طور پر کھانا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں یہ سخت حکم نازل فرمایا کہ جو لوگ تیمیم بچوں کا مال ناجائز طور پر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کے انگارے بھر رہے ہیں۔ اس سخت حکم سے ڈر کر تیموں کے پالنے والوں نے تیموں کا کھانا اپنے کھانے سے الگ پکوانا شروع کر دیا۔ اب ایک گھر میں دو جگہ کھانا پکنا ذرا دشوار تھا اسلئے ان لوگوں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تیموں کے کھانے میں تیموں کے ساتھ ہم کس طرح کا برتاؤ رکھیں اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اپنا کھانا تیموں کے کھانے کے ساتھ ملا کر پکوائیں یا الگ

پکوائیں اصل حکم اتناہی ہے کہ تیموں کا مال ناجائز طور پر نہ کھائیں اللہ تعالے
یہ نہیں چاہتاکہ اس سے زیادہ کسی دشواری یا مشکل میں ان لوگوں کو ڈالے۔
اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے اسلئے وہ تم کو اس سے منع نہیں فرماتا۔
کہ تم اپنا اور تیموں کا کھانا ملاکر پکواؤ اور سورہ نسا میں اوسنے یہ اجازت دیدی
کہ تم میں اگر کوئی شخص غریب ہو تو وہ تیم کی آمدنی میں سے اپنا کھانا چلاوے
ان آسانیوں کے بعد بھی جو کوئی تیموں کا مال ناجائز طور پر کھاویگا تو ایسے
لوگوں کو اور جو لوگ اس سے بچتے ہیں اونکو اللہ تعالے خوب جانتا ہے اور
تیموں کے ساتھ ناجائز برتاؤ رکھنے والوں سے بدلہ لینے میں وہ بڑا زبردست ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کے عذاب کی ہلاکت میں ڈالنے والے جو
سات گناہ تبلائے ہیں اونمیں ناجائز طور پر تیم کا مال کھانا بھی ہے۔ اس حدیث
سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آسکتا ہے کہ ناجائز طور پر تیم کا مال کھانا
کتنے بڑے وبال کی بات ہے۔

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ

اور مت نکاح کرو شرک کرنیوالیوں کو یہاں تک کہ ایمان لاویں

صحیح بخاری مسلم میں ابو ہریرہؓ سے اور فقط مسلم میں جابرؓ سے جو روایتیں ہیں
اونمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ عورتوں کی خوبصورتی

مالداری اور اچھی ذات دیکھکر اون سے نکاح کرتے ہیں مگر مُسلمان مرد کو چاہیئے
کہ عورت کی دینداری دیکھکر نکاح کرے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کے ساتھ ملانے
سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ آیۃ کے حکم کے موافق مُسلمان کو
مشرک عورت سے نکاح کرنا تو بالکل حرام ہے ساتھ ہی اسکے مُسلمان شخص کو
یہ بھی چاہیئے کہ دیندار عورت دیکھکر نکاح کرے کیونکہ ایسی بیوی اللہ سے ڈرکر
اپنے میاں کے حق کو بھی اچھی طرح ادا کریگی اور کچھ اولاد ہوگی تو اوسکو بھی
دین کی باتیں سکھائے گی اسی واسطے صحیح مسلم میں عبدؓاللہ بن عمر کی جو روایۃ
ہے اوسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں دیندار عورت
سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

اور البتہ لونڈی ایمان والی بہتر ہے شرک کرنے والی سے اور اگرچہ خوش لگے تم کو

تفسیر سدی کے حوالہ سے تفسیر ابن جریر میں اور تفسیر ابن کثیر میں معتبر سند
سے اور جو روائتیں ہیں اونمیں آیۃ کے اس ٹکڑے کی شان نزول یہ بیان
کی گئی ہے کہ انصار میں عبداللہ بن رواحہ ایک صحابی کی ایک لونڈی تھی ایک
دن اونھوں نے غصہ میں اوس لونڈی کے ایک تھپڑ ماردیا اور پھر افسوس کے
طور پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبدؓاللہ بن رواحہ سے پوچھا کہ وہ لونڈی کیسی ہے۔ عبدؓاللہ

بن رواحہ نے جواب دیا کلمہ پڑہتی ہے نماز روزہ سے بھی واقف ہے اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو وہ لونڈی مسلمان ہے۔ عبداللہ بن
رواحہ نے قسم کھا کر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا کہ میں
اوس لونڈی کو آزاد کرکے اوس سے نکاح کرونگا اور پھر عبداللہ بن رواحہ نے
اپنا وعدہ پورا کیا۔ عبداللہ بن رواحہ کے دوستوں نے عبداللہ بن رواحہ
سے کہا کہ بہ نسبت اس لونڈی کے تو وہ ایک آزاد مشرک عورت اچھی تھی اوسپر
اللہ تعالے نے آیتہ کا یہ ٹکڑا نازل فرمایا حاصل مطلب آیتہ کے اس ٹکڑے
کا وہی ہے جو اوپر کے ٹکڑے کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ عبداللہ بن رواحہ کے
دوستوں کو اگرچہ وہ آزاد مشرک عورت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن اللہ تعالے
کے نزدیک یہ ایماندار لونڈی اوس مشرک آزاد عورت سے بہتر ہے کیونکہ مشرک
عورت مسلمان مرد پر اوپر کی آیتہ کے حکم سے حرام ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں
ابو موسٰے اشعری سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو کوئی اپنی لونڈی کو نماز روزہ سے واقف کریگا اور پھر آزاد کرکے اوس
لونڈی سے نکاح کرلیگا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن دوہرا اجر ملیگا۔ ایک
نماز روزہ سے واقف کرنیکا اجر اور دوسرا آزاد کرکے نکاح کرلینے کا اجر۔ اس
حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ
عبداللہ بن رواحہ یا اور جو شخص ایسا ہو اوسکو قیامت کے دن دوہرا اجر ملیگا۔

یہ عبداللہؓ بن رواحہ بدری صحابا میں ایسے بڑے صاحب روایۃ ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ اور انسؓ بن مالک نے ان سے بہت حدیثیں روایۃ کی ہیں۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ

اور مت نکاح کرو مشرک کرنیوالوں سے یہاں تک کہ ایمان لاویں اور البتہ غلام ایماندار بہتر ہے مشرک کرنیوالے سے اور اگرچہ خوش لگے تمکو

يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

یہ لوگ بلاتے ہیں طرف آگ کے اور اللہ بلاتا ہے طرف جنت کے اور بخشش کے ساتھ حکم اپنے کے اور بیان کرتا ہے نشانیاں اپنی واسطے لوگوں کے تو کہ وہ نصیحت پکڑیں

سورۃ الممتحنہ میں آویگا کہ حدیبیہ کے صلحنامہ میں اگرچہ یہ شرط تھی کہ ہجرت کی نیت سے جو کوئی مکہ سے مدینہ میں آویگا اوسکو پھر مکہ میں بھیجدیا جاویگا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے لئے وہ شرط قائم نہیں رکھی اور فرمایا کہ مشرک مرد کی صحبت میں مسلمان عورت کو رکھنا حلال نہیں ہے اسواسطے جو مسلمان عورت مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں آوے اوسکو پھر مکہ بھیجکر مشرکوں کے حوالہ نہ کیا جاوے سورۃ الممتحنہ کی آیتیں گویا اس آیۃ کی تفسیر ہیں کیونکہ جو اون آیتوں کا مطلب ہے وہی اس آیۃ کا مطلب ہے کہ مشرک مرد کے نکاح میں مسلمان عورت کو دیکر ہو یا مسلمان عورت کو مشرک مرد کی صحبت میں رکھنا حرام ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ مسلمان عورت کے رشتہ داروں کو کوئی مشرک مرد مالداری یا خوبصورتی کے سبب سے اچھا بھی معلوم ہو تو مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے حرام ہے اسلئے اس سے یہ بہتر ہے کہ بجائے

آزاد مشرک مرد کے مسلمان عورت کا نکاح کسی مسلمان غلام سے کر دیا جاوے
تاکہ اونکی اولاد میں آگے کو مسلمانی پھیلے آگے فرمایا کہ یہ مشرک مرد اور مشرک
عورتیں دوزخ کا راستہ بتاتے ہیں اور اللہ تعالے ہر ایک مسلمان مرد
اور مسلمان عورت کو اپنی بخشش اور بخشش کے سبب سے جنت کا راستہ بتاتا
ہے اور قرآن کی احکامی آیتوں میں طرح طرح کی نصیحت بیان کرتا ہے تاکہ
مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اون نصیحت اور احکام کی آیتوں کے موافق
عمل کر کے جنت کے قابل بنجاویں۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالے نے
اپنے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں یہ لکھدیا ہے کہ دُنیا میں پیدا ہونے
کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کرینگے اور کتنے دوزخ میں جانے
کے قابل۔ اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم میں ابوموسے اشعری سے روایت ہے۔
جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی احکامی آیتوں کی مثال
مینہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی
ہے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کے آخری ٹکڑے کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب
اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ کے علم غیب میں جو لوگ نیک ٹھیر چکے ہیں۔
اونکے دل میں قرآن کی نصیحت کا ایسا اثر ہے جیسا اچھی زمین میں مینہ کے

پانی کا اثر ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم غیب میں بُرے ٹھہر چکے ہیں
اُنکے حق میں قرآن کی احکامی آیتوں کی نصیحت اسیطرح رائیگاں ہے جسطرح
بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائیگان جاتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کی
نصیحت نیک و بد سب کے حق میں یکساں ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے علم غیب
کے موافق نیک لوگوں کے عمل جنّت کے قابل ہیں اور بد لوگوں کے عمل
دوزخ کے قابل۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ
اور سوال کرتے ہیں تجھسے حیض سے کہ وہ ناپاکی ہو پس کنارہ کرو عورتوں کو بیچ حیض کے اور مت نزدیک جاؤ انکے
حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ
یہاں تک کہ پاک ہوں پس جب نہالیں پس جاؤ ان کے پاس اسجگہ سے کہ حکم کیا تم کو اللہ نے تحقیق اللہ
يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ○
دوست رکھتا ہو توبہ کرنیوالوں کو اور دوست رکھتا ہو پاکی کرنیوالوں کو

صحیح مسلم میں انسؓ بن مالک کی روایتہ سے جو شان نزول اس آیتہ کی بیان
کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہود لوگ عورت کے حیض کے زمانہ میں عورت
کے ساتھ کھانا پینا ایک گھر میں رہنا سب کچھ چھوڑ دیتے تھے یہود کا یہ حال دیکھکر
بعضے صحابا نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے عورت کے حیض کے
زمانہ کا حکم پوچھا اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ اس آیتہ کے نازل

ہونے کے بعد اسی انسؓ بن مالک کی روایۃ میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کی تفسیر کے طور پر صحابہ سے فرمایا کہ عورت کے حیض کے زمانہ میں اوس سے صحبت کا کرنا حرام ہے اور کوئی چیز حرام نہیں ہے صحیح بخاری او رمسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ حیض کی عادت کے دنوں میں عورت نماز نہ پڑھے عادت کے دن پورے ہو جانے کے بعد نہا کر نماز پڑھے عادت کے دنوں کے بعد جو بعض عورتوں کو خون آنے لگتا ہے جسکو استحاضہ کہتے ہیں ابوداؤد نسائی صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کی فاطمہ بنت ابی جیش کی روایتوں میں اس عادت کے بعد کے خون کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بیماری ہے ایسی عورت تازہ وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرے اس روایۃ میں یہ بھی ہے کہ حیض کے خون میں سیاہی ہوتی ہے استحاضہ کے خون میں سیاہی نہیں ہوتی اس سے حیض کے خون اور استحاضہ کے خون کو عورتیں پہچان سکتی ہیں۔ اس بنت فاطمہ جیش کی روایۃ کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ ایسی عورت کے ہر نماز کے وقت نہانے کی جو روایتیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اکثر علما کا قول یہ ہے کہ حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد جب عورت نہا لیوے تو اوس وقت مرد کو عورت سے صحبت کا کرنا جائز ہوتا ہے اور بعضے علما کہتے ہیں کہ فقط حیض کا خون بند ہو جانے سے صحبت جائز ہے۔ صحیح بخاری او رمسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حیض والی عورتوں کو حیض کے
زمانہ کے روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔
آخر آیتہ میں توبہ کا جو ذکر ہے اوسکا مطلب اکثر علما نے یہ بیان کیا ہے
کہ جو شخص حیض کے زمانہ میں عورت سے صحبت کرے تو اوسکو توبہ کرنی چاہئے
اور ستھرائی والے وہ لوگ ہیں جو حیض کے زمانہ میں عورتوں سے صحبت نہیں
کرتے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا گنہگاروں کے گناہ معاف کرنے کی صفت اللہ تعالے
کو ایسی پیاری ہے کہ دنیا میں جو لوگ موجود ہیں اگر وہ گناہ نکرتے تو اللہ تعالیٰ
اونکی جگہ ایسے اور لوگ پیدا کرتا وہ گناہ کرکے توبہ کرتے اور اللہ تعالے
انکے گناہوں کو معاف کردیتا۔
اسیطرح صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں کے مزاج میں پرہیزگاری اور ستھرائی
ہے اللہ تعالے کے نزدیک اونکی عزت زیادہ ہے آیتہ کے آخر میں گناہ کرکے
توبہ کرنے اور پہلے ہی سے گناہوں کی گندگی سے ستھرے رہنے والوں کا
ذکر جو فرمایا ہے ان کا حال اوپر کی حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا
ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص گناہ کرکے توبہ کرے اگرچہ اللہ تعالے
اوسکی توبہ قبول کرتا ہے لیکن جو شخص اللہ سے ڈر کر پہلے ہی سے گناہونکی

گندگی کو اپنے پاس نہ آنے دے اللہ تعالےٰ کے نزدیک اوسکی عزت زیادہ ہے
حیض کے زمانہ میں نماز روزہ اعتکاف طواف قرآن کی قرات اور قرآن کے
چھونے سے ہر عورت کو باز رہنا چاہیئے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ

بی بیاں تمہاری کہیتیاں ہیں واسطے تمہارے پس جاؤ کہیت اپنے میں جس طرح چاہو تم اور آگے بہیجو واسطے جانوں اپنی کے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور ڈرو اللہ سے اور جانو یہ کہ تم ملنے والے ہو ہیں سے اور خوشخبری دے ایمان والوں کو

صحیح بخاری اور مسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ کی روایتہ سے جو شان نزول
اس آیتہ کی بیان کیگئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہود سوائے کروٹ کے
بل لٹا کر عورت سے صحبت کرنے کے اور کسیطرح صحبت کرنے کو جائز نہیں کہتے
تھے اسکا چرچا صحابا میں ہوا اوس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی حاصل مطلب
آیتہ کا یہ ہے کہ عورت کی مثال کہیت کی ہے اور نطفہ کی مثال بیج کی اور اولاد
کی مثال پیداوار کی اسلئے کہیت والے کو جسطرح اپنے کھیت میں بیج بونے کا
اختیار ہے اسی طرح تم کو بھی ہر پہلو سے اپنی عورتوں کے ساتھ صحبت کرنے کا
اختیار ہے۔ کہیتی کی مثال دیکر جو اللہ تعالےٰ نے عورت کے ساتھ صحبت کرنیکی
اجازت دی ہے اوس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ شیعہ لوگوں
اور بعضے سنی علماء نے عورت کی گندی پیخانہ کی جگہ میں بھی صحبت کرنے کا مطلب

جو آیتہ سے نکلا ہے وہ مرضی الٰہی کے مخالف اور اللہ تعالےٰ کی خفگی پیدا کرنیکا سبب ہے اسیواسطے ترمذی نسائی وغیرہ میں جو عبداللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے اوسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ایسا برا کام کریگا قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اوسکی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ اوس دن جسکو اللہ تعالےٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا اوسکا ٹھکانا سوائے دوزخ کے اور کہاں ہو سکتا ہے صحیح بخاری مسلم ترمذی اور مسند امام احمد بن حنبل میں ابو ہریرہؓ سے اور ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ عورت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اسلئے پسلی کی ہڈی کی کجی کی طرح ہر عورت کے مزاج میں ایک طرح کی کجی ہوتی ہے مگر میری امت میں کامل ایماندار وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ رکھے اور عورت کے مزاج کی کجی پر صبر کرے ان حدیثوں کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ میاں بیوی کے ذکر کی آیتہ میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر کر نیک عملوں کے کرنیکا جو حکم ہے اوسمیں ہر عیالدار شخص کو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ رکھنے کا حکم ہے کیونکہ یہ نیک عمل ایسا ہے جسکی پابندی کرنے والے لوگوں کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کامل ایمان والے لوگ فرمایا ہے اور اللہ تعالےٰ نے آیتہ میں اپنے رسول کی معرفت ایسے لوگوں کو جنت کے ملنے کی خوشخبری سنائی ہے۔ ترمذی نے

حضرت عائشہؓ کی اُوپر کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اور مت کرو اللہ کے نام کو نشانہ واسطے قسموں اپنی کے یہ کہ بھلائی نہ کرو اور پرہیزگاری اور صلح نہ کرو درمیان لوگوں کے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

نہیں پکڑتا تم کو اللہ ساتھ بے قصد بکنے قسموں تمہاری کے و لیکن پکڑتا ہے تم کو ساتھ اس چیز کے کہ کمایا دلوں تمہارے نے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا

تفسیر ابن کثیر میں علی بن طلحہ کی سند سے عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے جسمیں آیۃ کے معنے یہ ہیں کہ کسی نیک کام سے باز رہنے پر اللہ کی قسم کھا کر اوس قسم کو نیک کام سے باز رہنے کی اڑ نہ ٹھیرانا چاہیئے بلکہ اوس قسم کا کفارہ دیکر اوس نیک کام کو کر لینا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تکیہ کلام کے طور پر زبان سے قسم کا لفظ نکل گیا ہے تو نیک کام کا کر لینا ہی اس قسم کا کفارہ ہے کیونکہ اسی قسم کو یمین لغو کہتے ہیں جسکے معنے بے فائدہ قسم کے ہیں اس قسم کا ذکر آیۃ میں ہے کہ یمین لغو پر کچھہ مواخذہ نہیں ہے ہاں اگر وہ قسم دل کے ارادہ سے ہے جس کا ذکر آخر آیۃ میں ہے تو ایسی قسم کا کفارہ دیکر نیک کام کر لینا چاہیئے۔ قسم کے کفارہ کا ذکر سورۃ المائدہ میں آویگا کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلا دیا جاوے۔ یا ایک غلام آزاد کیا جاوے یا تین روزے رکھے جاویں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبدالرحمن بن سمرہ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بات پر قسم کھاوے اور اس پہلی بات سے بہتر کوئی دوسری بات نظر آجاوے۔

تو قسم کا کفارہ دیکر اوس دوسری بات کو کرلے۔ اس حدیث سے عبد اللہؓ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے کہ کسی نیک کام سے باز رہنے پر اللہ کی قسم کھا کر اوس قسم کو نیک کام سے باز رہنے کی آڑ نہ ٹھیرایا جاوے بلکہ قسم کا کفارہ دیکر اوس نیک کام کو کرلیا جاوے یہ عبد الرحمنؓ بن سمرہ فتح مکہ پر اسلام لائے پھر عثمانؓ کی خلافت میں سجستان انہوں نے فتح کیا۔ عبد اللہؓ بن عباس نے ان سے بہت حدیثیں روایت کی ہیں۔

واللہ سمیع علیم۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ زبان سے جو کچھ انسان کہتا ہے وہ سب اللہ تعالے سنتا ہے اور ہاتھ پیر سے جو کچھ کرتا ہے وہ سب جانتا ہے۔

واللہ غفور حلیم۔ اسکا مطلب ہے کہ بغیر دل کے ارادہ کے جو قسم ہے اللہ تعالیٰ نے اوس سے درگزر فرما کر اس قسم پر کفارہ کا حکم نہیں دیا۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ ... فَاِنَّ اللّٰهَ

واسطے ان لوگوں کے کہ قسمیں کھاتے ہیں عورتوں اپنی سے انتظار کرنا ہے چار مہینے کا پس اگر پھر آویں پس تحقیق اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

بخشنے والا مہربان ہے اور اگر قصد کریں طلاق کا پس تحقیق اللہ تعالے سننے والا جاننے والا ہے

بیہقی وغیرہ میں عبد اللہؓ بن عباس سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب میں یہ عادت تھی کہ جو شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے خفا ہوجایا کرتا تھا تو کئی کئی برس تک اپنی بیوی سے صحبت کرنے کی قسم کھا لیا کرتا تھا۔

اس قسم کو ایلا کہتے ہیں۔ اسلام کے بعد اللہ تعالے نے چار مہینے کی مدت ایلا کے لئے مقرر کرنے کا حکم اس آیتہ میں دیا۔ اب اگر کسی شخص نے چار مہینے سے زیادہ ایلا کیا تو چار مہینے کے بعد یا تو اوس شخص کا ملاپ اوسکی بیوی سے کرا دیا جاویگا یا طلاق دلوادی جاویگی بعضے علما جو یہ کہتے ہیں کہ ایلا میں چار مہینے پورے ہو جانے کے بعد خود طلاق پڑ جاتی ہے یہ قول عبدؓ اللہ بن عمرؓ کی اوس روایتہ کے مخالف ہے جو صحیح بخاری میں ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ چار مہینے کے بعد ایلا کرنے والے شخص کا اوسکی بیوی سے یا تو ملاپ کرا دیا جاوے یا طلاق دلوا دیجاوے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ اور عمرؓ سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کی مدت کیلئے ایلا کیا تھا ان حدیثوں سے اُن علماء کا قول صحیح نہیں معلوم ہوتا جو یہ کہتے ہیں کہ چار مہینے کی مدت کے اندر ایلا نہیں ہو سکتا۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ

اور طلاق والیاں انتظار کریں ساتھ جانوں اپنی کے تین حیض تک اور نہیں حلال واسطے انکے یہ کہ چھپاویں جو کچھ پیدا کیا ہی اللہ تعالے نے

اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا

بیچ رحموں اُن کی کے اگر ہیں ایمان لاتیں ساتھ اللہ تعالے کے اور ان پچھلے کے اور خاوند انکے بہت حقدار ہیں ساتھ پھیر لینے انکے بیچ اسکے اگر چاہیں صلح کرنا

اس آیتہ میں فقط اون عورتوں کی عدت کا ذکر ہے جن سے نکاح کے بعد صحبت بھی ہوئی ہو اور اونکو حیض آتا ہو بہت چھوٹی عمر یا بہت بڑی عمر کے سبب سے حیض بند ہو گیا ہو اور انکو حمل بھی نہ ہو کیونکہ سورۃ الاحزاب

میں آویگا کہ جس عورت کو صحبت سے پہلے طلاق دیدیجاوے اوس عورت کی عدت نہیں ہے اور سورۃ الطلاق میں آویگا کہ چھوٹی عمر یا بہت بڑی عمر کے سبب سے جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو اونکی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورت کی عدت بچے کے پیدا ہونے تک ہے۔ عورتوں کو عادت کے موافق کچھ دن تک خون جو آتا ہے اوسکو حیض کہتے ہیں اور حیض کے بعد عورتوں کے پاک رہنے کے دنوں کو طہر کہتے ہیں۔ آیتہ میں ثلاثتہ قروء جو فرمایا اس سے تین حیض اور تین طہر دونوں معنے سمجھے جاتے ہیں کیونکہ قروء کا لفظ حیض اور طہر دونو معنے میں بولا جاتا ہے اس سبب سے بعضے علما ثلاثتہ قروء کے معنے تین حیض کے قرار دیتے ہیں اور بعضے تین طہر کے لیکن ابن ماجہ دارقطنی اور موطا میں عبد اللہ بن عمرؓ کا جو یہ قول ہے کہ آزاد عورت کی مدت تین حیض ہی اور لونڈی کی عدت دو حیض اس قول کو دارقطنی نے صحیح کہا ہے یہ بات اصول حدیث میں ٹھیر چکی ہے کہ جس باب میں رائے کا دخل نہ ہو اوس باب میں صحابی کا قول حدیث نبوی کے حکم میں ہوتا ہے اب یہ تو ظاہر ہے کہ عدت کی مدت کے ٹھیرانے میں رائے کا دخل کچھہ نہیں ہے اسلیئے عبد اللہؓ بن عمر کا اوپر کا صحیح قول صحیح حدیث کی برابر سمجھا جاویگا اور جن علما نے ثلاثتہ قروء کے معنے تین حیض کے قرار دئے ہیں اونکا مذہب حدیث کے موافق ٹھیریگا۔

عدت کی مدت گہٹانے بڑھانے میں بعضی عورتیں جب اپنا دنیوی فائدہ

دیکھتی تھیں تو حیض اور حمل کی حالت کو صحیح صحیح نہیں بتلاتی تھیں ایسی عورتوں کو
ڈرانے کے لئے آگے فرمایا کہ جن عوتوں کا اللہ کے حکم پر ایمان پکا ہے اور قیامت
کے دن اللہ تعالے کے سامنے کھڑے ہونے اور تمام عمر کے سب نیک و بد کاموں
کے حساب کا اونکے دل میں ڈر ہے اونکو حیض اور حمل کا حال چھپانا حرام ہے۔
اسلئے حیض اور حمل کا جو سچا حال ہو اونہیں بیان کر دینا چاہیئے۔ عورتوں کی فائدہ
کی صورت حیض اور حمل کے چھپانے میں یہ تھی کہ عدت کی مدت بڑھا کر وہ مرد سے
روٹی کپڑے کا خرچ زیادہ لیتی تھیں۔

وبعولتہن احق بردہن۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ طلاق والی عوتوں کے
خاوندکا نکاح دو طلاقوں کی عدت تک باقی رہتا ہے۔ اسلئے اونکو پورا حق
حاصل ہے کہ وہ عدت کی مدت کے اندر بغیر نکاح کے اپنی عورتوں سے ملاپ
کرلیں اور وہ جب اس ملاپ کا ارادہ کریں تو عورتوں یا عورتوں کے
رشتہ داروں کو یہ حق نہیں ہے کہ اس ملاپ میں کچھ جھگڑا نکالیں۔

ان ارادوا اصلاحا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اوس ملاپ میں یہ شرط
ہے کہ مرد عورت دونو اس ملاپ کو میل جول سے آیندہ نباہنے کا ارادہ
دل میں رکھیں ایسا نہ ہو کہ آئے دن کے جھگڑوں سے گھڑی گھڑی طلاق
اور ملاپ کی ضرورت پڑے کیونکہ اس طرح کا ملاپ اللہ تعالے کو پسند نہیں
ہے۔ صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبداللہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آپ تو سمندر میں تخت بچھا کر بیٹھ جاتا ہے
اور لوگوں کے بہکانے کے لئے اپنے شیاطینوں کو بھیجدیتا ہے پھر شیاطینوں
میں سے جو شیاطین میاں بیوی میں لڑائی کرا دیتا ہے اوس سے شیطان بہت
خوش ہوتا ہے کیونکہ اس لڑائی سے اوسکو یہ امید ہوتی ہے کہ شاید اس
لڑائی سے آیندہ طلاق کی نوبت آجاوے اور طلاق کے سبب سے جب
میاں بیوی میں جدائی ہو جاوے تو انکو بہکا کر بدکاری اور طرح طرح کے
اور گناہ کرا دئے جاویں۔ اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب
اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ شیطان ہر وقت میاں بیوی میں لڑائی کرانے
اور اوس سے خوش ہونے کا موقع تاکتا رہتا ہے اسواسطے ہر مسلمان میاں
بیوی کو چاہیئے کہ اپنے اوس قدیمی دشمن کو خوش ہونے کا موقع ندیں۔ اور
ہمیشہ میل جول سے رہ کر اپنے اوس دشمن کو جلاتے رہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور واسطے انکے ہے مانند اسکے جو اوپر انکے ہے ساتھ اچھی طرح کے اور واسطے مردوں کے اوپر انکے درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔

صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر مردوں کا یہ حق ہے کہ مرد جس شخص کا اپنے گھر
میں آنا پسند نہ کرے مرد کے پیچھے عورت ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دے اور
مردوں پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ مرد عورت کے ساتھ میل جول سے رہے

عورت کو روٹی کپڑا اچھی طرح سے دے۔ اس حدیث سے مرد کا جو حق عورت پر ہے وہ اور عورت کا جو حق مرد پر ہے وہ اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے اور یہ بات بھی سمجھہ میں آجاتی ہے کہ مرد کو عورت پر یہ فضیلت ہے کہ مثلاً مرد جس شخص کا اپنے گھر میں آنا پسند نہ کرے عورت ایسے شخص کے گھر میں نہ آنے دینے میں مرد کی فرمان برداری کرے۔

واللہ عزیز حکیم۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جو مرد یا عورت اللہ کے حکموں کے مخالف عمل کرے گا قیامت کے دن اللہ اوس سے اس مخالفت کا بدلہ لینے میں بڑا زبردست ہے صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ اوس نے اپنی حکمت سے شریعت کے سب احکام لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دئے ہیں۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

یہ طلاق دو بار ہے پس بند کر رکھنا ساتھہ اچھی طرح کے یا نکال دینا ساتھہ اچھی طرح کے۔

مطلب اس آیتہ کا یہ ہے کہ وہ طلاق جسمیں عدت کے اندر خاوند بغیر نکاح کے اپنی بیوی سے ملاپ کرسکتا ہے وہ دو دفعہ کی طلاق ہے اگر دو دفعہ کی طلاق کی عدت گزر جاویگی تو پھر بغیر نکاح کے ملاپ نہیں ہوسکتا بلکہ پھر نئے نکاح کی ضرورت پڑیگی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ آیتہ کے اس مطلب پر سب علما کا اتفاق ہے اسمیں کسی کو کچھہ اختلاف نہیں ہے۔ اس طلاق کو رجعی اسلیئے کہتے ہیں کہ اس طلاق کی عدت کے اندر خاوند بغیر

نکاح کے اپنی بیوی کے میل ملاپ کی طرف مائل اور رجوع ہو سکتا ہے۔

فامساک بمعروف۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس ملاپ کے بعد آیندہ ایماندار مرد ایسے اچھے برتاؤ سے عورت کے ساتھ گذران کرے جسطرح نیک لوگوں میں گذران کرنے کا دستور ہے ایسا نہ ہو کہ ہر روز کے جھگڑوں سے گھڑی گھڑی طلاق اور ملاپ کی ضرورت پڑے کیونکہ اس طرح کا ملاپ اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں ہے۔ اوتسریح باحسان۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مرد کو ملاپ پر قائم رہنے کی امید نہ ہو تو کسیطرح کی ایذا دینے کے بغیر ہنسی خوشی سے تیسری طلاق دیکر عورت کو بالکل آزاد کر دے۔

صحیح مسلم ابوہریرہ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت میں اگر کچھ عادتیں بری ہوتی ہیں تو کچھ اچھی بھی ہوتی ہیں مسلمان عورت کی سب عادتوں کو دل میں گذران کرے۔ یہ حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اگرچہ آیتہ میں طلاق کی اجازت ہے لیکن ہر مرد کے ایمان کی یہ نشانی ہے کہ شیطان کے بہکانے سے عورت کی فقط بری عادتوں کا خیال دل میں لاکر عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو ساتھ ہی اسکے عورت کی اچھی عادتوں کا خیال دلمیں لا کر اوس ارادہ سے باز رہے

وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئًا اِلَّآ اَنْ یَّخَافَا

اور نہیں حلال واسطے تمہارے یہ کہ لے لو کچھ چیز سے کہ دیا ہو تم نے اُن کو کچھ مگر یہ کہ ڈریں

أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ

یہ کہ نہ قایم رکھیں گے حدوں اللہ تعالیٰ کی کو پس اگر ڈرو تم یہ کہ نہ قایم رکھیں گے حدوں اللہ تعالیٰ کی کو پس نہیں گناہ اوپر اُن کے بیچ اُس چیز کے کہ بدلہ دے

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ

یہ ہیں حدیں اللہ تعالیٰ کی پس مت گذرو اُن سے اور جو کوئی گذر جاوے حدوں اللہ کی سے پس یہ لوگ وہی ہیں ظالم۔

سورہ نساء میں آویگا کہ مرد کی طرف سے ناموافقت پیدا ہوکر مرد ایک عورت کو طلاق دینا اور دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے اور پہلی عورت کو مجبور کرے کہ وہ اپنے مہر میں سے مرد کو کچھ دے تو مرد کو ایسا مال عورت سے لینا جائز نہیں ہے شروع آیتہ میں اوس ممانعت کا ذکر فرماکر اوس ذکر میں سے ایک خاص صورت کو الگ کیا گیا ہے کہ ناموافقت اگر عورت کی طرف سے ہو اور مرد کی مرضی عورت کے چھوڑنے کی نہ ہو اور مرد عورت دونو کے دل میں یہ خوف ہو کہ وہ شریعت کے موافق آیندہ نباہ نہ کرسکیں گے اور اس خوف سے عورت مرد کو کچھ مال دیکر جدائی پر راضی ہو تو عورت کو یہ مال دینا اور مرد کو یہ مال لینا جائز ہے اس صورت کو شرع میں خلع کہتے ہیں صحیح بخاری اور نسائی میں عبداللہؓ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک عورت نے اپنے خاوند سے ناموافقت کا ذکر کرکے خاوند سے الگ ہوجانے کی خواہش ظاہر کی اوس پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے خاوند نے

مہر کی ادائی میں ایک باغ جو دیا ہے اوسکے پھیر دینے پر تو راضی ہے اوس
عورت نے کہا کہ ہاں راضی ہوں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس
عورت سے وہ باغ مرد کو دلوا کر مرد اور عورت میں جدائی کرا دی۔ اس حدیث
میں ایک طلاق کا ذکر بعضی روایتوں میں ہے اور بعضی میں نہیں ہے اسواسطے
عبداللہ بن عباس خلع میں طلاق کے قائل نہیں یہ حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے
جسکا حاصل یہ ہے کہ آیتہ میں جس طرح کی عورت کی ناموافقت کا ذکر ہے
اوسی طرح کا ایک مقدمہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش ہوا
اور آپ نے مہر کی ادائی کا باغ عورت سے مرد کو دلوا کر مرد اور عورت میں
جُدائی کا حکم دیدیا۔ نسائی میں ربیع بنت معوذ کی صحیح روایتہ ہے جسمیں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خلع والی عورت کو ایک حیض کے آنے تک
کی عدت کا حکم بھی دیا۔ اس سے اون علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے
جو یہ کہتے ہیں کہ خلع میں طلاق رجعی نہیں ہے کیونکہ اگر طلاق رجعی ہوتی تو قرآن
کے حکم کے موافق تین حیض کی عدت ہوتی۔ خلع کے بعد ایک حیض کے آجانے
کا انتظار تو فقط اسواسطے ہے کہ حیض کے آجانے کے بعد یہ بات ظاہر ہو جاوے
کہ عورت کو حمل نہیں ہے حیض کے آنے سے پہلے اگر عورت دوسرا نکاح کر لیتی
اور پھر حمل کا حال معلوم ہوتا تو یہ دہوکا رہتا کہ حمل پہلے خاوند کے نطفہ سے ہی
یا دوسرے کے۔

قرآن شریف میں حکم ہے کہ دو بہنوں سے ساتھ ساتھ نکاح کرنا
حرام ہے۔ اس حکم سے سالی کے ساتھ نکاح کے حرام اور حلال کی حد اچھی طرح
سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہر شخص کو اپنی بیوی کی زندگی میں سالی کے ساتھ نکاح
کرنا حرام ہے اور بیوی کے مرجانے کے بعد حلال ہے۔ اس مطلب کے ادا
کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کے احکام کو اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حدیں
فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حدوں سے باہر
ہوا وہ گنہگار ہے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

پس اگر طلاق دیوے اسکو پس نہیں حلال ہوتی واسطے اسکے پیچھے اسکے یہانتک کہ نکاح کرے اور خصم سے سوا اسکے پس اگر طلاق دیوے وہ اسکو پس نہیں گناہ اوپر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

ان دونوں کے یہ کہ پھر مل جاویں اگر جانیں یہ کہ قائم رکھیں گے حدیں اللہ کی اور یہ حدیں اللہ کی بیان کرتا ہے انکو واسطے اس قوم کے کہ جانتی ہے

اوپر او تسریح باحسان جو فرمایا تھا یہ آیۃ اوسکی تفسیر ہے حاصل معنے آیۃ
کے یہ ہیں کہ دو طلاقوں کی عدت کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تیسری طلاق
دے اور اس طلاق کی عدت کے بعد وہ عورت کسی شخص سے دوسرا نکاح کرے
اور اس دوسرے خاوند سے فقط خلوت نہیں بلکہ صحبت بھی ہو جاوے
اور اتفاق سے یہ وہ دوسرا خاوند بھی اس عورت کو طلاق دیدیوے تو اس
طلاق کی عدت کے بعد پہلا خاوند اس عورت سے اپنی گزراوقات اچھی طرح

خیال کرے تو وہ اس عورت سے پھر نکاح کر سکتا ہے۔ اس صورت کو شرع میں حالہ کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اوس نے کہا کہ میں پہلے رفاعہ قرظی کے نکاح میں تھی رفاعہ نے مجھکو تین طلاقیں دیکر چھوڑ دیا پھر میں نے عبد الرحمن بن الزبیر سے نکاح کر لیا لیکن وہ نامرد ہے اب میں عبد الرحمن سے طلاق لیکر رفاعہ سے پھر نکاح کر سکتی ہوں۔ اسپر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک عبد الرحمن صحبت نکرے اوسوقت تک تو رفاعہ سے نکاح نہیں کر سکتی۔ یہ حدیث حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تین طلاق والی عورت جس شخص سے دوسرا نکاح کرے وہ شخص جب تک اس عورت سے صحبت کرے اوسوقت تک یہ عورت پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں جا سکتی۔

بعضے علما یہ جو کہتے ہیں کہ ایسی عورت کو دوسرے شخص سے فقط نکاح کر لینا کافی ہے صحبت ضروری نہیں ہے اونکا قول اس صحیح حدیث سے مخالف ہے۔ آیت کے آگے کے ٹکڑے کی تفسیر اوپر کی آیت میں گزر چکی ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پس پہنچیں وقت اپنے کو پس بند رکھو اون کو ساتھ بھلی طرح کے یا نکال دو اون کو ساتھ اچھی طرح کے

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ

اور مت بند رکھو انکو ایذا دینے کو تاکہ زیادتی کرو اور جو کوئی کرے گا یہ بیشک ظلم کیا اُسنے جان اپنی کو

ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے لوگوں نے عورتوں کو ستانے کے لئے یہ عادت اختیار کر لی تھی کہ پہلے عورتوں کو رجعی طلاق دیتے تھے اور پھر عدت کے ختم ہونے کے قریب ملاپ کر لیتے تھے اور مدتوں تک یہی سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ طلاق رجعی اور اُسکی عدت کے اندر ملاپ کر لینے کا حکم اللہ تعالےٰ نے مرد اور عورت کی آسانی کے لئے نازل فرمایا ہے جو لوگ اس حکم کی تعمیل غلط طور پر کرکے عورتوں کو ستاتے اور اون پر زیادتی کرتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی مخالفت کے عذاب میں قیامت کے دن پکڑے جاوینگے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت کے طور پر عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ طلاق کے باب میں یا اور کسی باب میں خلاف شریعت عورتوں کو جو لوگ ستائینگے اور قرآن کی آیتہ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی تاکیدی وصیت کو نہ مانیں گے ایسے لوگوں سے قیامت کے دن ضرور مواخذہ ہوگا جس مواخذہ سے فقد ظلم نفسہ فرما کر اللہ تعالے نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے۔

وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اور مت پکڑو آیتیں اللہ تعالی کی کو ٹھٹھا اور یاد کرو نعمت اللہ کی کو اوپر اپنے اور جو کچھ اتارا ہے اوپر تمہارے

مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

کتاب سے اور حکمت سے نصیحت کرتا ہے تم کو ساتھ اسکے اور ڈرو اللہ تعالی سے اور جانو یہ کہ اللہ تعالی ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے

ابن ماجہ میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ گھڑی گھڑی رجعی طلاق دیتے ہیں اور پھر عدت کے اندر اوس سے رجوع کر لیتے ہیں جس سے اونہوں نے طلاق اور رجوع کے احکام کو ہنسی کھیل ٹھیرا رکھا ہے۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب در منثور میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جن لوگوں کو آیۃ میں اللہ کے حکموں کو ہنسی ٹھیرانے والا فرمایا یہ وہی لوگ ہیں جو گھڑی گھڑی رجعی طلاق دیکر پھر اوس سے رجوع کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اسلام کی نعمت رسول کے بھیجنے کی نعمت اور رسول پر قرآن کے نازل کرنے کی نعمت قرآن کی ہر طرح کی نصیحت کی نعمت کو تم لوگ بھول گئے جو تم نے گھڑی گھڑی

کی طلاق اور اُس سے رجوع کی اسلام سے پہلے کی عادت کو اختیار کیا ہی
اب بھی اللہ سے ڈرو اور اس بات کو خوب جان لو کہ اللہ کا علم بہت بڑا ہے
اوسکو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے اوس نے اپنے مرضی کے مخالف کاموں
کی سزا کا دن اپنے علم غیب میں ٹھیرا رکھا ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن
عمرو بن العاص سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے بعد جو کچھ دُنیا میں ہونے والا تھا دُنیا کے پیدا
ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم غیب کے موافق وہ سب اللہ تعالیٰ
نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعری سے
روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے رات
کے عمل دن نکلنے سے پہلے اور دن کے عمل رات ہونے سے پہلے عملوں کے
لکھنے والے فرشتے اللہ تعالے کے ملاحظہ میں پونہچا دیتے ہیں۔

ان حدیثوں سے واعلموا ان اللہ بکل شئ علیم کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا
ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک تو اللہ تعالے کا قدیمی علم غیب ہے جسکے موافق
انسان کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالے نے لوح محفوظ میں یہ
لکھ لیا ہے کہ جب انسان کو اختیار اور ارادہ دیکر دنیا میں پیدا کیا جاویگا تو
کتنے آدمی نیک کام کرینگے اور کتنے بد مگر انصاف کی نظر سے اللہ تعالے نے
جزا اور سزا کا فیصلہ اپنے علم غیب پر نہیں رکھا بلکہ جزا اور سزا کا فیصلہ انسان کے

ظاہری عملوں پر رکھا ہے اسیواسطے ہر شخص کے ساتھ اوس ظاہری عملوں کے لکھنے کے لئے دو فرشتے رہتے ہیں جن میں سے ایک انسان کے نیک عمل لکھتا ہے اور دوسرا بد اسی کو اعمالنامہ کہتے ہیں۔

اس اعمال نامہ کا ذکر ابو موسیٰ اشعری کی اوپر کی حدیث میں ہے کہ لوگوں کے رات کے عملوں کا اعمال نامہ دن نکلنے سے پہلے اور دن کے عملوں کا اعمالنامہ رات ہونے سے پہلے وہ فرشتے اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ میں پہنچا دیتے ہیں سورۃ الاعراف میں آویگا کہ یہی اعمال نامے قیامت کے دن تولے جاوینگے جنکی نیکیوں کے اعمال نامے بھاری ہونگے اونکا فیصلہ جنت میں جانے کا ہو جاوے گا اور جنکے بدیوں کے اعمال نامے بھاری ہونگے اونکا فیصلہ دوزخ میں جھونکے جانے کا ہو جاویگا۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا

اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پس پہنچ جاویں عدت اپنی کو پس مت منع کرو ان کو یہ کہ نکاح کریں خاوندوں اپنے سے جب راضی

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ہوں آپس میں ساتھ اچھی طرح کے یہ بات نصیحت کیا جاتا ہے ساتھ اسکے جو کوئی ہو تم میں سے ایمان لاوے ساتھ اللہ کے اور آخرت کے

ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

یہ بہت پاکیزہ ہے واسطے تمہارے اور بہت پاک ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

صحیح بخاری ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ میں معقل بن یسار سے اس

آیتہ کی شان نزول کی جو روایتہ ہے اوسمیں وہ کہتے ہیں کہ اونہوںنے اپنی بہن جمیلہ کا نکاح ایک شخص عاصم بن عدی سے کردیا تھا۔ کچھ دنوں تک تو وہ میاں بیوی اچھی طرح سے رہے پھر عاصم نے جمیلہ کو طلاق دیدی اور عدت کے اندر رلاپ بھی نہیں کیا۔ جب جمیلہ کی عدت گزرچکی تو کئی جگہ سے جمیلہ کے نکاح کا پیغام آیا اور عاصم نے بھی جمیلہ کے نکاح کا پیغام بھیجا۔ عاصم پہلے جمیلہ کو طلاق دے چکا تھا اوس بات کے رنج سے میں نے قسم کھالی کہ میں عاصم کا نکاح جمیلہ سے نہ کرونگا اوسپر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی۔ حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ اے عورتوں کے وارثو جب کسی عورت کو اوسکا خاوند طلاق دیدے اور عدت کے اندر تو وہ رلاپ نہ کرے لیکن عدت کے گزرجانے کے بعد وہی شخص اوس عورت کے نکاح کا پیغام بھیجے اور اچھے برتاؤ سے رہنے کے وعدہ پر مرد اور عورت نکاح کرنا چاہیں تو تم اپنی رشتہ دار عورتوں کو اس نکاح سے منع نہ کرو۔ پھر فرمایا یہ نصیحت جو تم کو کیگئی ہے اسکا ماننا ایمانداری کی نشانی ہے کیونکہ اس نصیحت میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب مرد اور عورت نکاح پر راضی ہیں تو انکی دل کی خواہش سے اونکو روکنے میں انکے گناہ میں پڑجانے کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے جسکو تم نہیں جانتے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوموسیٰ اشعری رضؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی

اور ایماندار لوگوں کی مثال اچھی زمین کی بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آیۃ میں قرآن کی نصیحت کو ماننا ایماندار لوگوں کی نشانی جو فرمایا ہے اوسکا مطلب وہی ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ ایماندار لوگوں کے دل میں قرآن کی نصیحت اسی طرح کا اچھا اثر پیدا کرتی ہے۔ جس طرح مینہہ کے پانی کا اثر اچھی زمین میں ہوتا ہے جیسے آیۃ کی شان نزول کے قصہ میں ہے کہ پہلے تو معقلؓ بن یسار نے قسم کھالی تھی کہ وہ اپنی بہن جمیلہ کا نکاح عاصم سے نہ کرینگے لیکن جب آیۃ اوتری تو اونہوں نے آیۃ کی نصیحت کو سُنکر اپنی قسم کا کفارہ دیدیا اور جمیلہ کا نکاح جھٹ پٹ کر دیا۔ یہ معقلؓ بن یسار حدیبیہ کی بیعت میں شریک تھے۔ صحیح مُسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیبیہ کی بیعت میں جو صحابہ شریک تھے اونمیں سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائیگا۔ بصرہ میں نہر جو معقلؓ کے نام سے مشہور ہے وہ نہر انہوں نے ہی کھدوائی ہے۔ مرد اور عورت میں جب ایسا جھگڑا شروع ہوتا ہے جس سے آخر کو طلاق کی نوبت آجاتی ہے تو اس جھگڑے میں عورت کے وارث اکثر عورت کی پاسداری اور حمایت کی باتیں کرنے لگتے ہیں جن باتوں سے عورت کے خاوند کو اسقدر رنج ہوتا ہے کہ وہ آخر عورت کو طلاق دیدیتا ہے۔ اسلئے وارثوں کے ذکر میں طلاق کا ذکر تنبیہ کے طور پر فرمایا جسکا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے خاوندوں کی طلاق

میں عورت کے وارثوں کی سخت باتوں کو بھی دخل ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

اور بچے والیاں دودھ پلاویں اولاد اپنی کو دو برس پورے واسطے اس ... کے جو ارادہ کرے یہ کہ پورا کرے دودھ پلانا ......

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا

اور اوپر اس ... کے کہ لڑکا ہے اس کا کھلانا انکا اور پہنانا اُن کا ساتھ اچھی طرح کے نہیں تکلیف دیا جاتا کوئی جی مگر طاقت اپنی بھر

کبھی عورتوں کے خاوند عورتوں کو ایسی حالت میں طلاق دیدیتے ہیں کہ اُن عوتوں کی گودی میں بچہ بھی ہوتا ہے ایسی حالت میں یہ حکم فرمایا کہ بچّہ کی ماں دو برس تک بچہ کو دودھ پلائے اور بچّہ کا باپ اپنے مقدور کے موافق بچہ کی ماں کو روٹی کپڑا دے اور یہ مقدور کے موافق روٹی کپڑا دینے کا حکم اسواسطے ہے کہ اللہ تعالے کسی شخص کو اوسکے مقدور سے باہر کسیطرح کے بوجھ کے اوٹھانے کا حکم نہیں دیتا۔ اس آیتہ میں اور سورہ لقمان کی آیتوں میں اللہ تعالے نے بچہ کے دودھ پلانے کی مدّت دو برس کی فرمائی ہے۔ دارقطنی میں صحیح سند سے عبد اللہ بن عباس نے بھی دو برس کی مدت کو آیتہ کی تفسیر قرار دیا ہے اسواسطے امام مالکؒ امام شافعیؒ وامام احمدؒ کا مذہب بھی دو برس کا ہے مذہب حنفی میں امام محمد اور امام ابو یوسف کا مذہب تو دو برس کا ہے مگر امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک سورۃ الاحقاف کی آیتہ وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا کا یہ مطلب ہے کہ آیتہ میں فقط دودھ پلانے کے تین۳ مہینے کا ذکر ہے آیتہ کو

مختصر طور پر فرمانے کے لئے حمل کے تیس مہینے کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ آیتہ کے اس مطلب کے موافق امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت ڈہائی برس تک ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل اسکی فقہ کی کتابوں میں ہے۔

صحیح بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل میں براؓ بن عازب سے روایتہ ہی جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا ایک سال دس مہینے کی عمر میں جب انتقال ہوا تو اوسوقت تک ابراہیم دودھ پیتے تھے اونکی وفات کے بعد اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم کے لئے اللہ تعالے نے جنت میں انّا مقرر کردی ہے جو دودھ پینے کی مدت تک ابراہیم کو دودھ پلائے گی۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ جو بچہ دودھ پینے کی عمر میں مرجاوے اللہ تعالے اُسکے لئے جنت میں انّا مقرر کرکے دودھ کی مدت تک اوس بچہ کو دودھ پلواتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان شخص کے تین یا دو چھوٹی عمر کے بچے مرجاویں۔ وہ شخص جنتی ہے۔

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ

نہ ضرر دیجاوے ماں کو ساتھہ بچہ اپنے کے اور نہ باپ کو ساتھہ بچے اپنے کے اور اوپر وارث کے ہے مانند اسکے

اس آیتہ کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کے غصہ کے سبب سے نہ ماں

دودھ پلانے کی مدت کے اندر بچہ کو چھوڑ کر چلی جاوے نہ باپ اس مدت کے
اندر بچہ کو ماں سے جدا کر لینے کا ارادہ کرے اور اگر اس مدت کے اندر بچہ کے
باپ کا انتقال ہو جاوے تو بچے کے وارث دودھ پلانے کی مدت کے اندر
دودھ پلانے والی ماں کے روٹی کپڑے کے ذمہ وار رہیں گے۔ صحیح مسلم وغیرہ
میں حضرت عائشہؓ کا یہ جو قول ہے کہ کوئی عورت دودھ کی مدت کے باہر کسی
بڑی عمر کے لڑکے کو اپنا دودھ پلادے تو وہ عورت اوس لڑکے کے سامنے آسکتی
ہے اکثر علما حضرت عائشہؓ کے اس قول کے مخالف ہیں اور یہ کہتے ہیں۔ کہ
ترمذی میں جب ام سلمہؓ کی یہ صحیح روایت ہے کہ دودھ پلانے کی مدت کے
باہر دودھ پلانے سے نہ کوئی لڑکا کسی عورت کا دودھ کا بیٹا ہو سکتا ہے نہ
عورت دودھ کی ماں ہو سکتی ہے تو اس روایت کے موافق بھی عمل کرنا
چاہیئے۔ ترمذی نے ام سلمہؓ کی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ کی
حضرت عائشہؓ کی روایت سے ابو حذیفہؓ کے متبنّٰی بیٹے سالم کا یہ جو ایک قصہ ہے
کہ ابو حذیفہؓ کی بیوی نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا کہ
میں سالم کے سامنے ہوتی ہوں اور سالم کی عمر اب پردہ کرنے کے قابل
ہو گئی ہے اس پر اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کی بیوی سے
فرمایا کہ تم سالم کو اپنا دودھ پلادو پھر تم کو سالم سے پردہ کی ضرورت نہ رہیگی
اکثر علما اس قصہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ قصہ ابو حذیفہ کی بیوی اور سالم

کے حق میں خاص تھا اسیواسطے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں اسکے موافق عام طور پر عمل نہ ہونے سے اب بھی اسکے موافق عام طور پر حکم نہیں دیا جا سکتا ان ابو حذیفہ کا نام ھشم ہے اور یہ بدری صحابہ میں ہیں

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ

پس اگر ارادہ کریں دودھ چھوڑانا رضامندی آپس کی سے اور مصلحت سے پس نہیں گناہ اوپر اُن دونوں کے

حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ اگرچہ اوپر کی آیتوں میں بچہ کو دو برس تک دودھ پلانے کا حکم تھا لیکن اگر ماں باپ دونوں کی رضامندی اور مشورے سے دو برس کے اندر بچہ کے دودھ کے چھڑانے کا ارادہ ٹھیر جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اسلام میں مشورہ ایک ضروری چیز ہے اس آیتہ میں تو مشورہ کا فقط تذکرہ ہے لیکن سورہ آل عمران میں اللہ تعالے نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور سورہ شورے میں مشورہ کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اسی واسطے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ۔ مشورہ کے قابل کاموں میں صحابہ سے مشورہ کیا کرتے تھے چنانچہ سورۃ الانفال میں آوے گا کہ اپنے بدر کے قیدیوں کو صحابہ سے مشورہ لیکر چھوڑا تھا۔

جب سورۃ الاحزاب کی وہ آیتیں نازل ہوئیں جنکا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم تم اپنی بیویوں سے کہدو کہ اگر وہ

دُنیا کی خوشحالی چاہتی ہیں تو اونکی یہ خواہش اللہ کے رسول کے گھر میں تو پوری نہیں ہوسکتی اسلئے اونکو کچھ دیکر رخصت کردیا جاوے گا اور اگر وہ آخرت کی بہبودی کی خواہش سے جس حال میں ہیں اُس حال سے اللہ کے رسول کے گھر میں رہنا چاہتی ہیں تو اللہ تعالےٰ نے اُنکے لئے آخرت میں بڑا اجر ٹھیرا رکھا ہے۔ صحیح بخاری کی روایتہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پہلے پہل میرے حجرہ میں تشریف لائے اور آیتوں کا مطلب مجھے سُنا کر یہ فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ سے مشورہ لیکر اسکا جواب دینا۔ میں نے اسکا جواب دیا کہ میں تو آخرت کی بہبودی چاہتی ہوں۔ صحیح سند سے شعب الایمان بیہقی میں عبداللہؓ بن عباس سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لوگوں کو مشورہ کے قابل کاموں میں آپس میں مشورہ لینے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ مشورہ کے حکم کے موافق جس طرح اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم خود عمل کرتے تھے وہی عمل اُمت میں بھی جاری ہونا چاہتے تھے اسواسطے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مشورہ کے قابل ہر ایک کام کو آپس کے مشورہ سے کیا کریں۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ

اور اگر ارادہ کرو تم یہ کہ دودھ پلواؤ تم اولاد اپنی کو پس نہیں گناہ اوپر تمہارے جب سونپ دو تم جو کچھ

آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

دنیا کے کیا ہے ساتھ اچھی طرح کے اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جانو یہ کہ اللہ ساتھ اُس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہے۔

حاصل مطلب اس آیتہ کا یہ ہے کہ اگر کسی عذر سے بچہ کی ماں بچہ کو دودھ نہ پلا سکے اور یہ ارادہ ٹھیر جاوے کہ کوئی انّا نوکر رکھی جا کر اوسکا دودھ بچہ کو پلایا جاوے تو آپیں کچھ حرج نہیں ہے لیکن دودھ پلانے والی ماں اگر ایسی عورت ہے کہ اوسکو طلاق دی جا چکی ہے اور کچھ اجرت مقرر کیجا کر اوس سے بچہ کو دودھ پلوایا جاتا تھا تو اوسکی پوری اُجرت اوسکو دیدیجاوے اور ہر وقت ہر ایک کام میں اللہ کا یہ خوف دل میں رکھا جاوے کہ اللہ ہر شخص کے کاموں کو دیکھتا ہے۔ صحیح بخاری اور مُسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایتہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس انّا کا کوئی بچہ دودھ پیئے جو اس دودھ کے رشتہ کے سبب سے اگر دودھ پینے والا لڑکا ہو تو اوس دودھ کی ماں بہن پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی حرام ہو جاتی ہیں اور اگر دودھ پینے والی لڑکی ہو تو انّا کے خاوند کی وہ لڑکی دودھ کی بیٹی ٹھیر کر حرام ہو جاتی ہے دودھ کی ماں اور بہن کے حرام ہونے کا ذکر سورۃ النساء میں ہے باقی کی عورتوں کے حرام ہونے کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ صحیح مُسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی روایتہ ایک جگہ گزر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے عملوں کے اعمال نامے دن نکلنے سے پہلے اور دن کے

عملوں کے اعمالنامے رات سے پہلے ہر روز اللہ تعالے کے ملاحظہ میں پیش ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے آیۃ کے اس ٹکڑے کا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالے ہر شخص کے کاموں کو دیکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ

اور جو لوگ کہ مرجاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بی بیاں اپنی انتظار دیویں جانوں اپنی کو چار مہینے اور دس

عَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

دن کا پس جب پہنچیں مدت اپنی کو پس نہیں گناہ اوپر تمہارے بیچ اس چیز کے کر کرتی ہیں بیچ حق جانوں اپنی کے ساتھ اچھی طرح کے اور اللہ تم ساتھ

اوپر طلاق کی عدت کا ذکر تھا اور اس عدت میں بعضی عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنکی گودی میں بچہ اور وہ بچہ ماں کا دودھ پیتا ہوتا ہے اسلئے طلاق کی عدت اور خاوند کی وفات کی عدت کے بیچ میں بچہ کے دودھ پینے کے احکام بیان فرماکر اس آیتہ میں خاوند کی وفات کی عدت کا حکم بیان فرمایا۔ حاصل مطلب اس آیتہ کا یہ ہے کہ اے مسلمانو تم سے اگر کچھ آدمی ایسے مرجاویں جن کی عورتیں اونکے بعد بیوہ رہ جاویں تو ان بیوہ عورتوں کو چار مہینے دس دن خاوند کے مرجانے کا سوگ کرنا چاہیئے۔ سوگ یہ ہے کہ سوگ کے دنوں میں سوگ والی عورت اچھے کپڑے زیور نہ پہنے سرمہ نہ لگاوے خوشبو نہ لے غرض سب بناؤ سنگار چھوڑے۔ اگر بیوہ عورت حاملہ ہو تو اوسکی عدت بچہ کے پیدا ہو جانے تک ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ایک عورت سبیعہ اسلمیہ

کے قصہ کی جو روایتیں ہیں ان میں اس عدت کا ذکر تفصیل سے ہے۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔
نسائی۔ مسند امام احمد۔ موطا۔ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں جو روایتیں ہیں اُن کا
حاصل یہ ہے کہ جس گھر میں بیوہ کے خاوند کا انتقال ہوا جس گھر میں بیوہ کے انتقال
کی خبر آوے چار مہینے دس دن تک یا اگر حاملہ ہو تو بچہ کے پیدا ہونے تک بیوہ کو اس
گھر میں رہنا چاہیئے۔ ترمذی ابن حبان اور حاکم نے ان روایتوں کو صحیح کہا ہے۔ حضرت
عائشہ رض عبداللہ ابن عباس اسیطرح بعضے اور صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر بیوہ عورت
خاوند کی وفات کی عدت کے زمانہ میں دن کو ضرورت کے سبب سے کہیں باہر جاوے
اور رات کو اپنے گھر میں آن کر سو رہے تو جائز ہے۔ یہ وفات کی عدت کا حکم سب عورتوں
کے لیئے ہے۔ جن سے صحبت نہ ہوئی ہو یا بہت چھوٹی یا بہت بڑی عمر کے سبب سے
جنکو حیض نہ آتا ہو۔

آگے بیوہ عورتوں کے وارثوں کو یہ حکم دیا کہ جب ان بیوہ عورتوں کی عدت
گذر جاوے اور یہ اچھے کپڑے اور زیور پہنے تو تمہارے ذمہ اُسکا کچھ گناہ نہیں ہے
اس لیئے تم ان باتوں کو اپنے ذمہ کا گناہ سمجھکر ان بیوہ عورتوں کو عدت کے بعد ایسی
باتوں سے زبردستی نہ روکو اور اگر اس حکم کے بعد بھی تم ایسی جائز باتوں سے اُن کو
زبردستی روکو گے تو اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔ ایک دن وہ تم سے اس
زبردستی کا مواخذہ کرے گا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی
یہ روایت ایک جگہ اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

دُنیا کے پیدا ہونے کے بعد جو کچھ دُنیا میں پیدا ہونے والا تھا دُنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم غیب کے موافق وہ سب اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اِس حدیث کو واللہ بما تعملون خبیر کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اگرچہ ہر شخص کے پیدا ہونے سے ہزار ہا برس پہلے اللہ تعالےٰ کو اُس کے سب بُرے کاموں کی خبر ہے۔ لیکن دنیا میں پیدا ہو کر جب تک ہر شخص کوئی بُرا کام نہ کرے اُس وقت تک کسی بُرے کام کی سزا کا فیصلہ اُس کے حق میں کرنا ایک طرح کا ظلم تھا اور اللہ تعالےٰ نے ہر طرح کا ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابوذرؓ سے جو روایتیں ہیں اُن میں یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام ٹھیرا لیا ہے۔ اِسی واسطے بُرے عملوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد سزا کے فیصلہ کا اللہ تعالےٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ ہر شخص کے اعمالنامہ میں جو بُرے عمل فرشتے لکھتے ہیں دونو وقت اللہ تعالےٰ اُن اعمالناموں کا ملاحظہ فرماتا ہے۔ اور قیامت کے دن ان ہی اعمالناموں کے موافق فیصلہ کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ ہر شخص کے ہر روز کے اعمالنامہ کو صبح اور شام جو ملاحظہ فرماتا ہے صحیح مسلم کی ابوموسیٰ اشعری کی روایت کے حوالہ سے یہ ذکر ایک جگہ اوپر گذر چکا ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ

اور نہیں گناہ اوپر تمہارے بیچ اس چیز کے کہ پردہ کیا تم نے ساتھ اس کے منگنی عورتوں کی سے یا چھپا رکھا تم نے بیچ جانوں اپنی کے جانا اللہ

أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ

یہ کہ تم البتہ ذکر کرو گے اُن کا اور لیکن مت وعدہ دو اُن کو چھپے ہوئے مگر یہ کہ کہو اُن کو بات اچھی طرح سے

یہ ذکر اوپر آچکا ہے کہ رجعی طلاق کی عدت میں خاوند اپنی بیوی سے بغیر نکاح کے ملاپ
کر سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رجعی طلاق کی مدت تک طلاق سے پہلے کا نکاح باقی
رہتا ہے۔ اس اوپر کے ذکر کو اس آیتہ کے ساتھ ملانے سے آیتہ کا حاصل مطلب یہ
ہوا کہ اے مسلمانوں خاوند کی وفات کی عدت والی عورت سے یا سوائے رجعی طلاق
کے اور طلاق کی عدت والی عورت سے عدت کے بعد اگر تمہارا ارادہ نکاح کرنے کا ہو
تو عدت کے اندر صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام تو منع ہے اشارہ کے طور پر کسی دوسرے
مطلب سے تم اپنا وہ ارادہ ظاہر کر سکتے ہو۔ صحیح بخاری میں عبداللہؓ بن عباس کا
قول ہے۔ جس میں انہوں نے دوسرے مطلب سے نکاح کے ارادہ کو ظاہر کرنے کی
مثال یہ بیان فرمائی ہے کہ نکاح کا ارادہ رکھنے والا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی نیک عورت
مل جاوے تو میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ
احسان جتلایا کہ عدت کے بعد ایسی عورتوں سے نکاح کرنے کا ارادہ اگر تم دل میں چھپا
رکھتے ہو تو اللہ کو خوب معلوم ہے کہ ان عورتوں کا دھیان تم کو پریشان کرتا اسواسطے
آسانی کے لیئے اللہ تعالیٰ نے عدت کے اندر تم کو دوسرے مطلب سے نکاح کے
ارادہ کے ظاہر کرنے کی اجازت دیدی۔ اسلام سے پہلے یہ بھی ایک عادت تھی کہ
جو لوگ عدت کے بعد ایسی عورتوں سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ عدت کے
اندر ان عورتوں سے اپنے نکاح کا پکا وعدہ کرا لیتے تھے آگے اس عادت کو منع فرما کر
معمولی بات کہنے کی اجازت دی یہ معمولی بات وہی ہے جس کی مثال عبداللہؓ بن عباس

کے قول کے حوالہ سے اوپر گذری۔

بعضے علما نے اس آیت کے حکم کو خاوند کی وفات والی عورتون کے حق مین خاص ٹہرایا ہے۔ اور سوائی رجعی طلاق کے اور طلاق کی عورتون سے اس حکم کے متعلق ہونے مین اختلاف کیا ہے۔ جس کی تفصیل فقہ کی کتابون مین ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ سے روایت ہے جسمین اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ عورتون کے وارثون کو چاہیئے کہ بیوہ عورتون کا نکاح ان سے مشورہ لیکر کرین اس حدیث کو آیت کی تفصیل مین بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت مین جس طرح کے نکاح کے پیغام کا حکم ہے وہ پیغام تو بیوہ کے وارثون کے پاس جاوے گا پھر وارث بیوہ سے مشورہ لے کر اس پیغام کا کچھ فیصلہ کردین گے اس بات پر سب علما کا اتفاق ہے۔ کہ مشورہ لینے مین بیوہ اس پیغام کو قبول نہ کرے تو پھر وارث اس بیوہ کے اس پیغام کے قبول کرانے پر مجبور نہین کرسکتے طلاق کی عدت تین حیض ہے حاملہ عورت کی عدت بچہ کا پیدا ہونا خاوند کی وفات کی عدت چار مہینے دس دن یہ تینون حکم قرآن مین صاف ہین اس واسطے تمام علما کا اسپر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف کے حکم کے خلاف کسی عورت سے عدت کے اندر نکاح کرے تو صحیح نہیں ہے۔ سورۃ الاحزاب مین یہ جو حکم ہے کہ صحبت کرنے سے قبل جس عورت کو طلاق دیدی جاوے تو اس عورت کی عدت نہیں ہے۔ یہ حکم طلاق والی عورت کا ہے۔ اگر صحبت کرنے سے پہلے کسی عورت کا خاوند مر جاوے تو ایسی عورت

کا نکاح صحیح نہیں

کے لیے چار مہینے دس دن کی عدت کا حکم ہے چنانچہ ترمذی ابوداؤد و نسائی اور مسند امام احمد میں عبداللہ بن مسعود کی روایت میں جو قصہ ہے اس میں یہ حکم تفصیل سے ہے اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اور مت محکم کرو گرہ نکاح کی یہانتک کہ پہنچے لکھا ہوا وقت اپنے کو اور جانو یہ کہ اللہ تعالے

يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

جانتا ہے جو کچھ بیچ بیون تمہارے کے ہے پس ڈرو اس سے اور جانو یہ کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

حاصل مطلب اس آیۃ کا یہ ہے کہ عدت کی حالت میں کسی عورت سے نکاح کرنا ایسا سخت گناہ ہے۔ کہ نکاح تو نکاح اس نکاح کا دل میں ارادہ کرنا بھی اللہ سے ڈر کر کسی مسلمان کو نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس ارادہ کے وقت ہر مسلمان کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایسا بڑا ہے کہ وہ دل کے ارادہ تک کو جانتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بعضے گناہ گاروں سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور جب وہ لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کرینگے تو یہ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں جس طرح تمہارے گناہ لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیئے اسی طرح آج بھی وہ تمہارے گناہ میں کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتا اور اپنی رحمت سے وہ سب گناہ بخش دیتا ہوں اس حدیث سے ان اللہ غفور رحیم کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے

یعنے کہ اللہ تعالیٰ کی غفور رحیمی کی صفت تو اس سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اُس نے اُن لوگوں کے گناہ بخشدئے جن کا ذکر حدیث میں ہے اور اللہ تعالےٰ کی تحمل اور درگذر کی صفت اِس سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اُن لوگوں نے دُنیا میں گناہ کئے اور اللہ تعالےٰ نے اپنی درگذر کی صفت کو کام میں لاکر اُن کے گناہوں کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً

نہیں گناہ اوپر تمہارے اگر طلاق دو تم عورتوں کو جب تک کہ نہ ہاتھ لگایا ہو اُن کو یا نہیں مقرر کیا واسطے اُن کے مقرر کرنا

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝

اور فائدہ دو اُن کو اوپر کشائش والے کے ہے قدر اُسکی اور اوپر تنگی والے کے ہے قدر اُسکی فائدہ دینا ساتھ اچھی طرح کے حق ہوا اوپر نیکی کرنیوالوں کے

حاصل مطلب اس آیۃ کا یہ ہے کہ نکاح کے بعد جس عورت سے صحبت کی نوبت نہ آئی ہو اور نکاح کے وقت مہر بھی نہ ٹھیرا یا گیا ہو تو ایسی عورت کو طلاق کا دینا جائز ہے لیکن ایسی صورت میں اپنے مقدور کے موافق کچھ دیکر اُس عورت کو خوش کر دینا چاہیئے جو بہر حال کپڑوں کے ایک جوڑہ سے کم نہ ہو۔

صحیح بخاری اور مسلم میں سہلؓ بن سعد انصاری سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت اُمیمہ بنت شرحبیل سے نکاح کیا اور خلوت کے وقت اس عورت نے صحبت سے انکار کیا اسلئے آپ نے اس عورت کو طلاق دیدی اور ایک جوڑہ کپڑوں کا دیکر اوسکو رخصت کر دیا اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ ایسی عورت کو طلاق کے بعد کچھ دیا جاوے

وہ کپڑوں کے ایک جوڑہ سے کم نہ ہو۔ یہ سہل بن سعد قبیلہ خزرج میں کے مشہور صحابا
میں ہیں یہ سہل بن سعد بعضی حدیثیں مالک بن ربیعہ ابو اسید خزرجی سے روایتہ کیا کرتے ہیں
یہ حدیث بھی ایسی ہے کہ سہل بن سعد اور مالک بن ربیعہ ابو اسید دونو کی روایتہ سے ہے
یہ مالک بن ربیعہ ابو اسید بدری صحابا میں ہیں۔ آیتہ میں جس قسم کی عورتوں کے حق میں
یہ حکم ہے کہ نہ انکے لئے عدت ہے نہ انکو کچھ مہر مل سکتا ہے فقط کپڑوں کا ایک جوڑہ
دیکر اُنکو رخصت کردیا جاوے یہ حکم ایسی عورتوں کے طلاق کے باب میں۔ ہے ایسی عورتوں
کے خاوند اگر مرجاویں تو ان یہ عورتوں کی چار مہینے دس دن کی عدت کا اور کنبے کی عورتوں
کے مہر کے برابر پورا مہر ملنے کا حکم عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث میں ہے جسکو ترمذی ابوداؤد
نسائی اور امام احمد نے روایتہ کیا ہے اور جسکو ترمذی نے صحیح کہا ہے۔ عبداللہ بن مسعود
امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مذہب بھی اس حدیث کے موافق ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ

اور اگر طلاق دو اُن کو پہلے اِس سے کہ ہاتھ لگاؤ اُن کو اور تحقیق مقرر کیا ہو واسطے انکے کچھہ مقرر کرنا پس آدھا اُسچیز کا کہ مقرر کیا تمنے

اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ط

مگر یہ کہ معاف کردیں وہ یا معاف کرے وہ کہ بیچ ہاتھ اُسکے ہے گرہ نکاح کی اور یہ کہ معاف کرو تم نزدیک تر ہے واسطے پرہیزگاری کے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اور مت بھول جاؤ احسان کرنا درمیان اپنے تحقیق اللہ تعالے لئے ساتھ اُس چیز کے کہ کرتے ہو دیکھنے والا ہی

اس آیتہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانوں تم میں سے کچھہ لوگ ایسی عورتوں کو اگر

طلاق دیں جن سے نکاح کے بعد صحبت نہیں ہوئی لیکن اُن کا مہر ٹھیر چکا ہے تو ایسی عورتوں کو آدھا مہر دینا چاہیئے یہ بات اور ہے کہ عورت درگزر کے طور پر اپنے آدھے مہر کا حق چھوڑ دے۔ یا مرد کو آدھے مہر کے نہ دینے کا جو حق تھا اوسکو وہ درگزر سے چھوڑ دے اور عورت کو پورا مہر دیدے۔ صحیح تفسیر یہی ہے کہ الذی بیدہ عقدہ النکاح کا مطلب عورت کے خاوند کو قرار دیا جاوے کیونکہ اکثر صحابا اور تابعین کا یہی قول ہے ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ آگے فرمایا کہ جس مرد یا عورت کے دل میں پرہیزگاری کا خیال ہے اوسکو یہ اپنا حق چھوڑنا کچھ بڑی بات نہیں ہے کسلیئے وہ اپنی دین کی بڑائی اور بہتری کو نہیں بھولتے بلکہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ اونکے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص لین دین کے معاملہ میں لوگوں سے درگزر کیا کرتا تھا اللہ تعالےٰ نے اوس شخص کی اتنی ہی بات پر اوسکے گناہوں سے درگزر فرما کر اوسکو جنتی کر دیا۔ جن لوگوں سے درگزر کرنے کا ذکر آیتہ میں ہے اون کا آخرت کا انجام اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ

محافظت کرو اوپر سب نمازوں کے

صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسی نماز پڑھی جسمیں رکوع سجدہ اچھی طرح نہیں کیا اسپر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے اُس شخص سے فرمایا نماز پھر پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں
ہے کہ اس شخص کا نام خلد ابن رافع تھا۔ اسیطرح صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن
مسعود سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچوں وقت کی
نماز ٹھیک وقت پر پڑھنا مسلمان آدمی کے لئے بڑا افضل کا کام ہے۔ ان حدیثوں کو آیتہ
کے ساتھ ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے کہ وقت پر اس طرح کی نماز بلا ناغہ
ہمیشہ پڑھنا جسمیں رکوع سجدہ اچھی طرح سے ادا کیا جاوے، یہی نماز کی حفاظت ہے اور
اس حفاظت کی تاکید اسواسطے ہے کہ شریعت میں نماز ایسی ایک ایمانداری کی نشانی ہے
کہ بعض صحیح روایتوں میں بے نماز شخص کو کافر کہا گیا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ
سے اور ترمذی ابو داؤد نسائی وغیرہ میں بریدہ بن الحصیب سے جو روایتیں ہیں اونمیں
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کا چھوڑ دینا بے نماز آدمی کے کفر کی نشانی
ہے نماز کا چھوڑنے والا شخص اگر ایسا ہے کہ وہ نماز کے فرض ہونے کا منکر ہے تو ایسے
شخص کے کافر ہونے میں تو سب علمائے اسلام متفق لیکن جو شخص ایسا ہے کہ نماز کے
فرض ہونے کا تو اوسکو اقرار ہے فقط سستی کے سبب سے اوسنے نماز چھوڑ رکھی ہے
ایسے شخص کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے اسلام کا اختلاف ہے اور سبب
اس اختلاف کا یہ ہے کہ جابر بن عبد اللہ اور بریدہ بن الحصیب کی روایتیں جو اوپر گزریں
ان سے زیادہ صحیح بلکہ بہت زیادہ صحیح روایتیں ایسی ہیں جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے ایک ہونے اور اللہ کے رسول کے برحق ہونے

کی گواہی دی وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا بلکہ ایسا شخص اگر دوزخ میں گیا تو جسقدر عرصہ تک اللہ تعالے کو اوسکا دوزخ میں رکھنا منظور ہوگا اوسقدر عرصہ تک وہ دوزخ میں رہ کر پھر جنت میں جاویگا۔ یہ حدیثیں صحیح بخاری اور مسلم میں عبادہ بن الصامت انس بن مالک معاذ بن جبل اور ابوہریرہ کی روایتوں سے ہیں۔ اوپر کی روایتوں اور ان روایتوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماے اسلام کی ایک بہت بڑی جماعت کا قول یہ ہے۔ کہ جو بے نماز شخص اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا ہے اوسکو اوپر کی روایتوں میں یا صحیح بخاری اور مسلم کی روایتوں میں مسلمان کے قتل کرنے والے شخص کو یا اپنے اصلی باپ کو چھوڑ کر اپنی عزت بڑہانے کے لئے دوسرے کسی شخص کو اپنا باپ قرار دینے والے کو یا میت پر بیان کرکے رونے پیٹنے والے کو کافر یا صحیح بخاری کی روایتوں میں شرم وحیا یا انصار کی محبت کو ایمان کی نشانی جو کہا گیا ہے یہ کفر اور ایمان کے اصلی معنے نہیں ہیں بلکہ اچھے کاموں کی رغبت اور برے کاموں کی نفرت لوگوں کے دل میں پیدا ہوجانے کے لئے کفر اور ایمان کا لفظ ہر ایک موقع پر بولا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ بعض روایتوں میں غیر اصلی معنوں کا کفر کا لفظ جو بے نماز شخص کے حق میں بولا گیا ہے اوس سے نہ وہ شخص اصلی کافر قرار پاسکتا ہے نہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قابل ہے۔ جس بریدہ بن الحصیب کی روایت کا اوپر ذکر گذرا یہ بریدہ بن الحصیب بصری صحابا میں سے مشہور صحابی ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایتوں میں ہے کہ بریدہ بن الحصیب دس برس لڑائیوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے

وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ق

اور اوپر نماز بیچ والی کے

پہلے صحابہ میں اس بات کا اختلاف تھا کہ بیچ کی نماز کون سی نماز ہے مگر ۵ھ میں جب خندق کی لڑائی ہوئی جسمیں دس ہزار کے قریب کافروں کا لشکر مدینہ پر چڑھائی کرکے آگیا تھا اور ایک مہینہ تک وہ لشکر مدینہ کو گھیرے ہوئے پڑا رہا تو اس لڑائی میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عصر کی نماز کو آفتاب کے غروب تک کی دیر ہوگئی اور آپ نے کافروں کے حق میں یہ بددعا کی کہ اللہ تعالےٰ ان کافروں کی قبروں میں انگارے بھرے کہ انہوں نے ہماری بیچ کی نماز کھوا دی اسکے بعد سے صحابہ عصر کی نماز کو بیچ کی نماز سمجھنے لگے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی حضرت علی کی اور عبد اللہ بن مسعود کی روایتوں میں یہ قصہ تفصیل سے ہے۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ٥

اور کھڑے ہو واسطے اللہ تعالےٰ کے چپکے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں زید بن ارقم کی روایۃ سے جو شان نزول آیۃ کے اس ٹکڑے کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ آیۃ کے اس ٹکڑے کے نازل ہونے سے پہلے لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے اللہ تعالےٰ نے آیۃ کا یہ ٹکڑا نازل فرما کر نماز میں چپکے رہنے کا حکم دیا۔ صحیح بخاری وغیرہ کی روایتوں میں ہے کہ یہ زید بن ارقم سترہ لڑائیوں میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔ قبیلہ خزرج

کے صحابا میں یہ مشہور صحابی اور بہت حدیثوں کی ان سے روائتیں ہیں۔ یہ وہی زید بن
ارقم ہیں جنکا قصہ سورہ منافقون میں آویگا جسکا حاصل یہ ہے کہ پہلے تو عبد اللہ بن ابی
منافق نے مہاجرین کی مذمت کی جسکو زید بن ارقم نے سنا اور اوسکا ذکر اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا، جب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی
منافق سے اس مذمت کا حال پوچھا تو اس نے اس مذمت کے کرنے سے انکار کیا اسپر
زید بن ارقم کے سچا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے سورہ منافقون کی آیتیں نازل فرمائیں
اس آیۃ میں یہ حکم ہے کہ کوئی نمازی شخص نماز میں باتیں نہ کرے اس حکم کے موافق سب
علما کا اسپر اتفاق ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز میں باتیں کریگا اوسکی نماز جاتی رہتی ہے
صحیح بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں کوئی ضرورت پیش آجاوے جیسے امام تین رکعتوں کو بھولے
سے چار سمجھکر قعدہ میں بیٹھنے لگے اور مقتدی امام کو بھول سے بچانے کے لیے سبحان اللہ
کہدے تو اس سے مقتدی کی نماز نہیں جاتی معتبر سند سے ابوداؤد صحیح ابن حبان اور
مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز پڑھی اور آپ قرأت میں ایک آیۃ بھول گئے
پھر نماز کے بعد آپ نے ابی بن کعب سے کہا کہ میں جب بھولا تھا تو تم نے مجھکو وہ
آیۃ پڑھکر بھول سے بچا دیا ہوتا۔ ان روائتوں کو آیۃ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب
اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ سبحان اللہ کا کہنا اور بھولی ہوئی آیۃ امام کو تبلانا آیۃ کے

حکم کے مخالف نہیں ہے۔ اکثر علما۔ اِس بات کے قائل ہیں کہ کسی نمازی کے منہ سے اگر بھولے سے بھی کوئی بات نماز میں نکل جاوے تو اُسکی نماز جاتی رہتی ہے۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ لیکن امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد کا مذہب اس کے مخالف ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

پس اگر ڈر و تم پس پیادے یا سوار پس جب امن میں آؤ تم پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کو جیسا سکھایا تم کو جو کچھ نہیں تھے جانتے

اوپر کی آیتہ میں نماز کی محافظت کا جو ذکر تھا اس سے یہ خیال لوگوں کے دل میں گذر سکتا تھا کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت بھی یہی محافظت قایم رہے گی۔ اِس واسطے نماز کی آیتہ میں صلوۃ الخوف کا ذکر فرما کر لوگوں کا وہ خیال دور کر دیا۔

لڑائی کے میدان میں دشمن سے مقابلہ کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اُس کو صلوۃ الخوف کہتے ہیں۔ اس صلوۃ الخوف کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ چار رکعتوں کی دورکھی جاکر مقتدیوں کے دو حصے ہو جاویں ایک حصہ تو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ پھر امام اتنی دیر چپکا کھڑا رہے جتنی دیر میں یہ لوگ اپنی باقی کی ایک رکعت پڑھکر دشمن کے مقابلہ میں چلے جاویں پھر وہ دوسرا حصہ مقتدیوں کا آن کر ایک رکعت امام کے ساتھ اور دوسری الگ پڑھ کر اپنی نماز پوری کرے۔ یہ صورت اُس وقت کی ہے کہ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی آمنے سامنے دونو طرف کی فوج کھڑی ہوئی ہے۔ یہ صورت سورہ نسا میں آوے گی۔

دوسری صورت لڑائی کی شروع ہو جانے کے بعد کی ہے جسکا ذکر اس آیتہ میں ہے اس صورت کا حاصل یہ ہے کہ سوار پیدل سب اپنی اپنی جگہ پر رہ کر اشاروں سے نماز ادا کر لیں اس نماز میں قبلہ کی طرف موںھ نہ ہو سکے تو اس کا کچھہ مضائقہ نہیں۔ صحیح بخاری اور موطا میں عبد اللہ بن عمر کی روایتہ سے اس صورت کا ذکر تفصیل سے ہے۔

آگے فرمایا کہ پہلے تو تم خوف کی حالت کی نماز امن کی حالت کی نماز کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے اپنے رسول کو بھیجکر اون پر قرآن نازل فرماکر تمھارا انجانی کا عذر رفع فرما دیا اسلیئے خوف کی حالت جب جاتی رہی تو امن کے زمانہ میں پوری نماز پڑھو۔ صحیح بخاری میں مغیرہ بن شعبہ سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے لوگوں کی انجانی کے عذر کا رفع کر دینا بہت پسند ہے اسواسطے اوس نے آسمانی کتابیں دیکر رسولوں کو بھیجا۔ اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے وہی مطلب ہوا جو اوپر بیان کیا گیا کہ لوگ عقبے کے سزا و جزا کے کاموں سے بالکل انجان تھے۔ اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے اپنے رسول کو بھیجکر اور اون پر قرآن نازل فرماکر لوگوں کا انجانی کا عذر رفع فرمایا اب جو کوئی جان بوجھ کر قرآن کی نصیحت کے برخلاف کام کریگا تو قیامت کے دن اوسکو اوسکی سزا بھگتنی پڑیگی۔ یہ مغیرہ بن شعبہ مشہور صحابا میں ہیں۔ حدیبیہ کی بیعت میں شریک تھے جسکو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبد اللہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اس بیعت میں شریک تھے اونمیں سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جاویگا۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا

اور جو لوگ کہ مر جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بی بیاں وصیت کر جاویں واسطے بی بیوں اپنی کے فائدہ دینا

إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي

ایک برس تک نہ نکال دینا پس اگر نکل جاویں پس نہیں گناہ اوپر تمہارے بیچ اس چیز کے کیا

أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

انہوں نے بیچ جانوں اپنی کے اچھی چیز سے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا

ابتدائے اسلام میں بیوہ عورتوں کے خاوندوں کو یہ حکم تھا کہ وہ اپنے مرنے سے پہلے اپنے وارثوں کو یہ وصیت کر جائیں کہ وہ بیوہ کو ایک برس تک کھانا کپڑا اور اوسکے رہنے کے قابل جگہ دیں اور بیوہ عورت کو یہ اختیار رہتا کہ وہ ایک برس تک خاوند کے وارثوں کے ساتھ رہے یا برس کے اندر اپنے رشتہ داروں میں چلی جائے بیوہ کے خاوند کے رشتہ داروں کو یہ حکم تھا کہ وہ بیوہ کے اس اختیار میں کچھ خلل نہ دیں چار مہینے دس دن کی عدت کے حکم سے یہ برس دن کی عدت کا حکم اب منسوخ ہے۔ سورۂ نساء میں جب حکم آگیا کہ مرنے والے خاوند کی اگر اولاد نہ ہو تو خاوند کے مال میں بیوہ کا چوتھا حصہ اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ مقرر ہے جس سے چار مہینے دس دن کی عدت خاوند کے وارثوں کے ذمہ بیوہ کا کھانا کپڑا تو ضرور نہیں ہے مگر عدت کی مدت تک اوسکے رہنے کو کوئی جگہ ضرور دینی چاہئے کیونکہ اس کا حکم ترمذی نسائی ابو داؤد اور امام مالک کی موطا کی روایتوں میں ہے۔ ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

آخر آیتہ میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت سے جو احکام مقرر کر دیئے ہیں جو شخص ان احکام کے برخلاف کام کریگا تو اللہ تعالےٰ ایسے شخص سے بدلا لینے میں بڑا زبردست ہی قرآن میں پچھلی نافرمان قوموں کی طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو جانے کے جو قصے ہیں اون سے اللہ تعالےٰ کے زبردست ہونے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

اور واسطے طلاق والیوں کے فائدہ دینا ہے ساتھ اچھی طرح کے لازم ہوا اوپر پرہیزگاروں کے ایسے بیان کرتا ہی اللہ تمکو واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو

تفسیر ابن کثیر میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے قول سے جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب اُوپر کی آیتوں میں حکم نازل ہوا کہ جس عورت سے صحبت بھی نہ ہوئی ہو اور اوسکا کچھ مہر بھی نہ ٹھیرا ہو اگر ایسی عورت کو طلاق دیدی جاوے تو اوسکو کم سے کم کپڑوں کا ایک جوڑہ دیکر رخصت کر دیا جاوے۔ اس حکم میں حقًا على المحسنين کے لفظ سُنکر بعضے لوگوں نے یہ کہا کہ اگر ہم کو ایسی عورتوں پر احسان کرنا ہو گا تو ہم ایسی عورتوں کو کپڑوں کا جوڑا دینگے نہیں تو نہیں اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی اور فرمایا جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اونکو اسکا احسان کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص آپس کے لین دین کے معاملہ میں لوگوں پر یہ احسان کیا کرتا تھا کہ اون پر اپنے قرضہ کے ادا کرنے میں کچھ سختی نہیں کیا کرتا تھا اللہ تعالےٰ نے اوسکے اس آپس کے احسان کو پسند فرما کر اوسکے سب گناہ بخشدیئے۔ عقبے میں

آپس کے احسان کا جو نیک انجام ہونیوالا ہے اُس کا حال اِس حدیث سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے آیت میں فرمایا جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اُن کو آپس کا احسان کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ جن عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ذکر اوپر گذرا ترمذی اور ابن ماجہ میں ان سے روایتیں ہیں۔ نسائی امام احمد وغیرہ نے حدیث کی روایتوں میں اگرچہ ان کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن تفسیر کے باب میں یہ مدینہ کے مشہور مفسروں میں ہیں۔ اسی واسطے حافظ ابن کثیر نے ان کی شان نزول کی روایت کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ اِس حدیث کو آخر آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ اگرچہ قرآن سب لوگوں کی نصیحت کے لیئے نازل ہوا ہے لیکن اُسکی نصیحت کا اثر اُن ہی لوگوں کے دل پر ہوتا ہے جو عقبےٰ کا بھلا بُرا سمجھتے ہیں اپنی عقل کو اِس کام میں لاتے ہیں کہ اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت کا ایسا ہی فائدہ ہو جیسے اچھی زمین کو مینہ کے پانی سے فائدہ ہوتا ہے اور بُرے لوگوں کے حق میں قرآن کی نصیحت اِسی طرح رائگاں ہے جس طرح بُری زمین میں مینہ کا پانی رائگاں جاتا ہے اِس لیئے وہ لوگ عقبےٰ کے بھلے بُرے کے سمجھنے میں کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت باطل کرو خیرات اپنی کو ساتھ احسان رکھنے کے اور ایذا کے مانند اس شخص کے کہ خرچ کرتا ہی مال اپنا

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

واسطے دکھلانے لوگوں کے اور نہیں ایمان لاتا ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جو خیرات کرنے کے بعد یہاں تک لوگوں پر احسان کا بوجھہ رکھتے تھے کہ خیرات لینے والوں کو شرمندگی سے ایذا پہنچتی تھی۔ یا دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لیئے دُنیا کے دکھانے کو کچھ دیتے تھے اُن لوگوں کا حال بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ عادتیں اُن لوگوں کی ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونے اور اُس دن کے حساب اور سزا جزا کا پورا یقین نہیں ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کو اُس دن کی باتوں کا پورا یقین ہے وہ نہ خیرات کرنے کے بعد کسی پر احسان کا بوجھہ رکھتے ہیں نہ دنیا کے دکھانے کو صدقہ خیرات کرتے ہیں۔ بلکہ وہ جو کچھہ کرتے ہیں عقبےٰ کے اجر کی نیت سے کرتے ہیں۔

صحیح مسلم ترمذی نسائی اور صحیح ابن حبان میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب دنیا کے مالدار لوگ اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالےٰ اُن سے پوچھے گا تم لوگوں کو دنیا میں مالدار جو کیا گیا تھا اُس کا تم نے کیا شکریہ ادا کیا۔ وہ لوگ کہیں گے ہم نے اُس مالداری کے شکریہ کے طور پر دُنیا میں بہت نیک کام کئے اللہ تعالےٰ فرمائے گا تم نے دنیا میں جو

نیک کام کیئے وہ سب لوگوں پر احسان جتانے اور دُنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لیئے کیئے۔ عقبےٰ کے ثواب کی نیت سے کچھ بھی نہیں کیا اسلیئے آج تم اون سب کاموں کے ثواب سے محروم کیئے جاتے ہو۔ اسکے بعد اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیگا کہ اون لوگوں کو کھینچ کر لیجاؤ اور دوزخ میں ڈالدو۔ جن لوگوں کا ذکر آیتہ میں ہے اونکے دُنیا اور آخرت کے ٹوٹے کا حال اس حدیث سے اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں تو انہوں نے اپنا مال خرچ کرنے میں ٹوٹا پایا اور آخرت میں اوس خلاف شریعت مال کے خرچ کرنے کے وبال میں پکڑے گئے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو خرچ کرو پاکیزہ اس چیز سے کہ کمایا تم نے اور اس چیز سے کہ نکالا ہی ہم نے واسطے تمہاری زمین سے

الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

خبیث کا اسمیں سے کہ خرچ کرو اُسکو اور نہیں تم لینے والے اسکے مگر یہ کہ چشم پوشی کرو بیچ اسکے اور جانو یہ کہ اللہ تعالےٰ بےپرواہ ہی تعریف کیا گیا

بعضے مفسروں نے تو اس حکم کو خاص فرضی زکوٰۃ کا حکم ٹھیرایا ہے اور بعضوں نے فرض زکوٰۃ اور نفلی صدقہ دونوں کا حکم ٹھیرایا ہے۔ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں براء بن العازب سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ درختوں پر سے کھجوروں کے توڑنے کے زمانہ میں کچھ لوگ کم قیمت کھجوروں کی ٹہنیاں مسجد نبوی میں لاکر لٹکا دیتے تھے جنمیں سے غریب نمازی کھجوریں کہا لیا کرتے تھے اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی ذات غنی ہے اُسکو تمہارے

صدقہ اور تمہاری خیرات کی کچھ پروا نہیں اوسنے تمہاری بھلائی کے لئے تمکو صدقہ
اور خیرات کا حکم دیا ہے تاکہ خالص نیت سے اچھی چیزیں تم صدقہ اور خیرات میں
دو تو تمہاری نیت کے موافق ایک چیز کے بدلہ میں دس سے لیکر سات سو تک
تم کو ثواب ملجاوے۔ حاکم نے اس شان نزول کی روایۃ کو بخاری اور مسلم کی
شرط کے موافق صحیح کہا ہے اس روایۃ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مفسر آیۃ کے
حکم کو فرض زکوۃ اور نفل صدقہ دونو کے لئے بتلاتے ہیں اون ہی کا قول صحیح ہے
کیونکہ آیۃ اگر فقط فرض زکوۃ کے حکم کی ہوتی تو فرض زکوۃ کے وصول کے لئے تو
عامل مقرر ہے جو اچھی چیزیں وصول کرکے اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر
کردیتے تھے پھر اچھی کھجوروں کی جگہ بُری اور عاملوں کو دینے کے بجائے اون
بری کھجوروں کی ٹہنیوں کو مسجد نبوی میں کیونکر لٹکایا جاسکتا تھا۔ اس آیۃ میں نقدی
کی زکوۃ اور زمین کی پیداوار کی زکوۃ کا حکم ہے۔ ان دونوں زکاتوں کی زیادہ
تفصیل تو سورۃ الانعام اور سورہ توبہ میں آویگی یہاں اسیقدر بیان کردینا کافی ہے
کہ صحیح بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد اور مسند امام احمد کی ابو سعید خدری اور حضرت علیؓ
کی صحیح روایتوں کے موافق دوسو درہم اور بیس اشرفیوں کے اندر زکوۃ نہیں ہے مگر
اس ملک میں درہم کا چلن نہیں ہے اور بعضے شہروں میں روپیہ کا سکہ بھی مختلف ہے
ایک شہر کے چلن کے روپیوں کے موافق دوسو درہم کے روپے بنائے جاوینگے تو دوسرے شہر کے
چلن کے موافق وہ حساب ٹھیک نرہیگا اسواسطے یہ حساب ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ

انگریزی سکہ کے روپے تو دوسو درہم کے بطور احتیاط کے چالیس لئے جاویں اور باقی
ہر شہر کے سکہ کے لئے دوسو درہم کے چھتیس ۳۶ تولہ ساڑھے پانچ ماشہ لیکر حساب کرلیا جاوے
اور یہ دیکھ لیا جاوے کہ اس وزن کے موافق ہر ایک شہر کے کتنے روپے ہوتے ہیں
اگر وہ روپے دوسو درہم کے اندر ہیں تو زکوۃ نہیں ہے اور اگر باہر ہیں تو ڈہائی روپیہ
سینکڑہ کے حساب سے اوس رقم کی زکوۃ ادا کردیجاوے جو خرچ سے بچکر سال بھر
تک فاضل رہی ہو۔ اشرفیاں بھی مختلف سکوں کی ہوتی ہیں اسواسطے ٹھیک حساب
بیٹھ جانے کے لئے انکو بھی بازار کے نرخ سے رپوں کی صورت میں لاکر ڈھائی روپیہ
سیکڑہ کے حساب سے انکی زکوۃ ادا کردیجاوے۔ زیور کی زکوہ دینے اور نہ دینے کی
کی روائتیں مختلف ہیں اسلئے زیور پر زکوۃ دینے کے عمر عبد اللہ بن عباس عبد اللہ
بن مسعود قائل ہیں اور حنفی مذہب بھی اسکے موافق ہے۔ عبد اللہ بن عمر جابر بن عبد اللہ
اور حضرت عائشہ زیور کی زکوہ کے قائل نہیں ہیں مالکی اور حنبلی مذہب بھی اسیکے موافق ہی
امام شافعی پہلے تو اسیکے قائل تھے کہ زیور پر زکوۃ نہیں ہے پھر اونہوں نے اس مسئلہ
میں سکوت اختیار کیا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجتہ البالغہ میں یہ فیصلہ کیا ہی کہ احتیاط
کے طور پر زیور کی زکوۃ کا ادا کرنا بہتر ہے۔ تجارت کے مال کی زکوۃ میں بھی اختلاف
ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے صحابہ تجارت کرتے
لیکن کسی صحیح روایتہ سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
ان صحابا کو تجارت کے مال پر زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہو۔ ابو داؤد مستدرک

وغیرہ میں جابر بن سمرہ اور عمر سے کچھہ روایتیں ایسی جو ہیں جن سے تجارت کے مال پر
زکوۃ کا حکم نکلتا ہے اون روایتوں کی سند میں علما کو کلام ہے۔ بعض علما نے
تجارت کے مال کی زکوۃ پر اجماع جو بیان کیا ہے اوسکی سند میں بھی علما کو کلام ہے
صحیح مسلم نسائی اور مسند امام احمد میں جابر بن عبد اللہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ
کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدرتی پانی سے جس زمین میں پیداوار ہو اوس
میں دسواں حصہ اور جس زمین کو محنت کرکے پانی دیا جاوے اوس زمین کی پیداوار
میں بیسواں حصہ زکوۃ کے طور پر لیا جاوے۔ زمین کی پیداوار میں سے زکوۃ لینے کا
حکم جو آیتہ میں ہے یہ حدیث اوسکی تفسیر ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل زمین کی پیداوار
کی زکوۃ سورۃ الانعام میں آویگی۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ
جو لوگ کہ کہاتے ہیں سود نہیں کہڑے ہونگے قبروں سے مگر جیسا کہڑا ہوتا ہے وہ شخص کہ باؤلا کرتا ہے اسکو شیطان آسیب سے یہ ہو واسطے ہے کہ انہوں نے
بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ
کہا سوائے اسکے نہیں کہ سوداگری مانند سود کے ہے اور حلال کیا اللہ تعالیٰ نے سوداگری کو اور حرام کیا سود کو پس جو کوئی کہ آئی اسکے
مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ
پاس نصیحت رب اسکے سے پس باز رہے پس واسطے اسکے ہے جو پہلے کیا اور حکم اسکا طرف اللہ تعالیٰ کے ہے اور جو کوئی پہرے پس یہ لوگ
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ
رہنے والے ہیں آگ کے وہ بیچ اسکے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

صحیح بخاری میں سمرۃ بن جندب سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں سود کھانے والوں کا یہ حال دکھایا
کہ اللہ کے فرشتے اون سود کھانے والوں کو تپھر نگلا رہے تھے۔ تفسیر ابن جریر اور
ابن کثیر میں عبد اللہ بن عباس کا قول ہے اوسمیں انھوں نے اس حدیث کے موافق
آیتہ کی تفسیر جو بیان کی ہے۔ اوسکا حاصل یہ ہے کہ سود کھانے والے لوگ حشر کے
دان جب قبروں سے اُٹھیں گے تو اُن پتھروں کے نگلنے سے اونکے پیٹ ایسے بڑے
ہونگے کہ اون سے میدان حشر تک چلا نہیں جائیگا اسواسطے وہ دیوانوں کی طرح کبھی
زمین پر گر پڑینگے اور کبھی اوٹھکر میدان حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ یہ سمرۃ بن جندب
مدنی ہیں مگر بصرہ میں جا رہے تھے حسن بصری اور اکثر اور تابعی ان سے روایتہ کرتے
ہیں۔ عرب میں سود کے لینے کا یہ طریقہ تھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ روپیہ
قرض دیتا اور قرض کی مدت پر وہ روپیہ ادا نہ ہو تو قرض کی مدت اور قرضہ کی رقم دونو
کو بڑھا دیا کرتا اور یہ لوگ قرضہ کی مدت کے اوپر جو دن بڑھاتے تھے اوسکو بیچنے کی
ایک چیز اور قرضہ کی رقم میں جو کچھ بڑھاتے تھے اوسکو اوس بیچنے کی چیز کی قیمت قرار
دیتے تھے لیکن اصل میں وہ قرضہ کی مدت کے اوپر کے دن کوئی مالیت کی چیز نہ تھی
اور خرید و فروخت میں ایک طرف بیچنے کی چیز ہوتی ہے اور دوسری طرف بیچنے کی
مالیت کی چیز ہوتی ہے اسواسطے اللہ تعالےٰ نے اصل خرید و فروخت کے حلال ہونے
کا حکم آیتہ میں فرماکر ان لوگوں کی اوس خیالی خرید و فروخت کو دیوانہ پن فرمایا

اور حشر کے دن ایسے لوگوں کی سزا دہ ٹھیرائی جس سے دیوانوں کی طرح کبھی یہ لوگ زمین پر گر پڑینگے اور کبھی پھر اوٹھکر میدان حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ آگے فرمایا فرمایا جو شخص سود کے حرام ہونے کی نصیحت کو مان کر آیندہ سود کھانے سے باز آئیگا تو اوس سے آیتہ کے نازل ہونے کے پہلے کے سود کا دنیا میں کچھ مواخذہ نہ کیا جاویگا۔ اور آخرت میں اس حق العباد کا کوئی فیصلہ اللہ تعالے اپنی مرضی کے موافق فرماویگا اور جو شخص قرآن کی اس نصیحت کے ماننے سے انکار کریگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے قابل ٹھیریگا۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی روایتہ اوپر گزر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے اس حدیث کو آیتہ کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ جو لوگ سود کے لین دین سے بچتے ہیں اونکے دل میں آیتہ کی نصیحت نے ایسا ہی اثر کیا جسطرح اچھی زمین میں مینہہ کے پانی کا اثر ہوتا ہے اور جو لوگ آیتہ کی نصیحت کے بعد بھی سود کے لین دین میں گرفتار ہیں اونکے حق میں آیتہ کی نصیحت اسی طرح رائیگاں ہی جسطرح بُری زمین میں مینہہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ تعالے سے اور چھوڑدو جو باقی رہا ہے سود سے اگر ہو تم ایمان والے پس اگر نہ کرو تم

فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

پس خبردار ہو جاؤ ساتھہ لڑائی کے اللہ تعالے سے اور رسول اسکے سے اور اگر توبہ کرو تم پس واسطے تمہارے اصل مال تمہارا ہی نہ ظلم کرو تم اور نہ ظلم کئے جاؤ تم

معتبر سند سے مسند ابو یعلےٰ تفسیر سدی اور تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے حوالہ سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کیگئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ بنی عمرو بن عمیر ثقفی اور بنی المغیرہ مخزومی ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے سودی روپیہ کا لین دین تھا جسمیں کا کچھ سود کا روپیہ عمرو بن عوف کا بنی المغیرہ پر لینا رہ گیا تھا سود کے حرام ہو جانے کے بعد عمرو بن عوف نے اپنے اون روپوں کا تقاضا جب بنی المغیرہ سے کیا تو اونہوں نے جواب دیا کہ اسلام کے اور سود کے حرام ہونیکے بعد ہم سود کی رقم نہ دینگے اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا جو لوگ ایماندار اور اللہ کے حکم کے ماننے والے ہیں اونکو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈر کر ہرگز سود کی رقم کا تقاضا سود کے حرام ہونے کے بعد نہیں کرنا چاہیئے ہاں یہ لوگ اپنی اصل رقم جسپر ہو اوس سے لے سکتے ہیں نہ اصل رقم میں یہ کچھ بڑھاویں نہ قرضدار لوگ اوسمیں کچھ گھٹاویں۔ صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا جسمیں فرمایا کہ اسلام سے پہلے کے سود کے رواج کو اب اسلام نے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا ہے۔ اسیطرح صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ اور ترمذی ابو داؤد نسائی اور مسند امام احمد میں عبد اللہ بن مسعود سے روائتیں ہیں جنمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے سود کے کھانے کھلانے والے سود کے وعدہ کے گواہوں اور سود کے وعدہ کے کاغذ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ اللہ کی لعنت کا یہ مطلب ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن

اللہ کی رحمت سے دُور رہیگا اب یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اوسدن اللہ کی رحمت سے دُور رہیگا اوسکا ٹھکانا سوائے دوزخ کے اور کہاں ہو سکتا ہے۔ ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ اسلام نے سود کے رواج کو مسلمانوں کے لئے یہاں تک مٹایا ہے کہ سود کے کھانے کھلانے والے سود کے گواہ اور سود کے وعدہ کے کاتب سب کو پھٹکار کے قابل ٹھیرایا ہے اسکے بعد بھی جو کوئی سود کے لینے دینے سے باز نہ آئیگا تو اوسکو آیتہ میں یہ جتلا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاویں۔ اللہ کے رسول کی لڑائی تو یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مشرکوں کی طرح سود کو اور خرید و فروخت کو ایک جانیں گے تو اللہ تعالے اپنے رسول کو ان سے لڑنے کا حکم دیدیگا۔ اور اسکی لڑائی یہ کہ اللہ تعالے ایسے لوگوں پر طرح طرح کے عذاب بھیجیگا چنانچہ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایتہ میں اسیکا ذکر ہے۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور اگر ہوا قرضدار تنگی والا پس ڈھیل دینا ہے فراغت تک اور یہ کہ خیرات کرو وہ بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم جانتے۔

اوپر کی آیتوں میں یہ حکم تھا کہ اصل اور سود ملا کر جن لوگوں کا کچھ قرضہ کسی شخص پر ہو تو وہ اب سود کے حرام ہونے کے بعد سود کو چھوڑ کر اپنی اصل رقم قرضدار شخص سے وصول کریں ان آیتوں میں یہ حکم ہے کہ جو قرضدار تنگ حال ہو تو اوسکو اسقدر مہلت دیجاوے کہ قرض کے ادا کرنے کے قابل اوسکو خوشحالی ہو جاوے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حذیفہؓ بن یمان سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالے ایک شخص کے سارے گناہ فقط
اتنی بات پر بخشدیگا کہ وہ شخص اپنے تنگ حال قرضدارونکو قرض کے ادا کرنے میں
مہلت دیا کرتا تھا۔ آیتہ میں تنگ حال قرضداروں کو مہلت دینے کا جو حکم ہے اوس
حکم کے موافق عمل کرنیکا آخرت میں جو انجام ہوگا اوس کا حال اس حدیث سے اچھی
طرح معلوم ہوجاتا ہے آگے فرمایا جو شخص تنگ حال قرضدار کو قرضہ رقم خیرات
کے طور پر معاف کردے تو ایسے شخص کے لئے آخرت میں بڑی بھلائی ہے۔ صحیح مسلم
میں عبادہ بن الصامت کی روایتہ سے ایک بہت بڑی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا
حاصل یہ ہے کہ جو خوشحال شخص اپنے کسی تنگ حال قرضدار کو اپنے قرضہ کی رقم
خیرات کے طور پر معاف کردیگا تو ایسے شخص کو اللہ تعالے حشر کے دن اپنے عرش کے
سایہ میں جگہ دیکر میدان حشر کی دہوپ سے اوسکو بچائیگا۔ آیتہ میں یہ جو ذکر تھا
کہ ایسے شخص کے لئے آخرت میں بڑی بہلائی ہے اوسکا یہ مطلب تو اس حدیث سے
سمجھہ میں آجاتا ہے کہ میدان محشر میں ایسے شخص کو کیا بہلائی پونہچی اسکے بعد جو بھلائی
ایسے شخص کو پونہچنے والی ہے اوسکا ذکر آگے آتا ہے۔ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں
بہت روایتیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب دس درجہ سے لیکر
سات سو درجہ تک ہے۔ اس سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ مثلاً
خوشحال شخص نے اپنے قرضہ کا ایک روپیہ کسی تنگ حال قرضدار کو خیرات ...

طور پر جو معاف کر دیا اگر وہ اس روپیہ کو معاف نہ کرتا تو دُنیا میں اوسکو ایک ہی روپیہ وصول ہوتا لیکن جب آخرت کے ثواب کی نیت سے اوسنے وہ ایک روپیہ معاف کر دیا تو میدان محشر میں عرش کے سایہ میں جگہ ملنے کی بھلائی کے سوا یہ کتنی بڑی بھلائی ہے کہ آخرت کے ثواب کی نیت کے پورے ہونے پر اوس ایک روپیہ کے سات سو روپے ہو گئے اسیکو فرمایا کہ جس نیک کام کرنے والے شخص کی سمجھہ اچھّی ہے وہ آخرت کے ثواب کی بھلائی کے حاصل کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کریگا۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

اور ڈرو اس دن سے کہ پھیرے جاؤگے بیچ اسکے طرف اللہ تعالے کے پھر پورا دیا جاویگا ہر جی کو جو کچھہ کمایا ہے اور وہ نہیں ظلم کیے جاوینگے

نسائی فتح الباری شرح صحیح بخاری تفسیر ابن جریر وغیرہ میں تابعیون کی ایک بڑی جماعت نے عبداللہ بن عباس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کی آیتوں میں سب سے آخر یہی آیۃ نازل ہوئی ہے اس آیۃ کے نازل ہونے کے نو راتوں کے بعد اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

قرآن کی نصیحتوں کا اس آیۃ پر خاتمہ ہے اسیواسطے اللہ تعالے نے اس آیۃ میں لوگوں کو قیامت کے دن کی اس حالت سے ڈرایا ہے جسمیں دوسرے صور کے بعد سب لوگ قبروں سے اٹھکر تمام عمر کی نیکی اور بدی کے حساب کے لیے اللہ تعالے کے سامنے کھڑے ہونگے اور تمام عمر کے عملوں کے اعمالنامے اچھے لوگوں کے سیدھے ہاتھ میں اور بُرے لوگوں کے اولٹے ہاتھ

میں دئے جاکر سب سے ان چار باتوں کا سوال ہوگا۔ (۱) ساری عمر کیا کام کئے۔
(۲) جوانی کن کاموں میں گزاری (۳) روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا۔
(۴) دین کی جو باتیں سیکھیں اوپر کیا عمل کیا۔ طبرانی میں صحیح سند سے معاذ بن جبل کی
روایت ہے جسمیں اسکا ذکر تفصیل سے ہے۔ سیدھے ہاتھ کے اعمال نامہ والے تمام
عمر کے عملوں کا جواب آسانی سے ادا کردیں گے۔ اور اولٹے ہاتھ کے اعمالنامہ والے
ان باتوں کا جواب پورا نہ دے سکیں گے۔ انکی پوری تفصیل اذا السماء انشقت میں آویگی
اسکے بعد عملوں کو ایک طرح کا جسم دیا جاویگا جسمیں نیکی کے سبب سے ایک
بھاری پن اور بدی کے سبب سے ایک ہلکا پن پیدا ہو جاویگا۔ عملوں کا یہی بھاری
پن اور ہلکا پن میدان محشر میں ایک ترازو جو کھڑی کیجاویگی اوسمیں تولا جاویگا جن کا
نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنتی اور جنکا بدیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ دوزخی ٹھیر جاوینگے
اب نیک و بد سب کو اوس پُل پر سے گزرنے کا حکم ہوگا جو دوزخ اور جنت کے
درمیان میں ہے جسکو پلصراط کہتے ہیں۔ جو لوگ جنتی ٹھیرے ہیں وہ تو آسانی سے پلصراط
کو طے کرکے جنت میں چلے جاوینگے اور جو لوگ دوزخی ٹھیرے ہیں وہ پلصراط کے
بڑے بڑے تیز آنکڑوں سے کٹ کر دوزخ میں جا پڑینگے۔ اسکے بعد جنکے دل میں ذرہ برابر
بھی ایمان ہوگا وہ آخر کو دوزخ سے نکل کر جنت میں جاوینگے اور جن کے دل میں
بالکل ایمان نہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جن لوگوں کے نیکی و بدی کے
پلڑے برابر ہوگئے وہ جنتی اور دوزخیوں کے فیصلہ تک ایک دیوار پر ٹھیرائے جاکر

آخر اونکو بھی جنت میں جانیکا حکم ہو جائیگا۔ اس دیوار کا نام اعراف ہے سورۃ الاعراف میں اسکا ذکر آویگا۔ ان سب باتوں کا ذکر مختصر طور پر آیتہ میں یوں فرمایا کہ یہ سب لوگ قیامت کے دن اللہ تعالے کے سامنے کھڑے ہونگے تو انکی تمام عمر کی نیکی اور بدی کا حساب ہوگا اوس سے اونکو ڈر کر دنیا میں ہر ایک کام کرنا چاہیئے۔ پھر یہ فرمایا کہ اس حساب میں کسی پر کچھ ظلم نہو گا جسکا مطلب یہ ہے کہ نہ نیکی کے بدلہ میں کچھ کمی کیجاویگی نہ بدی کی سزا کچھ بڑھائی جاویگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی یہ روایتہ ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالے نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام ٹھیرا لیا ہے۔ اس روایتہ سے وہم لا یظلمون کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب معاملہ کرو تم ساتھ قرض کے ایک وقت مقرر تک پس لکھ رکھو اسکو اور چاہیئے کہ لکھے درمیان

كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي

تمہارے لکھنے والا ساتھ انصاف کے اور نہ انکار کرے لکھنے والا یہ کہ لکھے جیسا سکھایا اسکو اللہ تعالے نے پس چاہیئے کہ لکھدے اور مطلب کہے

عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ

وہ شخص کہ اوپر اسکے حق ہو اور چاہیئے کہ ڈرے اللہ تعالے پروردگار اپنے سے اور نہ کم کرے اسمیں سے کچھ

تفسیر سفیان ثوری تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ آیتہ بیع سلم کے جائز ہونے کے حکم میں نازل ہوئی ہے۔ قرآن شریف میں یہ آیتہ سب آیتوں سے بڑی ہے اور آیتہ کے بڑے ہونے کے سبب سے

اسمیں کئی حکم ہیں ہر ایک حکم کو الگ الگ بیان کر دیا ہے تاکہ احکام کا مطلب اچھی طرح
سمجھہ میں آجاوے کسی چیز کی قیمت پیشگی دیکر کسیقدر مدت کے بعد اوس چیز کے دینے
کا وعدہ چیز کے بیچنے والے شخص سے ٹھیر جاوے تو اوسکو بیع سلم کہتے ہیں۔ بیع سلم
میں اگر قیمت پیشگی نہ دیجاویگی تو پھر یہ سودا ناموجود چیز کا ناموجود قیمت سے ٹھیریگا۔
اس طرح کا سودا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں بیع سلم کی ایسی شرطیں
بیان کی ہیں جو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ ایسے مدتی سودے کو لکھ لینے
کا حکم اسلیئے فرمایا ہے کہ زبانی بات بہت دنوں تک یاد نہیں رہ سکتی۔ آیتہ میں کاتب
کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ دستاویز میں لکھنے سے ضرورت کے وقت دستاویز
کے لکھنے سے کوئی شخص انکار نہ کرسکیگا۔ کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو لکھنے پڑھنے
کے قابل جو کیا ہے اوسکا شکریہ یہی ہے کہ اوسکا لکھنا پڑھنا لوگوں کے کام آوے
چیز کے بیچنے والے کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر بیچی کی چیز کا عیب صواب
اچھی طرح پورا پورا سب دستاویز میں لکھوا دے اسمیں کچھ کوتاہی نہ کرے۔ صحیح بخاری
اور مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بیع سلم میں ناپنے کی چیز کا وعدہ ہو تو اوسکی ناپ اور تول کی چیز کا وعدہ
ہو تو اوسکی تول دستاویز میں تفصیل سے لکھوا دی جاوے۔ مدت مہینوں کے حساب
سے لکھوا دیجاوے غلہ کا کٹنا یا کھلیان کا اٹھنا ایسی شبہ کی مدت جائز نہیں ہے۔
آیتہ میں بیع سلم کی دستاویز کے لکھنے کا جو حکم ہے اوس دستاویز کی شرطوں کی

یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ کسی شخص سے کچھ روپیہ یا کوئی چیز کچھ مدت کا وعدہ ٹھیرا کر کوئی شخص بطور قرضہ کے لیوے یا کوئی چیز خرید کر اوسکی قیمت کے ادا کرنے کا وعدہ کچھ دنوں بعد کا کرے تو آیتہ کے حکم کے موافق اس وعدہ کی دست آویز کا لکھ دینا بھی ضروری ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ط

پس اگر ہو وہ شخص کہ اوپر اسکے ہے حق بیوقوف یا ناتوان اور یا نہیں سکتا یہ کہ مطلب کہے وہ پس چاہیے کہ مطلب کہے ولی اوسکا ساتھ انصاف کے

اوپر یہ حکم تھا کہ بیع سلم کی چیز کا بیچنے والا اللہ سے ڈر کر بیچنے کی چیز کا عیب و صواب اچھی طرح پورا پورا سب دست آویز میں لکھوا دے آیتہ کے اس ٹکڑے میں یہ حکم ہے کہ ناتجربہ کاری یا کم عمری یا بڑھاپے یا کسی بیماری کے عذر سے وہ اصل شخص پورے طور پر دست آویز نہ لکھوا سکتا ہو تو ایسے شخص کے مال کی حفاظت کرنے والا شخص آیتہ کے حکم کے موافق پورے طور پر اچھی طرح دست آویز لکھوا دے۔ دست آویز کی شرطوں کی عبد اللہ عباس کی صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے جو حدیث اوپر گزری وہی حدیث آیتہ کے اس ٹکڑے کی بھی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اوس حدیث کے موافق بیع سلم کی شرطوں کی پابندی جس طرح اصل شخص کے ذمہ تھی وہی پابندی اوس شخص کے ذمہ ہے جو اصل شخص کے مال کی حفاظت کرتا ہے۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

اور شاہد کر لو دو شاہدوں کو مردوں اپنے سے پس اگر نہ ہوں دو مرد پس ایک مرد اور دو عورتیں انہیں سے کہ پسند کرتے ہو

مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ط

تم شاہدوں سے اگر ہو یہ بھول جاوے ایک دن انمیں سے پس یاد دلاوے ایک ان دو میں کی دوسری کو۔

جسطرح دست آویز کے لکھ لینے سے معاملہ پکا ہوجاتا ہے اسیطرح گواہی سے پکا ہوجاتا ہے اس لئے آیتہ کے اس ٹکڑے میں گواہی کا حکم دیا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی دینے کو بہت بڑا گناہ فرمایا ہے اسواسطے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ کسی طرح کے لالچ یا کسی کے خوف یا کسی کی پاسداری کے سبب سے جھوٹی گواہی نہ دے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عمران بن حصین سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے گواہوں کی بہت مذمت فرمائی ہے جو آخر زمانہ میں بغیر گواہ قرار دئے جانے کے خود بخود اپنا کوئی مطلب حاصل ہونے کے لئے گواہی دینگے۔ صحیح مسلم میں زید بن خالد جہنی سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے گواہوں کی تعریف فرمائی ہے جو بغیر اپنی کسی ذاتی غرض کے صاحب حق کو ایسی کوئی بات بتلادیں جو صاحب حق کو معلوم نہ ہوا ور پھر اسی کے موافق آخرت کے ثواب کی نیت سے حاکم کے روبرو گواہی بھی دیں۔ عمران بن حصین قبیلہ خزاعہ میں کے صحابہ میں ہیں خیبر کی لڑائی کے وقت اسلام لائے۔ فتح مکہ کے وقت قبیلہ خزاعہ کا نشان ان ہی کے پاس تھا۔ بہت حدیثوں کی ان سے روایتہ ہے آخر کو یہ بصرہ میں جارہے تھے وہیں انکی وفات ہوئی۔ یہ کئی لڑائیوں میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ زید بن خالد قبیلہ جہنیہ کے صحابہ میں ہیں۔ صلح حدیبیہ کے سفر میں یہ شریک تھے۔ فتح مکہ کے وقت قبیلہ جہنیہ کا نشان

ان ہی کے پاس تھا ان سے بہت سی حدیثوں کی روائتیں ہیں۔ مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ صحیح مسلم میں عبدؓ اللہ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک مقدمہ ایسا پیش ہوا جسمیں صاحب حق کے پاس فقط ایک ہی گواہ تھا آپ نے اُس ایک گواہی اور صاحب حق کی قسم لیکر اوس مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بات سمجھہ میں آجاتی ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم لیکر دو گواہوں کے حکم میں ہو جاتے ہیں حضرت ابُوبکرؓ صدیق عمرؓ عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی ایسے فیصلے کئے ہیں۔ امام مالک اور امام شافعی کا مذہب بھی اسی کے موافق ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوْا

اور نہ انکار کریں شاہد جب بلائے جاویں۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے زید بن خالد جہنی کی روایتہ اوپر گزرچکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے گواہوں کی تعریف فرمائی ہے جو بغیر اپنی کسی ذاتی غرض کے اور بغیر صاحب حق کی خواہش کے فقط آخرت کے ثواب کی نیت سے حاکم کے روبرو شہادت ادا کریں۔ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ صحیح ابن حبان بیہقی اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سچی گواہی یا اور کسی حق بات کو چھپا ویگا اوسکے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دیجاوے گی۔ ان حدیثوں کو آیتہ کے ٹکڑے کے ساتھ ملانیسے

یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ میں آجاتا ہے کہ سچی گواہی کا ادا کرنا شریعت میں قابل اجر اور سچی گواہی کو ٹالدینا قابل سزا ہے اسیواسطے اللہ تعالے نے آیتہ کے اس ٹکڑی میں سچی گواہی کے ادا کرنے کی تاکید اور اوسکے ٹالدینے کی ممانعت فرمائی ہے۔

وَلَا تَسْأَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

اور مت کاہلی کرو اس سے کہ لکھو اسکو چھوٹا یا بڑا وقت اسکے تک بہت انصاف والا ہے نزدیک اللہ تعالی کے اور سیدہ کرنیوالا ہے واسطے شہادت کے

وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

اور بہت نزدیک ہے اس سے کہ نہ شک میں پڑو گے مگر یہ کہ ہو سودا اگر ہی ہاتہوں ہاتہ کہ پہیرلیتے ہو ہسکو درمیان اپنے پس نہیں اور تمہارے گناہ

جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ

یہ کہ نہ لکھو ہسکو اور شاہد کرو جب سودا کرو تم

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس کی روایتہ اوپر گزرچکی ہی کہ بیع سلم یا اور قرضہ کے لین دین میں ناپنے کی چیز ہو تو اوسکی ناپ تولنے کی چیز ہو تو اوسکی تول قرضہ کی مدت مہینوں کے حساب سے یہ سب باتیں ایک دستاویز میں لکہہ لیا کریں آیتہ میں اوسیکو فرمایا کہ قرضہ کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس مدتی دستاویز کے لکھنے میں سستی نہ کیجاوے کیونکہ یہ دستاویز بہول چوک کے وقت بہت بڑی گواہی ہے ہاں ہاتھوں ہاتھ کا نقد سودا ہو تو پہر اس دستاویز کی ضرورت نہیں آگے فرمایا کہ اس قرضہ کی دستاویز پر گواہی کرالینی چاہیے تاکہ آیندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہے۔ اکثر علما کے نزدیک یہ گواہی کا حکم فرض نہیں ہے مستدرک حاکم

میں ابوموسی اشعری سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص قرض کا معاملہ کرے اوسپر گواہی نہ کراویگا تو وہ بچتاویگا کیونکہ بغیر گواہی کا قرض
اگر ڈوب گیا اور اس شخص نے اس ڈوبے ہوئے مال کے پھر ہاتھ آجانے کی دعا کی
تو اوس کی دعا اسلئے قبول نہ ہوگی کہ شریعت نے احتیاط کے طور پر ایک حکم جو دیا
تھا اس شخص نے اوسکے موافق عمل نہیں کیا۔ اس روایتہ سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھہ
میں آجاتا ہے کہ گواہی کا حکم جو آیتہ میں ہے وہ احتیاط کے طور پر ہے فرض کے طور
پر نہیں ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام مالکؒ
امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی اس حدیث کے موافق ہے کہ نقد قرض کی
کسی معاملہ میں گواہی فرض نہیں ہے۔

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

اور نہ ایذا پہنچایا جاوے سکھنے والا اور نہ گواہ ۔ اور اگر کرو تم پس تحقیق وہ گنہگاری ہے ساتھہ تمہارے اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور سکھلاتا ہے تمکو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ ساتھہ ہر چیز کے جاننے والا ہے

کاتب کا نقصان پہونچانا دست آویز لکھوانے والے کو یہ ہے کہ کسی لالچ یا خوف
سے دست آویز میں جان بوجھ کر کوئی ایسی غلطی کر دے جس سے کم بڑہ یا ان پڑھ
دست آویز لکھوانے والے کو نقصان پہنچے۔ یہی حال گواہ کا ہے پھر فرمایا اگر یہ لوگ
ایسا کرینگے تو انہوں نے اللہ کے حکم کے مخالف کام کیا کیونکہ اللہ نے کاتب کو بھی

حکم دیا تھا کہ دست آویز لکھوانے والے کے بیان کے موافق سچی دست آویز لکھدے اور گواہ کو یہ حکم دیا تھا کہ گواہی میں سچّی بات کو چھپا کر جھوٹی گواہی ندے ان دونوں نے اسکے موافق عمل نہیں کیا اب اللہ تعالے ان کو نصیحت کرتا ہے کہ اللہ سے ڈر کر آیندہ ایسے کاموں سے باز آویں اور خوب یاد رکھیں کہ دُنیا میں کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے اسواسطے اوسکو ایسے لوگوں کے سب کاموں کی خبر ہے ایک دن وہ ایسے کاموں کی سزا کا پورا فیصلہ کریگا۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایتہ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم غیب کے موافق دنیا میں جو کچھ اب ہورہا ہے وہ سب اللہ تعالے نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ یہ حدیث آیتہ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ انسان بُرے کام تو دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ اللہ اُسکے ان بُرے کاموں سے بے خبر ہے لیکن یہ انسان کی نادانی ہے کیونکہ اللہ تعالے نے تو انسان کے اور اوسکے بُرے کاموں کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے ایک دن ان بُرے کاموں کی سزا سب بُرے کام کرنے والوں کو دیگا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

اور اگر ہو تم اوپر سفر کے اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی پس اگر امین جانے بعض تمہارا بعضے کو پس

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ

چاہیئے کہ ادا کرے وہ شخص کہ امین جانا گیا ہے امانت اسکی کو اور چاہیئے کہ ڈرے اللہ تعالے سے پروردگار اپنے

جب آدمی سفر میں ہوتا ہے تو بالکل اجنبی ہوتا ہے کیونکہ سفر کی حالت میں کسی
سے جان پہچان کم ہوتی ہے پھر اگر اس سفر کی حالت میں کچھ قرض لینے کی ضرورت
پڑے تو بغیر کسی چیز کے گروی رکھنے کے نہ کوئی اعتبار کرتا ہے نہ کچھ قرض مل سکتا
ہے اسواسطے قرض کے ذکر میں سفر کا ذکر فرماکر اللہ تعالے نے گروی کو اس آیتہ میں
جائز فرمادیا اور یہ حکم دیدیا کہ دست آویز کے معاوضہ میں کوئی چیز گروی رکھوا کر
قرض لے لیا جاوے اگرچہ بعضے علما کا یہ مذہب ہے کہ آیتہ میں جب سفر کا ذکر ہے
تو حالت سفر میں ہی گروی جائز ہے حالت مقام میں جائز نہیں ہے لیکن صحیح بخاری
اور مسلم میں حضرت عائشہ اور انس بن مالک سے جو روایتیں ہیں اونمیں یہ ہے کہ
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں اپنی زرہ ایک
یہودی کے پاس گروی رکھوائی اسواسطے مجاہد ضحاک اور فرقہ ظاہریہ کے سوا سب
علما امتہ کا مذہب یہی ہے کہ یہ صحیح حدیثیں آیتہ کی تفسیر ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ قیام
کی حالت میں بھی گروی جائز ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر قرض لینے دینے والوں میں ایک
کو دوسرے پر پورا اعتبار ہے تو پھر دست آویز اور گواہی کی ضرورت نہیں لیکن
قرضدار کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈر کر قرض دینے والے کی قرض رقم کی امانتہ وعدہ پر
پوری ادا کردے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں ابوہریرہ اور صحابہ سے جو روایتیں ہیں اون میں اللہ کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے امانتہ میں خیانتہ کرنے کو منافقوں کی عادت اور نشانی

فرمایا ہے اسواسطے آیۃ میں فرمایا کہ قرضدار شخص اللہ سے ڈر کر صاحب قرض کے قرض کی رقم وعدہ پر ادا کر دے اس امانۃ میں خیانت کرنے کی منافقوں کی عادت سے بچے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو کوئی چھپاویگا اس کو پس تحقیق گنہگار رہے دل اسکا اور اللہ تعالیٰ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم جاننے والا ہے

صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی روایۃ اوپر گزر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو بہت بڑا گناہ فرمایا ہے اگرچہ جھوٹی گواہی اور سچی گواہی کو چھپانا ظاہر میں دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں یہ ایسی دو چیزیں ہیں کہ ایک کے ساتھ دوسری لگی ہوئی ہے کیونکہ جب تک کوئی شخص سچی گواہی کو نہ چھپاوے گا تو جھوٹی گواہی وہ گھڑ نہیں سکتا اسواسطے امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری کے سچی گواہی کے چھپانے کے باب میں جھوٹی گواہی کی حدیثیں روایۃ کی ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ حق بات کے چھپانے میں گواہی کا چھپانا اور جھوٹی گواہی کا دینا دونوں بہت بڑے گناہ ہیں۔ پہلے آدمی اپنے دل میں کسی بات کا خیال جما لیتا ہے پھر اوسکو زبان سے کہتا ہے اسیواسطے آیۃ میں سچی گواہی کے چھپانے والے شخص کے دل کو گنہگار فرمایا جسکا مطلب یہ ہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے اسلئے اس گواہی کے چھپانے والے شخص کی نیت کسی لالچ یا خوف سے سچی گواہی کے ادا کرنے کی نہیں تھی جسکے سبب سے اس نے سچی گواہی کو چھپایا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں نعمان بن بشیر سے روایۃ ہے جسمیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے

جسم میں دل ہی ایک ایسی چیز ہے جسکے ٹھیک ہونے سے آدمی کے سب اعضا ٹھیک ہو جاتے ہیں نہیں تو نہیں۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس گواہی کے چھپانے والے شخص کے دل میں لالچ یا خوف تھا اسلیئے یہ شخص زبان سے گواہی ادا نہ کر سکا اور اپنے دل کو اس نے گنہ گار بنایا۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایتہ اوپر گزر چکی ہے جسمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے عملوں کے اعمال نامے دن سے پہلے اور دن کے رات سے پہلے اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ میں پیش ہو جاتے ہیں یہ حدیث آیتہ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے لیکن اوس نے قیامت کے دن کا جزا اور سزا کا فیصلہ انسان کے ظاہری نیک و بد عملوں پر رکھا ہے اور ہر شخص کے تمام عمر کے نیک و بد عملوں کے ایک جگہ جمع ہو جانے کا یہ انتظام کیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے مقرر کئے ہیں جنہیں سے ایک رات دن کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا بدیاں اور رات کے سب عملوں کا اعمال نامہ دن سے پہلے اور دن کے سب عملوں کا اعمال نامہ رات سے پہلے اللہ تعالےٰ کے ملاحظہ میں پیش ہو جاتا ہے۔ یہ سب اعمال نامے اللہ تعالےٰ کے پاس جمع ہیں قیامت کے دن ہر شخص کا اعمال نامہ اوسکو دکھایا جاویگا اور اوسپر جزا اور سزا کا فیصلہ ہو جاویگا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ

نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو دوست سوائے مسلمانوں کے اور جو کوئی کرے یہ پس

مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ

نہیں اللہ تعو سے بیچ کسی چیز کے مگر یہ کہ بچو تم انسے بچنے کر اور ڈراتا ہے تم کو اللہ تعو ذات اپنی سے اور طرف اللہ تعو کی ہے پھر جانا

صحیح سند سے مستدرک حاکم اور تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن عباس کا قول ہے
کہ مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے اون سے اور انصار کے کچھ مسلمان لوگوں
سے دوستی تھی اوسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے
کہ مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہیں رکھنی چاہیئے کیونکہ کافر تو رات دن اس تاک
میں لگے رہتے ہیں کہ جب اونکو موقع ملے تو دوستی کے پردہ میں مسلمان کو کوئی ایسا
فریب دیں جس سے مسلمان کو نقصان پوہنچے۔ پھر فرمایا اس نصیحت کے بعد بھی جو مسلمان
کافروں کی دوستی سے باز نہ آویگا تو اللہ تعالےٰ اس شخص سے بیزار ہے اور ایسے
لوگوں کو اللہ اپنے غصے اور اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ پھر فرمایا اگر کہیں جان کا خوف
ہو تو ظاہر میں کافروں کا کہنا مان کر جان بچا لیجاوے مگر دل میں ایمان کا اثر رکھا جاوے
معتبر سند سے نسائی بیہقی اور مستدرک حاکم میں جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے
کہ عمار بن یاسر صحابی کی ماں سمیہ مشرکین کی لونڈی تھیں عمار کے باپ یاسر نے سمیہ سے
نکاح کر لیا تھا اسلیئے مشرکین مکہ سمیہ یاسر اور عمار بن یاسر تینوں کو لونڈی غلام سمجھتے تھے
اور ان تینوں کے اسلام لانے کے سبب سے ان تینوں کو مار مار کر اسلام سے پھر جانے
کو کہا کرتے تھے یہاں تک کہ عمار بن یاسر کے باپ یاسر اور اونکی ماں سمیہ تو اسی مار
کے صدمہ سے فوت ہو گئے اور عمار بن یاسر نے اپنی جان بچانے کے لئے ظاہر میں تو اسلام

چھوڑ دیا مگر اونکے دل میں اسلام جما رہا۔ جب عمار بن یاسر مدینہ میں آئے تو اونہوں نے
اپنا سب حال اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیان کیا آپ نے عمار بن
یاسر سے پوچھا کہ جب تم نے اسلام کے مخالف لفظ زبان سے کہے تھے تو اوس وقت
تمھارے دل کا کیا حال تھا۔

عمار بن یاسر نے جواب دیا کہ اوس وقت اسلام تو میرے دل میں خوب جما ہوا تھا
اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسی حالت میں فقط زبان سے اسلام
کے مخالف کچھ لفظ کہہ دینے سے تمھارے اسلام میں خلل نہیں آیا۔ اِلَّا اَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً
کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جان کے خوف کی حالت میں اگر اپنی جان بچانے
کے لئے کوئی شخص فقط زبان سے کفر کا کلمہ کہدے تو اوسکے اسلام میں کچھ خلل
نہیں آتا۔ سورۃ النحل کی آیتوں میں اس مطلب کی تفصیل زیادہ ہے اسواسطے وہ
آیتیں بھی اس آیۃ کی گویا تفسیر ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جسمیں اللہ
کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالے کے غصہ کا پورا حال لوگوں
کو معلوم ہو جاوے تو کسی شخص کے دل میں جنت کی تمنا باقی نہ رہے۔ اس حدیث کو آیۃ
کے آخری ٹکڑے کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالے اپنے بندوں پر
بڑا مہربان ہے اسواسطے اوس نے اپنے قیامت کے دن کے غصہ سے لوگوں کو
آیۃ میں ڈرادیا ہے اسپر بھی جو شخص اوسکے غصہ سے نڈر ہو کر اسکی نافرمانی کریگا۔
تو ایسے لوگوں کے حق میں قیامت کے دن کا اللہ کا غصہ اور اوس غصہ کے سبب سے

اوس کا عذاب بہت سخت ہے۔

اسی تلک الرسل کی آگے کی آیتوں میں آئیگا کہ مسلمانوں کی دشمنی سے خیبر کے بارہ یہودیوں نے یہ فریب کیا کہ تازہ دم مسلمانوں کو بہکانے کے لئے صبح کو مسلمان بن گئے اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ پڑھی اور تیسرے پہر کو پھر یہودی ہوکر اسلام سے پھر گئے کہ تازہ دم مسلمان اس سے اپنے دل میں یہ شبہ پیدا کریں کہ دین محمدی میں کچھ نقصان ضرور ہے جو یہ لوگ اہل کتاب ہوکر اس دین سے پھر گئے صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایتہ ہے جسمیں ان ہی خیبر کے یہود نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث کے ہاتھ سے زہر جو دلوایا اوسکا قصہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی طرف سے جو دشمنی یہود کے دل میں بسی ہوئی ہے اوسکا حال تلک الرسل کی آیتوں اور صحیح بخاری کی ابوہریرہ کی روایتہ سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے اس آیتہ میں مسلمانوں کو یہود کی دوستی سے منع فرمایا ہے۔

تمت

صحت نامہ کتاب ہٰذا

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۱	۶	وَلَا تَجْعَلُوْا	وَلَا تَجْعَلُوْا
۲	۷	صحیح مسلم	صحیح مسلم میں
۳	۹	آسمان کی	آسمان کو
〃	۱۰	سورۃ الرعد	سورۃ الرعد میں
〃	۱۳	ایک چوب	ایک چوبہ
۶	۱۱	[illegible]لنا	نَزَّلْنَا
〃	۱۲	عورت	سورت
۷	۸	الوگوں کو	ان لوگوں کو
۹	۶	وَدْعُوْا	وَادْعُوْا
۱۲	۱	دارالخلا	دارالخلد
〃	〃	جنت الماوا	جنت الماویٰ
〃	〃	دارسلام	دارالسلام
〃	۳	خشکی	جنت کی
〃	۴	ہے	ہیں
〃	۱۲	اس کا	ان کا
۱۳	۲	ولہم	وہم
〃	〃	معاً	جمیعاً
〃	۱۳	زمین	زمین میں
۱۶	۹	فَاذْهَبُوْنَ ۵	فَارْهَبُوْنِ ۵
〃	۱۷	جلاد	جلا
۱۸	۱۳	الرسول	رسول
۱۹	۱۲	فَاتَّقُوْنَ ۵	فَاتَّقُوْنِ ۵
〃	۱۴	وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ	وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ
۲۱	۱۵	خمیازہ	کیا خمیازہ
〃	۱۶	اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَرْکَعُوْا	اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا
۲۳	۶	دیا گیا	دیا گیا تھا
〃	۱۴	بنی نفیر	بنی نفیر
۲۴	۶	ان	اس
〃	۷	محمدوبا	محمدیہ
〃	۱۵	خواسے	حواسے
۲۵	۱	اول	اول وقت
۲۷	۱۵	ثواب	صواب
۳۸	۱۱	یَوْمٌ	یَوْماً

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۲۸	۱۶	الرسول	رسول
۲۹	۱۱	بڑوں	اور بڑوں
۳۱	۸	ہودۃ	سورۃ
۳۲	۷	دَزَقْتُمْ	دَزَقْنٰکُمْ
۳۵	۸	روایت ہے	روایت ہے
۳۶	۱	ہر ایک (زنا) عقبیٰ میں	(دوبارہ لکھی گئی)
۳۷	۸	خبطتہ	حطۃ
〃	۱۰	〃	〃
〃	〃	حبتہ فی شعیرۃ	حبتہ فی شعیرۃ
۴۰	۹	عِشْرَۃ	عَشَرَۃ
۴۷	۱۳	بہلاکر	بہکاکر
۵۵	۱۴	بنی اسرائیل	بنی اسمٰعیل
〃	۱۷	کیا ہم نے	کہا ہم نے
۵۶	۲	پس کہا	پس کیا
۵۹	۱۴	اَیَّامًا	اَیَّامًا
〃	۱۵	کہ کیا	لکھ کیا
۶۰	۱	سَیِّئَۃَ	سَیِّئَۃً
〃	۳	لماسے	علماسے
۶۳	۸	اِلَّا اللّٰہَ	اِلَّا اللّٰہُ
۶۵	۲	ایک اُن کے	ایک کو
۶۶	۱۰	النصیحتہ	النصیحۃ
۶۷	۱۱	میں	میں سے
۶۸	۵	فَتُؤْمِنُوْنَ	اَفَتُؤْمِنُوْنَ
〃	۷	الحیٰوۃ	الحیٰوۃ
۷۲	۱	گناہ کرتے	گناہ کرتے رہتے
۷۳	۱۶	تختون	تطحنون
۷۵	۱۷	عارب	عازب
۷۷	۱۶	جَاءُهُمْ	جَاءَهُمْ
۷۹	۱۰	الزحرف	الزخرف
۸۲	۱۰	خود ابھی	خود بھی
۸۴	۹	کہ معبود	کہ معبود
〃	۱۷	معاز	معاذ
۸۷	۷	خیال تھا	خیال بھی تھا

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۹۴	۱۲	لوگوں	لوگوں کو
۹۶	۴	رہے تھے	رہتے تھے
//	۵	گناہ پھر گئے	گناہ گئے
//	۹	بَیِّنٰتٍ	بَیِّنٰتٍ
//	۱۱	اَکْثَرُھُمْ	اَکْثَرُھُمْ
//	۱۳	مُصَدِّقٌ	مُصَدِّقًا
//	۱۵	ظُھُوْدِھِمْ	ظُھُوْرِھِمْ
۹۷	۱۵	پہچانہ تاہے	پہچانتا ہے
۹۸	۱۳	بہیے	بھکے
۱۰۰	۱۱	الْمَلّٰئِیْنَ	الْمَلَکَیْنِ
//	۱۸	ضر نفع	نہ ضر نہ نفع
۱۰۱	۱	لَبِئْسَ	لَبِئْسَ
//	۱۰	مسندبار	مسندبار
۱۰۲	۱۵	سے بہلے	لیے پہلے
۱۰۳	۵	صحیح ہی	صحیح ہی
//	۱۵	تاخیر	تاثیر
۱۰۴	۸	تاخت	تانت
//	۱۳	وَاستَمعُو	وَاسمَعُوا
۱۰۵	۵	کرتے ہیں	کرتے
//	۱۷	روایت ہے	روایت سے
۱۱۵	۸	عشروا	عشرا
//	۱۱	غفورالرحیم	غفور رحیم
//	//	ان یکم	ان یکن
۱۱۶	۸	بعینے	بعینے سلمان
۱۲۳	۵	بچی تنیر	بنی نضیر
۱۲۵	۴	واسطے	واسطے اسکے
۱۲۸	۵	پڑھتے ہیں	پڑھتے ہیں
//	۹	یہود	یہودیا
۱۲۹	۱۴	اسکو	اسکو
۱۳۱	۱۶	خِزْیٌ	خِزْیٌ
۱۳۳	۵	آجاتا	آجاتا ہے
۱۳۶	۱۰	شان سول	شان نزول
۱۳۷	۱۰	توریت جہاں	توراۃ میں
۱۳۸	۱۳	بنیا	بَنَیْنَا
۱۳۹	۱۲	ویسے تین	ایک سی
۱۴۰	//	مانتے ہیں	سنتے تھے

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۱۴۰	۱۷	کہتے ہیں	کہتے تھے
۱۴۵	۶	ددوانہ	دوانہ
۱۴۶	۱	علیا	علیہا
//	۱۶	رہاتھا	رہتا
۱۴۷	۵	بن لیحی	بن یحییٰ
//	۱۲	اپنی اس اولاد میں	نے بھی
۱۴۸	۱۷	رہے	ہے
۱۴۹	۳	وَدُزِقَ	وَارْزُقْ
//	۷	بَجْسَ	بِئْسَ
۱۵۰	۷	پیدا	پیدا کیا
۱۵۳	۱۶	یکساں ہے	یکساں ہیں
۱۵۵	۴	لوگ	قبیلہ کے لوگ
//	۶	جرہم نے	جرہم کے
//	۷	عمر بن لحی	عمرو بن یحیی
۱۵۷	۱۴	یالمھتدین	یا المھتدین ۵
۱۶۰	۴	وَاَلَا	وَلَا
۱۶۱	۳	انکار	انکاریہ
۱۶۵	۱۴	وتولّی	وتولّی میں
۱۶۹	۱	بشر	بشیر
//	۹	خدمت	مذمت
۱۷۱	۱۲	مُسْلِمِیْنِ	مُسْلِمِیْنَ
۱۸۰	۹	یٰبُنَیَّ	یٰبَنِیَّ
//	۱۷	مشرکین مکہ نے	مشرکین مکہ
۱۸۴	۵	عالی رتبہ	عالی مرتبہ
۱۸۶	۱۲	سے	میں سے
//	۱۳	اُن	اُن کو
۱۹۲	۴	عززیر	عزیر
//	۷	اسکے	اسلئے
۱۹۴	۱۵	علیہ السلام کو دینا	علیہا السلام کو دینا
//	//	ہاجرہ علیہ السلام	ہاجرہ علیہا السلام
۱۹۶	۴	مخالف	موافق
۱۹۰	۱۲	کیا کرتے	کہا کرتے
۱۹۹	۵	بہ خواب	خواب
۲۰۱	۱۳	ابھی	الٰہی
۲۰۴	۲	لوگوں	ان لوگوں
//	۳	کیونکہ	کیوں

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۲۰۶	۲	لوگوں	لوگوں کو
〃	۱۷	علمہ	علقمہ
۲۰۹	۱۰	جنازہ	ایک جنازہ
۲۱۰	۱	مقبول فرماتا ہے	جس طرح مقبول فرمادیگا جیسا ذکر اوپر گذرا اسی طرح دنیا میں بھی وہ اس امت کے اچھے لوگوں کی گواہی کو مقبول فرماتا ہے۔
۲۱۱	۸	بن العاص	بن عمرو بن العاص
۲۱۲	۲	پھیر المنہ	پھیرو منہ
۲۲۰	۱۴	ادا کروں	ادا نہ کروں
〃	۱۵	نعمتوں کا	لعنتوں کی
〃	۱۷	خدمت	مذمت
۲۲۲	۱۶-۱۷	اسے (مطلع تک) خاص علم	(دوبارہ لکھا گیا)
۲۲۴	۳	حکتی ہے	سکتی ہے
۲۲۵	۳	نہ آنا	نہ آنا یا کم آنا
〃	۱۰	خوشخبری کے	خوشخبری تکلیف کے
۲۲۷	۱۴	شائر	شعائر
〃	۱۶	بھائی	بھلائی
۲۲۸	۷	شرح	شرع
〃	۱۷	مالک	مالکی
۲۳۰	۱	یَامُرُوکُمْ	یَاْمُرُکُمْ
〃	〃	دَعَنْ	وَاَنْ
۲۳۱	۱۲	حلال کچھ	کچھ حلال
۲۳۳	۳	وَاشْکُرُم اللّٰہ	وَاشْکُرُوا اللّٰہَ
۲۳۴	۱۶	المیتۃ	اَلْمَیْتَۃَ
۲۳۵	۶	فقط	اس آیت میں فقط
〃	۱۷	منع کرے	منع نہ کرے
۲۳۹	۳	تَتَقُوْنَ ٥	تَتَّقُوْنَ ٥
۲۴۰	۱	باقی نہ رہیگا	کردیگا تو قصاص باقی نہ رہیگا
۲۴۲	۱	قتل شبہ عمد	قتل عمد
〃	۶	حَقاً	حَقًّا
〃	۱۳	غیروں کے لئے	(زیادہ لکھا گیا)
۲۴۵	۲	سلمہ رض	سلمہ رض
۲۴۶	۹	فَلْیَصُمْہُ	فَلْیَصُمْہُ
۲۴۷	۱۶	بے روزے	جتنے روزے

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۲۵۰	۷	روز	روزہ
۲۵۳	۱۴	مسافت کا	مسافت کا سبب ہے
۲۵۵	۷	ابن حاتم	ابن ابی حاتم
۲۵۷	۵	مغیر بن	مغیرہ بن
〃	۱۴	ابو حریرہ	ابو ہریرہ
۲۵۸	۵	ہوگی	ہو
〃	۹	لَیْلَۃِ	لَیْلَۃَ
〃	〃	لِبَاسٌ	لِبَاسٌ
〃	۱۴	ملا کرو	ملاپ کرو
۲۶۰	۱۲	نگاہ کے بعد جائز	نکاح کے بعد ناجائز
۲۶۱	۱۴	عائشہ ام سلمہ	عائشہ
۲۶۴	۸	ابوداود	ابو درداء
〃	۱۳	مذہب ہے	مذہب یہی ہے
۲۶۶	۵	ابن ماجہ	ابن ماجہ میں
۲۶۸	۱۰	اس	اسی
۲۷۰	۲	رکعت کی جگہ	رکعت کی
۲۷۱	۱۴	تو کہہ	تو کہ
۲۷۳	۱۴	ظھُوْرھَا	ظُھُوْرِھَا
〃	۱۵	کہ وہ وقت	کہ وہ وقت
۲۷۷	۱۷	درگذر کے لائق	عمل کے لائق
۲۸۲	۱	ظالموں	مومنوں
۲۸۴	۴	ابن کبیر	ابن کثیر
〃	۸	ایمان	ایمان
۲۸۶	۳	رہا کر	رہا کرے
〃	۱۵	اَلْعُمْدَۃَ	اَلْعُمْرَۃَ
〃	۱۷	اسی	اسی
۲۸۷	۳	بات	یہی بات
۲۹۴	۱۵	تَخْلُفُوْا	تَخْتَلِفُوْا
〃	〃	اَلْھُدٰی	اَلْھُدٰی
۲۹۵	۱۳	اَذیً	اَذًی
۲۹۶	۱۲	پاس	ساتھ
۲۹۷	۴	آٹھویں ذی الحجہ تک	طواف
〃	۸	سَبْعَۃٍ	سَبْعَۃٌ
۲۹۹	۱۴	قوم جرہم	قوم جرہم
۳۰۱	۴	حد سے	حد کے
۳۱۱	۱۰	نوی	نووی

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۳۱۴	۱۳	محشتر	محتشر
۳۱۶	۱۴	یعنی حج	حج کی
۳۱۸	۱۶	لِمَنِ تقیٰ ط	لِمَنِ اتّقیٰ
۳۱۹	۲	دانوں کی	دنوں کی
〃	۸		امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف
〃	۱۳	ساتھ	سات
۳۲۳	۳	سفر سے	سفر سے اسلئے
۳۲۸	۴	علماے	علما
۳۲۹	۳	مسلمانوں	جب مسلمانوں
۳۳۸	۹	رحمۃ اللہ	رحمۃ اللہ علیہما
〃	۱۲	اللہ	اللہ
〃	۱۳	کہ زیادہ	کھ زیادہ
۳۳۹	۱۷	خرچ	خرچ پر
۳۴۱	۴	کہ سنوارنا	کھ سنوارنا
۳۴۵	۴	نکاد	نکاح
۳۴۸	۱۲	بنت فاطمہ حبیش	فاطمہ بنت ابی حبیش
۳۵۳	۱۳	عزموا	عزموا
۳۵۷	۱۲	مِثلُ	مِثلُ
۳۵۹	۱۰	مسلمان	مسلمان شخص کو چاہئے کہ مسلمان
〃	۱۶	یحل	یحل
〃	〃	یخافا	یخافا
۳۶۰	۱	علیہما	فلا علیہما انما
〃	۳	تلک حدود	تلک حدود
۳۶۲	۱۰	〃	〃
۳۶۵	۱۲	ورنشوز	ورنشوز
۳۶۶	۱۱	فبلغن	فبلغن
〃	〃	تراضوا	تراضوا
۳۶۸	۹	ران سے	ریت سے
۳۷۴	۲	دم	دے کر
۳۷۷	۳	انتقال	خاوند کے انتقال
۳۷۸	۹	تھے	برے
〃	۱۷	بسترالا	بستر آ الا
۳۸۰	۳	جبی	جبھی

صفحہ	سطر	خطا	صواب
۳۶۰	۴	تونے	ہونے
〃	۶	ان سے نکاح	نکاح ان سے
۳۸۱	۳	اس پر	اس حکم پر
〃	۶	وَاعلمُو	وَاعلمُوا
۳۸۵	۲	خلد ابن رافع	خلاد ابن رافع
〃	۴	افضل کا کام	افضل کام
〃	۱۲	متفق	متفق ہیں
۳۸۶	۴	مواذ	معاذ
۳۸۷	۱	دا الصلوٰۃ	والصلوٰۃ
۳۹۰	۹	اللہ تعالے	اللہ تعالیٰ کو
۳۹۱	۳	غیرا خراج	غیر اخراج
〃	۱۵	عدت	عدت میں
۳۹۲	۵	یُبانِ اللہُ	یُبیّنُ اللہُ
۳۹۳	۱۶	اپنا عقل	اپنی عقل
۳۹۴	۱	بالمن	بالمن
〃	۳	رعاع الناس	رعاع الناس
۴۰۰	۱۷	فازنو	فازنوا
۴۰۳	۲	قرضہ رقم	قرضہ کی رقم
۴۰۵	۱۰	بدبو نکا یا اجاری	بدبو نکالا پڑا ہلکا
۴۰۶	۹	تذ بیتمنم بدین	تداینتم بدین
〃	〃	فاکتبوہ	فاکتبوہ
〃	۱۱	لا یاب	لا یاب
〃	۱۳	ولیتق	ولیتق
۴۰۷	۸	وہ	وہ پوری بات
〃	۹	کرسکے	کرے
۴۱۱	۴	وکبیرا	او کبیرا
〃	۵	سید	سیدھا
〃	۷	اور تمہارے	اور پر تمہارے
۴۱۲	۱۵	کم ترجمہ	کم ترجمہ
۴۱۳	〃	بعضکم	بعضکم
		اللہ	اللہ
		تکتموا	تکتموا

ملنے کا پتہ

حاجی فیاض الدین صاحب سوداگر

صدر بازار دھلی

حاجی عبدالکریم صاحب محمد دین صاحب سوداگر کولوٹولہ کلکتہ

قیمت فی جلد

ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک